التحدیث فی علوم الحدیث
پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
انچارج سیرت چیئر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

التحدیث فی علوم الحدیث

التحدیث فی علوم الحدیث

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
انچارج سیرت چیئر
اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

سراج الاسلام حنیف

نظرثانی
نگہت یاسمین ہاشمی

ترتیب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مجھے دینی علوم سے ہمیشہ سے شغف رہا ہے۔ میں اوائل عمر سے کتابیں خریدنے میں حدیث رسول اور سیرت نبویؐ کو ترجیح دیتا رہا۔ ابتدائی کتب میں رحمۃ اللعالمین کو پہلے خریدا۔ گورنمنٹ ڈگری کالج چشتیاں میں تقریری مقابلے میں ۱۹۷۲ء میں انعام کے طور پر میں نے مشکاۃ المصابیح کو چنا جو استاد محترم چوہدری محمد رفیق ریٹائرڈ پرنسپل نے عطا فرمائی۔ بعد ازاں السنن للترمذی محدث عصر مولانا سلطان محمود جلال پوری کے ساتھ ملتان سے خریدی۔ اسی طرح دیگر کتب حدیث خریدتا رہا۔ بعد ازاں میں نے برطانیہ میں حدیث کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی۔ جس میں آٹھویں صدی ہجری کے معروف عالم دین محمود بن احمد بن محمد الفارسی کی کتاب "اسماء رجال المصابیح" کی تدوین کی۔ یہ قلمی مخطوط میں نے خلیل الرحمن صاحب داؤدی ساکن لاہور کی لائبریری سے لیا تھا۔ برطانیہ میں قیام کے دوران میں استاد محترم جناب ڈاکٹر شیخ محمد سعید الباد نجی الندوی کی رہنمائی میں حدیث کی مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا ان میں مقدمہ ابن الصلاح، توجیہ النظر، توضیح الافکار امام الشافعی کی کتاب الرسالہ، قواعد التحدیث، امام بغوی کی شرح السنہ اور فتح الباری فی شرح البخاری شامل ہیں، امام بغوی کی تفسیر معالم التنزیل سورۃ بقرہ تک ان سے سبقاً پڑھی۔ پھر باقی خود مکمل پڑھی انہوں نے اپنے ماموں ڈاکٹر محمود طحان کی کتاب "تیسیر مصطلح الحدیث" ازاراہ محبت عنایت فرمائی۔ اس کتاب کی زبان سہل اور دلنشین ہے۔ اصول حدیث کی تقریباً سب کتب اس ناچیز کے کتب خانہ میں موجود ہیں جن میں سے اکثر ڈاکٹریٹ کی تعلیم کے دوران خریدی گئیں۔

اردو زبان میں اصول حدیث کی کوئی ایسی کتاب میری نظر سے نہیں گزری تھی جس

میں تمام معلومات اکٹھی کی گئی ہوں۔ طلباء اور اساتذہ کو دقت پیش آتی تھی۔ عربی عبارتوں سے استفادہ کرنے والوں کے لئے اصل عربی عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ میں نے یہ کام ۱۹۸۸ء میں شروع کیا جب ایم۔ اے کے طلباء و طالبات کو حدیث نبوی کا پرچہ پڑھانا شروع کیا اور مواد جمع کرتا رہا۔ ۱۹۹۴ء میں میری ملاقات مولانا سراج الاسلام حنیف سے مردان میں ہوئی۔ تو میں نے انہیں اپنے اس کام کے بارے میں بتایا۔ انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میں نے بھی کچھ کام کیا ہے لیکن اس کے چھپنے کی صورت کیا ہو گی؟' میں نے کہا "ان اللہ لا یضیع اجر العاملین" چنانچہ انہوں نے اپنا کیا ہوا کام بھی مجھے عنایت فرمایا۔ میں نے ان دونوں کاموں کو سامنے رکھ کر دن رات محنت کی۔ چنانچہ ۱۹۹۵ء میں یہ کام مکمل کر کے ان کے ہاں مردان گیا تاکہ ان سے مل کر ان کر رائے معلوم کروں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ اس کام کو مزید تصحیح کے لئے میرے پاس چھوڑ دیں کیونکہ وہ ان دنوں مصروف تھے۔ چنانچہ اس پر کافی تاخیر ہو گئی۔ پھر انہوں نے اس کی دوبارہ کتابت کرائی لیکن کتاب کو میری طرف بوجوہ ارسال نہ کر سکے۔ پھر یہ کتابت شدہ مسودہ بھی ضائع ہو گیا اور جس کمپیوٹر میں لکھوایا گیا بقول ان کے وہ بھی چوری ہو گیا۔ میں نے جنوری ۱۹۹۷ء میں اس پر دوبارہ کام شروع کیا۔ جو الحمدللہ تکمیل کو پہنچا ہے۔

کتاب کا مقدمہ بہت محنت سے لکھا ہے جس میں قرآن مجید کے مطابق رسول کی حیثیت' منصب نبوت کے فرائض' اطاعت رسول کی فرضیت' رسول کی مخالفت پر وعیدیں' حدیث کا وحی ہونا' منکرین حدیث کی اقسام' منکرین حدیث کے اعتراضات اور ان کے جوابات اور پھر اس میں دور نبوی کے نوشتے' صحابہ کرام اور محدثین کے صحائف اور حدیث کے متعلق عجمی سازش ہونے کا گمان جیسے اعتراضات کے جوابات لکھے گئے۔ آخری حصہ مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب حجیت حدیث سے لیا گیا ہے۔ جو "عجمی سازش" کا مسکت جواب ہے (اللھم اغفرلہ و ارحمہ)

اس کتاب میں گیارہ باب ہیں:

باب اول میں علم اصول حدیث کے ارتقاء پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جس میں قرن اول سے عصر حاضر تک اصول حدیث پر جتنا کام ہوا ہے اس کا اختصار سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب میں پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی کے ایک مقالے سے استفادہ کیا ہے۔

باب دوم میں بنیادی تعریفات بیان کی گئی ہیں مثلاً سند، متن، حدیث اور خبر وغیرہ

باب سوم میں تقسیم حدیث باعتبار ناقلین لکھی گئی ہے۔ اس باب میں دو بڑی قسموں متواتر اور خبر واحد پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب چہارم میں قبول ورد کے لحاظ سے حدیث کی تقسیم مقبول اور مردود بیان کی گئی ہے یہ باب اس کتاب کا سب سے مفصل باب ہے۔ اس میں حدیث مقبول کی تمام اقسام لکھی گئی ہیں اور پھر مردود کی اقسام بیان کی گئی ہیں۔

باب پنجم میں مسند الیہ کے لحاظ سے حدیث کی تقسیم کا ذکر ہے۔ جو چار اقسام پر مشتمل ہے اس میں حدیث قدسی، حدیث مرفوع، حدیث موقوف اور حدیث مقطوع پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

باب ششم میں مشترک مابین مقبول و مردود کا بیان ہے۔ ان میں المسند، متصل، زیادتی ثقات، اعتبار، متابع اور شاھد کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

باب ہفتم میں شرائط قبولیت راوی بیان ہوئی ہیں۔ یہ شرائط عقل، ضبط، عدالت اور اسلام پر مشتمل ہیں۔

باب ہشتم میں وسائط سند کی قلت کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم زیر بحث لائی گئی ہے۔ اس میں علو مطلق اور علو نسبی شامل ہیں۔

باب نہم میں باعتبار رواۃ حدیث کی تقسیم کا ذکر ہے اس میں اقران، مدبج، روایتہ الاکابر عن الاصاغر اور روایتہ الاصاغر عن الاکابر کا ذکر ہے۔

باب دہم میں حدیث کے آٹھ طرق سماع، قرأت، اجازہ، مناولہ، مکاتبہ، اعلام، وصیت اور وجادہ کی تفصیل ہے۔

باب یازدہم میں جرح و تعدیل کا بیان ہے۔

بعض لوگ اصول حدیث کا علم نہیں رکھتے اور آنحضرت ﷺ کی احادیث کے متعلق بہت سطحی معلومات رکھتے ہیں اس لئے وہ ان کا انکار کرتے ہیں۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ علماء و محدثین کی کاوشوں کو سامنے لایا جائے کہ انہوں نے کس طرح حدیث کے قوانین ضبط کئے۔ اس کے لئے انہوں نے محنت کی محض سطحی معلومات کی بنا پر پورے ذخیرہ احادیث کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کرنے کا باعث قلت علم ہے۔ جو

لوگ ان اصولوں کو پڑھیں گے۔ وہ حدیث کے متعلق اس قسم کی جسارت نہیں کریں گے۔

اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ کوئی چیز مستند حوالے کے بغیر نہ آئے۔ ہر باب میں حدیث اور اس کے متعلق کتب کا بیان ہے۔ ابتداء میں فہرست عناوین اور آخر میں مصادر و مراجع کی فہرست ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں جن احباب نے دست تعاون دراز فرمایا میں ان کا شکر گزار ہوں۔

سب سے پہلے میں اپنے استاد محترم جناب ڈاکٹر الشیخ محمد سعید باد نجکی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مطالعہ حدیث میں بہت مدد کی۔ ان سے میں نے علم اصول حدیث میں "الموقظہ" للذہبی مکمل پڑھی۔ ان کے ماموں محترم ڈاکٹر صلاح الدین ادلبی سے "المدخل" للحاکم پڑھی۔ اس طرح دیگر کتب کا انہوں نے شوق دلایا۔

حوالوں کے لئے بعض طلباء و طالبات مدد کرتے رہے۔ ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن استاد شعبہ عربی سے بھی مشورہ کرتا رہا ہوں حافظ ثناء اللہ الزاھدی کو بھی مسودہ دکھایا اور ان کی بعض کتب سے استفادہ کیا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

میں شعبہ علوم اسلامیہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے اساتذہ کرام کا بھی شکر گزار ہوں کہ وہ میری تحقیقی کاوش دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور ڈاکٹر عبدالرشید رحمت چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ' ڈاکٹر محمد گجر خان غزل کاشمیری ایسوسی ایٹ پروفیسر اور ڈاکٹر شمس البصر صاحب کا شکر گزار ہوں جو میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

میں محترمہ نگہت ہاشمی صاحبہ شعبہ ایجوکیشنل ٹریننگ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مسودے پر نظر ثانی کی اور اس میں تصحیحات کیں۔

میرے اہل خانہ میں والدہ صاحبہ کی دعائیں میرے شامل حال رہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمر اور صحت عطا کریں۔ اپنے بھائیوں خصوصاً عزیزی ابوبکر کی خدمات قابل تحسین ہیں' جس نے بعض مسودات کو نقل کیا۔ میری بیوی کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں کہ وہ مجھے علمی کاموں کے لئے گھریلو کاموں سے مستغنی رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر

عطا کرے۔ آمین

میں جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق خان صاحب وائس چانسلر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا شکر گزار ہوں کہ وہ سیرت چیئر کی ترقی کے لئے ہمیشہ تعاون کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلامیہ یونیورسٹی کو ان کی زیر نگرانی مزید ترقی دے۔ میں مکتبہ قدوسیہ کے مالک عزیزم ابوبکر قدوسی کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس کو دوبارہ کمپیوٹرائز کروایا اور شائع کیا۔

حدیث نبوی کی خدمت کی یہ ایک حقیر سی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبولت بخشیں۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروف ظفر

انچارج سیرت چیئر

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

جنوری ۲۰۰۰ء

تقدیم

الحمدلله، نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ، ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ الله فلا مضل له، ومن یضلله فلا ھادی له، ونشھد ان لا اله الا الله وحدہ لا شریک له، ونشھد ان محمدا عبدہ و رسوله:

یایھا الذین آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولاتموتن الا و انتم مسلمون (۱) یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا الله الذی تساء لون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا (۲) یایھا الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیماً(۳)

امابعد : فان اصدق الحدیث کتاب الله، واحسن الھدی ھدی محمد صلی الله علیه وسلم، وشرالامور محدثاتھا، وکل محدثة بدعة، وکل بدعه ضلالة، وکل ضلالة فی النار۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت کاملہ اور آپ کا اسوہ حسنہ ایک مکمل دستور العمل اور ضابطہ حیات ہے۔ آپ کی سیرت اور اسوہ کے بعد اصولی طور پر کسی اور چیز کی سرے سے کوئی حاجت ہی باقی نہیں رہ جاتی اور نہ ہی کسی اور نظام و قانون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

شاہ عرب اور فرمانروائے عالم کی زندگی بادشاہ اور سربراہ مملکت کے لئے نمونہ ہے، آپ کی زندگی فقیر و محتاج کے لئے اسوہ ہے، جنہوں نے کبھی ردی قسم کی کھجوریں بھی پیٹ بھر کر نہ کھائیں اور جن کے چولہے میں بسااوقات دو دو ماہ تک آگ نہیں جلائی جاتی تھی سپہ سالار اور فاتح ملک کے لئے بدر و حنین کے سپہ سالار اور فاتح مکہ کی زندگی میں

بہترین سبق ہے جس نے عفو و کرم کے دریا بہا دیئے تھے اور لاتثریب علیکم الیوم کا خوش آئند اعلان فرما کر تمام مجرموں کو آن واحد میں معافی کا پروانہ دے کر بخش دیا تھا(۴) ایک قیدی کے لئے شعب بنی ہاشم کے زندانی کی حیات درس عبرت ہے۔ تارک دنیا کے لئے غار حرا کے گوشہ نشین کی خلوت قابل عمل ہے۔ چرواہے مقام اجیاد میں آپ کو چند قراریط (ٹکوں) پر اہل مکہ کی بکریاں چراتے دیکھ کر تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔ معمار، مسجد نبوی کے معمار کو دیکھ کر ان کی اقتداء کر کے خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ مزدور خندق کے موقع پر اس بزرگ ہستی کو پھاوڑا لے کر مزدوروں کی صف میں دیکھ کر اور مسجد نبوی کے لئے بھاری بھرکم پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے ہوئے دیکھ کر قلبی راحت حاصل کر سکتے ہیں۔ مجرد لوگ اس پچیس سالہ نوجوان کی پاکدامن اور عفت، مآب زندگی کی پیروی کر کے سرور قلب حاصل کر سکتے ہیں جس کو کبھی بدترین دشمن نے داغدار نہیں کیا اور نہ کبھی اس کی جرائت کی ہے۔ عیال دار متعدد ازواج مطہرات کے شوہر کو "انا خیر کم لاھلی" فرماتے ہوئے سن کر جذبہ اتباع پیدا کر سکتے ہیں۔

یتیم بھی رسول اللہ کو یتیمانہ زندگی بسر کرتے دیکھ کر آپ کی پیروی کر سکتے ہیں۔ ماں باپ کے اکیلے بیٹے اور بہنوں اور بھائیوں کے تعاون و تناصر سے محروم عبداللہ کے اکلوتے بیٹے کو دیکھ کر نمونہ حاصل کر سکتے ہیں۔ باپ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، قاسم، طیب طاہر اور ابراہیم رضی اللہ عنھم کے شفیق و مہربان باپ کو ملاحظہ کر کے پدرانہ شفقت پر آمادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ تاجر ہیں تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تجارتی کاروبار میں آپ کو دیانتدارانہ سعی کرتے ہوئے معائنہ کر سکتے ہیں۔ عابد و شب خیز اسوہ حسنہ کے مالک کے متورم قدموں کو دیکھ کر اور افلا اکون عبدا شکورا فرماتے ہوئے آپ کی اطاعت کو ذریعہ تقرب خداوندی اختیار کر سکتے ہیں۔ مسافر خیبر و تبوک کے مسافر کے حالات پڑھ کر طمانیت قلب کا وافر سامان مہیا کر سکتے ہیں۔

اگر آپ امام اور قاضی ہیں تو مسجد نبوی کے بلند رتبہ امام اور فصل خصومات کے بے باک منصف اور مدنی جج کو بلاامتیاز قریب و بعید اور بغیر تفریق قوی و ضعیف فیصلہ صادر فرماتے ہوئے مشاہدہ کر سکتے ہیں اور قوم کے خطیب اعظم کو منبر اعظم پر جلوہ افروز ہو کر بلیغ اور مؤثر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے اور غافل قوم کو انی انا النذیر العریان فرما کر بیدار

کرتے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (۵) الغرض زندگی کا کوئی قابل قدر اور مستحق توجہ پہلو اور گوشہ ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس میں سرور کائنات ﷺ کی معصوم اور قابل اقتداء زندگی ہمارے لئے بہترین نمونہ' عمدہ ترین اسوہ اور اعلیٰ ترین معیار نہ بنتی ہو۔ اس وجود قدسی پر کروڑوں درود و سلام' جس کے وجود مسعود میں ہماری زندگی کے تمام پہلو سمٹ کر آ جاتے ہیں اور ہماری روح کا ایک ایک گوشہ عقیدت و اخلاص کے جوش سے معمور ہو جاتا ہے' جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے لعل و گوہر کا جو پائیدار خزانہ تمام ارض و سما اور بحر و بر چھان ڈالنے کے بعد بھی کسی قیمت پر جمع نہیں ہو سکتا تھا' وہ انمول خزانہ امت مرحومہ کو اپنے پیارے نبی ﷺ کے اسوہ حسنہ' اپنے برگزیدہ رسول کی سنت صحیحہ اور اپنے رسول مقبول کے معدن حدیث کی ایک ہی کان اور معدن سے فراہم ہو گیا ہے اور قرآن کریم کے بعد ہماری تمام بیماریوں کا مداوا احادیث رسول میں علی وجہ الاتم موجود ہے۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن

۱۔ قرآن مجید کے مطابق رسول کی حیثیت

۱۔ رسولوں کا تقرر اللہ خود فرماتا ہے:۔ امراء و حکام کی طرح مخلوق ان کا تقرر نہیں کرتی' نہ مخلوق کے مشوروں کی اس میں کوئی رعایت کی جاتی ہے' نہ اس کا انہیں حقدار سمجھا جاتا ہے:

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس (٦)

(اللہ تعالیٰ ہی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتا ہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ منصب براہ راست اللہ تعالیٰ کے انتخاب پر موقوف ہے' بندوں کے سپرد نہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس منصب کے لئے تمام مخلوقات میں صرف دو نوع کا انتخاب عمل میں آیا: ملائکہ اور انسان اس لئے جنات میں سے کوئی رسول نہیں ہوا' اس معاملہ میں وہ انسانوں کے تابع رہتے ہیں۔ غرض رسالت کا معاملہ رزق کی

طرح صرف خدائی تقسیم پر موقوف ہے' اس لئے جب کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت میں رائے زنی شروع کر دی تو نہایت سخت لہجہ میں یہ کہہ کر ان کو خاموش کر دیا گیا:

اھم یقسمون رحمة ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم۔ (۷)

یعنی نبوت و رسالت رزق کی طرح ربوبیت کا حق ہے' جب رزق کی تقسیم اس نے کسی کے حوالے نہیں کی بلکہ اپنے ذمہ رکھی ہے تو نبوت کی تقسیم کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے' پھر یہ کہ نبوت ایک رحمت ہے اور رحمت کی تقسیم کا حق رحمن کو ہی ہو سکتا ہے' جو خود رحمت کے محتاج ہوں وہ نبوت جیسی بڑی رحمت کی تقسیم کے حقدار کیسے بن سکتے ہیں؟

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ (۸)

(یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اسے اپنا رسول کسے بنانا ہے)

۲۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی ان کا انتخاب کرتا ہے اس لئے خود ہی ان کی تعلیم کا انتظام بھی کرتا ہے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق۔ (۹)

(پڑھیئے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا ہے)

۳۔ اللہ تعالیٰ پڑھا کر خود انہیں یاد کراتا ہے' اگر اس میں کچھ حصہ وہ بھول جاتے ہیں تو وہ بھی اسی کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے:

سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ۔ (۱۰)

(ہم آپ کو پڑھائیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے بجز اس کے جس کو اللہ چاہے)

۴۔ اللہ تعالیٰ اس وحی کے بیان کا بھی خود ہی ضامن ہوتا ہے:

ثم ان علینا بیانہ۔ (۱۱)

(پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے)

۵۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم و تربیت کرتا ہے اسی طرح ان کی اخلاقی تربیت بھی خود وہی کرتا ہے' اسی لئے عین بداخلاقی کے دور میں وہ ایسے بلند اخلاق کے مالک ہوتے ہیں جہاں دنیا اپنے پورے عروج کے بعد بھی نہیں پہنچتی:

و اخفض جناحک للمومنین (۱۲)
(مومنوں کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آیئے)
و لا تجعل یدک مغلولة الی عنقک و لا تبسطها کل البسط۔ (۱۳)
(آپ اپنا ہاتھ اپنی گردن کی طرف سمٹا ہوا نہ رکھئے نہ اس کو بالکل کھولئے) یعنی خرچ کرنے میں میانہ روی رکھئے۔
و اصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغدوة و العشي يريدون وجهه۔ (۱۴)
(جو لوگ صبح شام اپنے پروردگار کی یاد صرف اسی کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں آپ اپنی نشست و برخاست ان ہی میں رکھئے)
و لا تمدن عینیک الی مامتعنابه ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا۔ (۱۵)
(دنیا کی زندگی کی رونق جو ہم نے مختلف لوگوں کو صرف کام چلانے کے لئے دی ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے)
و لا تصعر خدک للناس و لا تمش فی الارض مرحا۔ (۱۶)
(لوگوں کے ساتھ بے رخی نہ کیجئے اور زمین پر اترا کر نہ چلئے)

۶۔ جس طرح اللہ تعالیٰ ان کی تعلیمی اور اخلاقی نگہبانی کرتا ہے اسی طرح ان کے جسمانی تحفظ کا ذمہ دار بھی ہوتا ہے:

واللہ یعصمک من الناس۔ (۱۷)

یعنی آپ غم نہ کریں، تبلیغی فرائض کھلے طور پر انجام دیں، لوگوں سے آپ کی حفاظت کرنے والا اللہ خود ہے۔ حدیث نبوی میں ہے کہ اس سے پہلے شب میں آپ کی پہرہ داری کی جاتی تھی۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ نے پہرہ منسوخ کر دیا اور خیمہ سے منہ باہر نکال کر فرمایا جاؤ میری حفاظت کا اللہ تعالیٰ کفیل ہو چکا ہے، اب مجھے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں رہی۔ (۱۸)

۷۔ اس سے بڑھ کر وہ ان کے عواطف و میلان قلبی کی بھی نگرانی کرتا ہے:

﴿ و لو لا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیهم شیئا قلیلاً ﴾ (۱۹)
(اگر ہم آپ کو تھام نہ لیتے تو کچھ نہ کچھ ان کی طرف جھک چلے تھے)

چونکہ انبیاء علیہم السلام کے عزائم و افعال تو درکنار قلبی خطرات بھی قدرت الٰہیہ کے زیر نگرانی رہتے ہیں' اسی لئے امت مسلمہ ان کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھتی ہے' یہ صفت صرف نبی و رسول کی ہے' کسی امیر و حاکم کے متعلق عصمت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔

۸۔ اس خصوصیت کا اعلان کرنے کے لئے یہ بتا دیا جاتا ہے کہ ان کی غلطی عام انسانوں کے برابر نہیں ہوتی' اگر وہ اللہ کے متعلق ایک بات بھی جھوٹ کہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مواخذہ فرمائیں گے اور دنیا کے دوسرے جھوٹوں کی طرح کبھی ان کو مہلت نہ دی جائے' لیکن کسی امیر و حاکم کے متعلق یہ شدت نہیں کی گئی' اسی لئے رسولوں میں کوئی جھوٹا نہیں گزرا اور سینکڑوں حاکم جھوٹے اور ظالم گزر چکے ہیں۔

﴿ و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین ﴾ (۲۰)

(اگر بالفرض وہ ہماری طرف کوئی بات بھی اپنی طرف سے لگاتے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ ڈالیں گے۔) کائنات میں سب سے سچا رسول ہوتا ہے۔ اس کے متعلق سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ غلطی کے کام کرے اس آیت میں جھوٹے اور کذاب مدعیان نبوت کے لئے تنبیہ ہے۔ وہ جھوٹے تھے اور انہوں نے کائنات کو دھوکہ دیا۔

۹۔ اس ربانی تعلیم و تربیت' عصمت اور ہمہ وقت نگرانی کی وجہ سے اس کی جو بات ہوتی ہے خواہش نفس سے پاک ہوتی ہے:

﴿ و ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی ﴾ (۲۱)

(وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا' جو بولتا ہے وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے)

۱۰۔ انہیں رائے کی اصابت بھی حاصل ہوتی ہے:

﴿ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک الله ﴾ (۲۲)

(ہم نے قرآن آپ پر سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کے معاملات میں اس رائے کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھائے)

رسول کے سوا کسی کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے خود انبیاء میں سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

۱۱۔ خواہشات نفس سے پاکیزگی اور ورائے کی اس اصابت کی وجہ سے وہ عالم کے لئے مجسم نمونہ عمل بنتے ہیں، یہاں حق و ناحق کی تفصیل، نیکی اور معصیت کی تقسیمیں سب ختم ہو جاتی ہیں وہ جو بھی کہتے ہیں سب نفسانی خواہشات سے پاک اور جو کرتے ہیں وہ سب نیکی ہی نیکی ہوتی ہے، اس لئے ان کی ہستی ہر لحاظ سے قابل اتباع ہوتی ہے یہاں کسی کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہوتا، اسی لئے فرمایا:

﴿لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنه﴾ (۲۳)

(تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے)

۱۲۔ ان کے قلب میں امت کے لئے انتہائی رحمت اور خیر خواہی ڈال دی جاتی ہے حتیٰ کہ پھر ان کو اپنی امت سے اتنی محبت پیدا ہو جاتی ہے جتنی خود کسی کو اپنے نفس سے نہیں ہوتی:

﴿لقد جاکم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رئوف رحیم﴾ (۲۴)

(تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے ایسا مہربان کہ جو بات تمہیں تکلیف دہ ہو وہ اس پر بھاری ہے، تمہاری خیر خواہی کا حریص اور مومنوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے۔)

﴿لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین﴾ (۲۵)

(شاید آپ اپنی جان ہلاک کر دیں گے اس غم میں کہ وہ کیوں ایمان نہیں لاتے)

﴿النبی اولی بالمومنین من انفسهم﴾ (۲۶)

(نبیؐ کو مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ محبت ہے)

۱۳۔ امت پر ان کا احترام اتنا واجب ہوتا ہے کہ ان کی ازواج مطہرات ان کی ماؤں کے برابر سمجھی جاتی ہیں، جیسا اپنی ماں سے نکاح درست نہیں ہوتا، ایسا ہی نبی کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا:

﴿النبی اولی بالمومنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم﴾ (۲۷)

(نبی کو مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ تعلق ہے اور اس کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں)

۱۴۔ ان کے سامنے آگے بڑھ کر کوئی بات کہنا ممنوع ہوتا ہے:

﴿ یایها الذین لاتقدموا بین یدی الله ورسوله واتقوا الله ﴾ (۲۸)

(اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو' اور اللہ سے ڈرتے رہو)

۱۵۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے بولنا اور ان کو عام انسانوں کی طرح سمجھنا حبط عمل کا موجب ہوتا ہے۔

﴿ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ﴾ (۲۹)

(رسول کو آپس میں اس طرح نہ پکارو جیسا ایک دوسرے کو پکارتے ہو)

﴿ یایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ﴾ (۳۰)

(اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو' اور اس سے اس طرح پکار کر بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے سے پکار کر کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو)

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنا جب عمل کو اکارت کر دیتا ہے تو ان کے احکام کے سامنے اپنی رائے و عقل' اپنی سیاست اور معارف کو مقدم کر دینا اعمال صالحہ کے لئے کیونکر تباہ کن نہ ہو گا؟

﴿ فاذا کان رفع اصواتهم فوق صوته سببا لحبوط اعمالهم فکیف تقدیم آرائهم وعقولهم واذواقهم وسیاستهم ومعارفهم علی ما جاء به ورفعها علیه الیس هذا اولی ان یکون محبطا لاعمالهم ﴾ (۳۱)

۱۶۔ ان سے بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا ہوتا ہے:

﴿ ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله یدالله فوق ایدیهم ﴾ (۳۲)

(جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں' اللہ کا

ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے)

۱۷۔ ان کی اطاعت اور ان کی جنگ اللہ کی اطاعت اور جنگ بن جاتی ہے:

﴿ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله ﴾ (۳۳)

(اگر تم (سود) نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ)

﴿ من یطع الرسول فقد اطاع الله ﴾ (۳۴)

(جو رسول کا حکم مانے بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا)

۱۸۔ اللہ کی محبت کا دعویٰ ان کی اتباع کئے بغیر تسلیم نہیں کیا جا سکتا:

﴿ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ﴾ (۳۵)

(آپ کہہ دیجئے اگر تمہیں اللہ سے واقعی محبت ہے تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)

۱۹۔ رسول مجلس مشاورت کی رائے کا تابع نہیں ہوتا' دوسرے لوگ اس کے تابع ہوتے ہیں:

﴿ فاذا عزمت فتوکل علی الله ﴾ (۳٦)

(جب آپ کسی بات کا پختہ ارادہ فرمالیں تو اللہ پر بھروسہ کر کے اسے کر دیجئے)

خواہ اب کسی کا مشورہ کچھ ہو امام بخاری نے رسول کی مشاورت پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول صرف اللہ کے حکم کا متبع ہوتا ہے وہ کسی کے مشورہ کا تابع نہیں ہوتا' اس کے سوا تمام امام اور امیر مشیروں کے پابند ہوتے ہیں' وہ اپنے ذاتی عزم کے مالک نہیں ہوتے' انہیں اختلاف رائے کی صورت میں کوئی آیت یا حدیث پیش کرنا ضروری ہوتا ہے اور صرف پیش کرنا بھی کافی نہیں ہوتا جب تک کہ بحث و تمحیص کر کے مجلس مشاورت کو پورے طور پر مطمئن نہ کر دیں' یہ صرف ایک رسول ہی کی شخصیت ہوتی ہے جسے عزم کر لینے کے بعد دوسروں کو مطمئن کر لینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ خود دوسروں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ رسول کا رجحان دیکھ کر اسی جانب مطمئن ہو جائیں' پھر جو شخص یہاں جس قدر زیادہ مطمئن ہو جاتا ہے وہ اتنا ہی قابل تعریف شمار ہوتا ہے' کسی امام اور کسی امیر کی شان یہ نہیں۔

۲۰۔ ایک خاصیت خاص کر خاتم الانبیاء کی یہ ہے کہ پورے قرآن مجید میں کسی مقام

پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے نام سے مخاطب نہیں فرمایا جبکہ دیگر انبیاء کو پکارا ہے۔

۲۔ منصب نبوت کے فرائض

منکرین حدیث کا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اصل ذمہ داری بحیثیت پیغمبر کے صرف یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر جو وحی نازل فرمائے آپ وہ لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس کے بعد بحیثیت رسول کے آپ کا فرض ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد نہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر کوئی ذمہ داری ہی ہے اور نہ قرآن کے سوا آپ کے کسی قول یا فعل کی کوئی مستقل شرعی اہمیت ہے' ذیل میں اس کے متعلق حقائق ملاحظہ ہوں۔

الف: رسول بحیثیت معلم و مربی:

قرآن عزیز میں حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعاء بایں الفاظ منقول ہے:

﴿ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتک و یعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم ﴾ (۳۷)

(اے ہمارے پروردگار ان لوگوں میں خود انہی کے اندر سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے)

اسی دعاء کے مطابق جب آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام پر اپنے اس احسان عظیم کا اظہار یوں فرمایا:

﴿ کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ﴾ (۳۸)

(جس طرح ہم نے تمہارے اندر خود تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تم کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

تمام مومنین پر اس احسان عظیم کا ذکر یوں ہو رہا ہے:

﴿ لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة ﴾ (۳۹)

(یقیناً اللہ نے ایمان لانے والوں پر احسان فرمایا جبکہ ان کے اندر خود انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر اپنے اس احسان عظیم کا اظہار یوں فرمایا:

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة (۴۰)

(اللہ وہی ہے جس نے امیوں کے درمیان خود انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

مندرجہ بالا چاروں آیات میں رسول اللہ ﷺ کے چار فرائض بتائے گئے ہیں:

(۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمت (۴) تزکیہ۔

ان آیات میں تین بار حرف عطف واؤ استعمال ہوا ہے' جو اس بات کی دلیل ہے کہ چاروں کام الگ الگ ہیں۔ حرف عطف واؤ مغایرت کے لئے ہوتا ہے' یعنی اس حرف سے آگے جس چیز کا ذکر ہے' وہ اس چیز سے بالکل الگ اور جدا ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہو رہا ہے۔

ان آیات میں الحکمہ سے مراد حدیث ہی ہے جس کا باقاعدہ نزول ہوتا رہا

﴿ و انزل الله علیک الکتاب والحکمه ﴾ (۴۱)

(اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل کر دی ہے)

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ علیہ نے ایک منکر حدیث سے اپنا مکالمہ نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو:

امام شافعی: میں نے اس کے سامنے سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ کو حدیث کی حجیت کے

سلسلے میں پیش کیا (۴۲)

منکر حدیث: میں نے یہ تو جان لیا کہ الکتاب سے کتاب اللہ مراد ہے لیکن یہ بتلائیے کہ حکمت کیا ہے؟

امام شافعی: حکمت سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہے۔

منکر حدیث: یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اجمال اور حکمت یعنی احکام کی خصوصی طور پر تعلیم دیتے ہوں؟

امام شافعی: تمہارا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اسی طرح کھول کر بتلائیں جس طرح آپ نے ان کے سامنے فرائض نماز و زکوۃ اور حج وغیرہ کو اجمالاً بیان کیا ہے' تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض فرائض کو اپنی کتاب کے ذریعے محکم بنایا اور اس کی کیفیت کو رسول اللہ ﷺ کی زبانی بیان کرایا؟

منکر حدیث: ہاں اس کا احتمال تو ہے۔

امام شافعی: اگر تم اس بات کو مانتے ہو تو یہ تو وہی پہلی بات ہوئی جس تک بغیر رسول اللہ ﷺ کے خبر دیئے کسی طرح تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی۔

منکر حدیث: اگر میں عطف کو تاکید کے لئے مانوں تو؟

امام شافعی: جب کتاب اور حکمت دونوں کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جائے تو تمہارے خیال میں کیا چیز زیادہ مناسب ہو گی' آیا یہ کہ ان سے دو مستقل چیزیں مراد لی جائیں یا یہ کہ ایک ہی چیز ہو؟

منکر حدیث: جیسا آپ نے فرمایا وہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب اور سنت دونوں مراد ہوں' تو اس وقت وہ دو مستقل چیزیں ہوں گی اور یہ بھی احتمال ہے کہ دو دونوں ایک ہی ہوں۔

امام شافعی: ان دونوں احتمالات میں جو زیادہ ظاہر ہے اس کا ماننا اولی ہے' نیز قرآن کریم میں تمہارے خلاف میری تائید میں دلیل بھی موجود ہے۔

منکر حدیث: وہ کہاں ہے؟

امام شافعی: سورۃ الاحزاب کی یہ آیت:

﴿واذكرن مايتلى فى بيوتكن من آيات الله والحكمة﴾ (۴۳)

(اور یاد رکھو اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں)

اس آیت میں بتلا دیا کہ ان کے گھروں میں دو چیزوں کی تلاوت کی جاتی تھی۔

منکر حدیث: قرآن تو تلاوت ہی کیا جاتا ہے لیکن حکمت کی تلاوت کیونکر ہوتی ہے؟

امام شافعی: تلاوت کے معنی یہ ہیں کہ قرآن اور سنت کو اس طرح پڑھا جائے کہ ان کا حق ادا ہو جائے۔

منکر حدیث: پھر تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حکمت قرآن کے علاوہ ہی ہے۔

﴿ فهذه ابين في ان الحكمة غير القرآن من الاولى ﴾ (۴۴)

اور پھر چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں: آخر وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ حکمت کی تفسیر میں ہمارے لئے اس سے زیادہ بہتر کوئی بات نہیں کہ ہم اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت کہیں:

﴿ قال ما من شئى اولى بنا ان نقول في الحكمة من انها سنه رسول الله صلى الله عليه وسلم ﴾ (۴۵)

ب: رسول بحیثیت پیشوا و نمونہ عمل:

قرآن کریم میں اتباع رسول کو نشانی حب الٰہی قرار دیا گیا ہے اور اطاعت رسول کو سبب مغفرت کہا گیا ہے اور رسول کی اطاعت سے انکار کو کفر فرمایا ہے:

﴿ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفرلكم ذنوبكم والله غفور رحيم ○ قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين ﴾ (۴۶)

(آپؐ فرمایئے کہ اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمانے لگے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا' رحم فرمانے والا ہے۔ آپ فرمایئے اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو' پھر اگر وہ منہ پھیرلیں تو بے شک اللہ تعالیٰ کفر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا)

پس معلوم ہوا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہو اور اتباع رسول سے بہرہ ور نہ ہو تو وہ جھوٹا ہے اور قرآن کریم اس کی تکذیب کرتا ہے:

﴿ فمن ادعی محبة الله وخالف سنة رسوله فهو كذاب وكتاب الله يكذبه ﴾ (۴۷)

اور صرف یہی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کو قابل اتباع نمونہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿ لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر ﴾ (۴۸)

(بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امید وار ہو)

قرآن کریم کے یہ الفاظ بالکل غیر مشتبہ طریقے سے آنحضرت ﷺ کو مامور من اللہ رہنما و پیشوا قرار دے رہے ہیں تو پھر آپ کی پیروی اور آپ کے نمونہ زندگی کی تقلید سے انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہنا سراسر لغو ہے کہ اس سے مراد قرآن کی پیروی ہے۔ اگر یہ مراد ہوتی تو فاتبعونی کی جگہ فا تبعوا القرآن فرمایا جاتا اور اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو اسوہ حسنہ کہنے کے تو کوئی معنی ہی نہ تھے۔

ج: رسول بحیثیت قاضی:

قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ اس امر کی تصریح فرماتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو قاضی مقرر فرمایا ہے' چند مقامات ملاحظہ ہوں۔

﴿ و اذا قيل لهم تعالوا الى ما انزل الله والى الرسول رايت المنافقين يصدون عنک صدودا ﴾ (۴۹)

(اور جب انہیں کہا جائے کہ اللہ کی نازل کردہ (کتاب) کی طرف اور رسول (کی سنت) کی طرف آؤ' تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ آپ سے روگردانی کرتے ہوئے منہ موڑ لیتے ہیں)۔

اس آیت میں اطاعت رسول سے منہ موڑنے والوں کو منافق کہا گیا ہے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ آپ ﷺ کے فیصلے اور حکم سے مطمئن نہیں ہوتے وہ مومن بھی نہیں۔

﴿ فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ﴾ (۵۰)

(پس تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک آپ کو ہر اس جھگڑے میں حاکم بنائیں جو ان کے درمیان ہو گیا اور اس فیصلہ سے اپنے نفسوں میں تنگی نہ پائیں جو آپ نے کیا اور دل و جان سے تسلیم کرلیں)

کیا ان آیات کی روشنی میں کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے فیصلوں کو ماخذ قانون تسلیم نہ کرے اور آپ کو دیگر ججوں کی طرح ایک جج اور مجسٹریٹ تسلیم کر لے؟

د: رسول بحیثیت حکمران:

قرآن مجید صراحت اور تکرار کے ساتھ بکثرت یہ بات کہتا ہے کہ رسول ﷺ اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے حاکم ہیں' اور آپؐ کو یہ منصب بھی رسول ہی کی حیثیت سے عطا ہوا تھا:

﴿ یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ﴾ (۵۱)

(اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی (بھی) جو تم میں سے اولی الامر ہوں' پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو' اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو)

اس آیت میں یکے بعد دیگرے تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے: سب سے پہلے اللہ کی اطاعت' اس کے بعد رسول کی اطاعت پھر تیسرے درجے میں اولی الامر کی اطاعت اس سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ رسول اولی الامر میں شامل نہیں ہے بلکہ ان سے الگ

اور بالا تر ہے' اور اس کا درجہ اللہ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے' دوسری بات جو اس آیت سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ اولی الامر سے نزاع ہو سکتا ہے مگر رسول سے نزاع نہیں ہو سکتا۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نزاعات میں فیصلے کے لئے مرجع دو ہیں' ایک اللہ اور دوسرا اللہ کا رسول۔ ظاہر ہے کہ مرجع صرف اللہ ہوتا تو صراحت کے ساتھ رسول کا الگ ذکر محض بے معنی ہوتا پھر جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ عہد رسالت میں خود ذات رسول اللہ ﷺ کی طرف اور اس عہد کے بعد حدیث رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے۔

ھ : رسول بحیثیت شارح کتاب اللہ :

یہ بات رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں شامل کی گئی تھی کہ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام و ہدایات دیں آپ ان کی توضیح و تشریح فرمائیں' ایک موٹی عقل کا آدمی بھی کم از کم اتنی بات تو سمجھ سکتا ہے کہ کسی کتاب کی توضیح و تشریح محض اس کتاب کے الفاظ پڑھ کر سنا دینے سے نہیں ہو جاتی' بلکہ تشریح کرنے والا اس کے الفاظ سے زائد کچھ کہتا ہے' تاکہ سننے والا کتاب کا مطلب پوری طرح سمجھ جائے' اور اگر کتاب کی کوئی بات کسی عملی مسئلے سے متعلق ہو تو شارح عملی مظاہرہ کر کے بتاتا ہے کہ مصنف کا منشاء اس طرح عمل کرنا ہے' یہ نہ ہو تو کتاب کے الفاظ سنا دینا کسی طفل مکتب کے نزدیک بھی تشریح و توضیح قرار نہیں پا سکتا:

﴿و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم﴾ (۵۲)

(اور ہم نے تمہاری طرف قرآن کریم صرف اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اس (تعلیم) کی وضاحت کریں جو ان کی طرف اتاری گئی ہے)

۳۔ اطاعت رسول فرض ہے :

ارشاد باری ہے:

﴿قل اطیعوا اللہ و الرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین﴾ (۵۳)

(کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو' پھر اگر وہ منہ موڑیں تو بے شک اللہ کافروں کو

پسند نہیں کرتا)
گویا جو شخص اطاعت رسول ﷺ سے منہ موڑے وہ کافر ہے لہٰذا اطاعت رسول فرض ہوئی۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے
﴿یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوی بھم الارض﴾ (۵۴)
(قیامت کے دن کافر اور وہ لوگ جنھوں نے رسول کی نافرمانی کی ہو گی یہ خواہش کریں گے کہ انہیں مٹی میں ملا کر برابر کر دیا جائے)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ نجات' اطاعت رسول اللہ پر موقوف ہے' لہٰذا حدیث رسول حجت ہے۔
﴿واطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مئومنین﴾ (۵۵)
(اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو)
گویا مومن بننے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ضروری ہے' لہٰذا حدیث حجت ہے۔
﴿قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ماحمل و علیکم ما حملتم وان تطیعوہ تھتدوا﴾ (۵۶)
(کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پھر تم اگر (اطاعت رسول سے) منہ پھیرو تو رسول کے فرائض کی ذمہ داری رسول پر ہے اور تمہارے فرائض کی ذمہ داری تم پر ہے اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے)
اس آیت میں بڑی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دینے کے بعد دوبارہ اس کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ پھر سارا زور اطاعت رسولؐ پر دیا' حتیٰ کہ فرما دیا کہ اطاعت رسول ہی سے ہدایت مل سکتی ہے' ورنہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہ ملے گا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعت رسول ہی اطاعت الٰہی کا واحد ذریعہ ہے۔ لہٰذا حدیث حجت ہے اور اس کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔

﴿ واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون ﴾ (۵۷)
(اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے لئے اطاعت رسول ﷺ کو شرط قرار دیا' لہٰذا حدیث حجت ہے یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی اطاعت کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اطاعت رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اطاعت رسول عین اطاعت الٰہی ہے۔

﴿ یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا ﴾ (۵۸)
(جس دن ان کے منہ آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی)

﴿ و اطیعوا اللہ واطیعواالرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین ﴾ (۵۹)
(اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول کی اطاعت کرو اوراگر تم (اطاعت رسول سے) منہ موڑو تو بے شک ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے)

اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اطاعت رسول اللہ ﷺ فرض ہے' لہٰذا حکم رسول حجت ہے۔ کاش حدیث نبویؐ پر اعتراض کرنے والے لوگ ان آیات بینات پر غور کریں۔

۴۔ مخالفت رسول پر وعید

ارشاد ربانی ہے:

۱۔ ﴿ ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیھا ولہ عذاب مھین ﴾ (۶۰)

(اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے نکل جائے تو اس کو آگ میں ڈالے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہو گا)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ رسول کی نافرمانی اسی طرح سخت عذاب کا سبب ہے جس طرح اللہ کی نافرمانی ہے۔

۲۔ ﴿ و من یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی و نصله جهنم و ساء ت مصیرا ﴾ (۶۱)

(اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، جبکہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی اور مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف حوالہ کریں گے جو اس نے اختیار کی اور ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کو جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور آپ کے احکام و فرامین تسلیم نہیں کرتے، نیز جو لوگ اجماع صحابہ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

۳۔ ﴿ ذلک بانهم شاقوا الله ورسوله ومن یشاقق الله ورسوله فان الله شدید العقاب ﴾ (۶۲)

(یہ اس لئے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے۔ اور جو کوئی مخالف ہو گا اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی طرح ہے ان دونوں کی مخالفت کا نتیجہ سخت ترین عذاب ہے۔

۴۔ ﴿ الم یعلموا انه من یحادد الله ورسوله فان له نار جهنم خالدا فیها و ذلک الخزی العظیم ﴾ (۶۳)

(کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی معاملہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے، تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے)

۵۔ ﴿فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم﴾ (۶۴)

(سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اس (رسول) کے حکم کے' اس سے کہ آ پڑے ان پر کچھ خرابی یا ان کو عذاب دردناک پہنچے)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لفظ امرہ ارشاد فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال اور تقریرات سب کو شامل ہے' لہٰذا سب امور میں آپ کی اتباع لازمی ہے اسی لئے امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اس شخص کو جس نے ان سے حدیث نبوی کے مقابلہ میں ان کی رائے پوچھی' یہی آیت پڑھ کر سنائی تھی' چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں: ایک شخص امام مالک کے پاس آیا اور ان سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا آپ نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا ہے' تو اس پر اس شخص نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے؟ امام مالک نے جواباً یہ آیت تلاوت کی: فليحذر الذين يخالفون عن امره (۶۵)

۶۔ ﴿و ما كان لمومن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم﴾ (۶۶)

(اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کا یہ کام نہیں جبکہ مقرر کر دے اللہ اور اس کا رسول کوئی کام کہ ان کو اپنے کام میں اختیار ہے)

یہ آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جبکہ وہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح کرنے پر آمادہ نہ تھے' اس لئے کہ وہ مولی (آزاد کردہ غلام) تھے چنانچہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد انہوں نے اپنی بہن کی شادی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

امام دارمیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ہشام بن حجیرؒ سے روایت کی ہے کہ طاؤس عصر کی نماز کے بعد دوگانہ پڑھا کرتے تھے' حضرت ابن عباسؓ نے ان کو فرمایا کہ یہ دوگانہ پڑھنا چھوڑ دو' اس پر طاؤس کہنے لگے' ممانعت تو ان دو رکعتوں کی اس لئے ہے کہ کہیں لوگ غروب آفتاب تک نفل پڑھنے کا انہیں ذریعہ نہ بنالیں یہ سن کر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اب مجھے معلوم

نہیں کہ تمہیں ان دو رکعتوں کے پڑھنے پر عذاب دیا جائے گا یا اجر ملے گا کیونکہ اللہ کا ارشاد تو یہ ہے کہ: و ما کان لمؤمن -------:

کان طاؤس یصلی رکعتین بعد العصر' فقال له ابن عباسؓ: اترکھما' قال: انما نھی عنھا ان تتخذ سلما' قال ابن عباسؓ فانه قد نھی عن صلاۃ بعد العصر' فلا ادری اتعذب علیھا ام توجر' لان الله یقول: وماکان لمؤمن ولا مؤمنة (٦٧)

اسی سلسلہ میں ایک اور واقعہ کو امام دارمیؒ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ نے ایک شخص کو عصر کے بعد دو رکعتیں کثرت سے پڑھتے دیکھا اس شخص نے ان سے پوچھا: اے ابو محمد یہ بتلائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر عذاب دے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ کو سنت کے خلاف چلنے پر سزا دے گا۔

((رای سعید بن المسیب رجلا یصلی بعد العصر رکعتین یکثر' فقال له: یا ابا محمد ایعذب بنی الله علی الصلوة؟ فقال: لا' ولکن یعذبک الله بخلاف السنة (٦٨)

٧۔ و من یعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبینا)) (٦٩) (اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عصیان اور نافرمانی رسول عصیان الٰہی کے برابر ہے' دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

٨۔ یایھا الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔ (٧٠)

(اے ایمان والو اللہ کے حکم پر چلو اور (اس کے) رسول کے حکم پر چلو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو)

اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اعمال اس وقت قبول ہوں گے جب رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جائے گی' آپ کے اقوال و افعال' اوامر و نواہی اور اخلاق و اعمال پر عمل کیا جائے گا اور جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا وہ اپنے سارے اعمال برباد کرے گا۔

٩۔ ﴿و من یعص الله ورسوله فان له نار جھنم خالدین فیھا ابدا﴾ (٧١)

(اور جو کوئی حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا' سو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے' وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا)

۵۔ حدیث وحی ہے

حدیث بھی قرآن مجید کی طرح منزل من اللہ ہے' حدیث کے وحی ہونے کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ **و ما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه۔** (۷۲)

(اور (اے رسولؐ) جس قبلہ کی طرف آپ پہلے منہ کرتے تھے اس کو ہم نے کسی اور مقصد کے لئے مقرر نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ ہم دیکھ لیں کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں (کفر کی طرف) واپس ہو جاتا ہے)

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا' لیکن وہ حکم قرآن مجید میں موجود نہیں ہے' لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ کوئی وحی تھی جس کے ذریعے یہ حکم دیا گیا۔

۲۔ ((**علم الله انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم و عفا عنکم فالئٰن باشروهن**)) (۷۳)

(اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے بس اللہ تم پر متوجہ ہوا اور تمہارا قصور معاف کر دیا' اب تم عورتوں سے میل جول رکھو)

اس آیت کے نزول سے پہلے رمضان کی راتوں میں بیویوں کے پاس جانا اور کھانا پینا منع تھا' بعض لوگوں سے اس میں کوتاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس حکم میں تخفیف کر دی' تخفیف اس وقت ہو سکتی ہے جب پہلے کوئی سخت حکم دیا گیا ہو اور وہ حکم بھی یہی تھا کہ رمضان کی راتوں میں بھی روزہ رکھا کرو۔ صرف مغرب کے وقت کھانے پینے کی اجازت تھی' لیکن وہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں پس ثابت ہوا کہ وہ

حکم نازل تو ہوا تھا لیکن قرآن مجید کے ذریعہ نہیں بلکہ حدیث کے ذریعہ سے۔ لہٰذا حدیث وحی ہے۔

۳۔ ﴿ حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین' فان خفتم فرجالا او رکبانا فاذا امنتم فاذکروا اللہ کما علمکم مالم تکونوا تعلمون ﴾ (۷۴)

(نمازوں کی حفاظت کرو' اور خاص طور پر بیچ کی نماز کی' اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو' پھر اگر تمہیں دشمن کا خوف ہو تو (چلتے پھرتے) پیدل بھی اور سواری پر بھی نماز ادا کر سکتے ہو' لیکن جب امن ہو جائے تو پھر اللہ کو اسی طرح یاد کرو جس طرح تمہیں اللہ نے سکھایا ہے جس کو تم نہیں جانتے تھے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالت امن میں کوئی خاص طریقہ ہے' جس طریقہ سے نماز ادا کی جاتی ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ اللہ نے تمہیں سکھایا پورا قرآن پڑھ جایئے نماز کا طریقہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کسی اور ذریعہ سے نماز کا طریقہ سکھایا اور یہی وہ ذریعہ ہے جس کو حدیث کہا جاتا ہے لہٰذا حدیث بھی منزل من اللہ ہے۔

۴۔ ﴿ و ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ علی من یشاء من عبادہ انہ علی حکیم ﴾ (۷۵)

(کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے' سوائے وحی کے ذریعے' یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے اس چیز کی جو اللہ چاہئے (اس انسان کو) وحی کر دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور حکمت والا ہے)

اس آیت میں کسی رسول یا نبی تک احکام الٰہی پہنچنے کے تین طریقے بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ براہ راست وحی کے ذریعے

۲۔ پردے کے پیچھے براہ راست کلام

۳۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وحی کا فرشتہ کے ذریعہ آنا

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید ان تین قسموں میں سے کونسی وحی ہے، سو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿قل من کان عدوا لجبریل فانه نزله علی قلبک باذن الله﴾ (۷۶)

(آپ کہہ دیجئے، جو کوئی جبرئیل کی دشمنی کرے تو (وہ کافر ہے کیونکہ) اس نے اللہ کے حکم سے اس قرآن کو آپ کے دل پر اتارا)

ثابت ہوا کہ قرآن وحی کی تیسری قسم ہے اب وحی کی دو قسمیں باقی رہ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حق میں ان کا استعمال بھی ہوا ہو گا اور وہ حدیث کے نزول ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے لہٰذا حدیث بھی منزل من اللہ وحی ہے۔

۵۔ ﴿ما قطعتم من لینة او ترکتموها قائمة علی اصولها فباذن الله﴾ (۷۷)

(جو درخت تم نے کاٹے اور جو درخت تم نے اپنی جڑوں پر کھڑے چھوڑ دیئے، سو یہ اللہ کے حکم سے تھا)

جب اسلامی لشکر نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کے درخت کاٹ ڈالے یہ کام انہوں نے جنگی تدبیر کی بنا پر کیا تھا۔ تو یہود نے یہ صورت حال دیکھ کر محمد ﷺ کو آواز دی اور کہا آپ اللہ کے نبی ہیں۔ اور اصلاح کے مدعی ہیں کیا درختوں کو کاٹنا اور جلانا بھی اصلاح ہے اس کے جواب میں یہ آیت اتری اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کے علاوہ بھی احکام دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں جس چیز کے متعلق فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ قرآن میں نہیں ہے بلکہ یہ اذن اس وحی کے ذریعے سے دیا گیا ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ وحی صرف قرآن تک محدود نہیں ہے۔ پورے قرآن مجید میں یہ حکم کہیں نہیں کہ جنگ بنو نضیر میں فلاں درخت کاٹے جائیں اور فلاں درخت چھوڑ دیئے جائیں، لیکن پھر بھی اسے اذن اللہ کہا جاتا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا جس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ قرآن عزیز کے علاوہ بھی وحی آیا کرتی تھی۔

۶۔ ﴿یایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر

الله وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ﴾ (۷۸)
(اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دی جائے تو جلدی سے اللہ کے ذکر کی طرف آؤ اور خرید و فروخت چھوڑ دو' یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو)
یہ آیت کب نازل ہوئی؟ اس کا ذکر بھی قرآن میں اس طرح آتا ہے:
﴿ و اذا راو تجارة او لهوا ن انفضوا الیها و ترکوک قائما قل ما عند الله خیر من اللهو من التجارة و الله خیر الرّٰزقین ﴾ (۷۹)
(اور جب ان لوگوں نے تجارت یا تماشہ دیکھا تو اس طرف چلے گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے' آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ بہتر رزق دینے والا ہے)
یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جمعہ کی نماز کے وقت بعض لوگ تجارت کے لئے چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں دوران خطبہ کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔ آیت زیر بحث سے یہ ثابت ہوا کہ نماز جمعہ کے لئے اذان دی جاتی تھی' جمعہ کے دن کوئی خاص نماز تھی' جس میں لوگ جمع ہوا کرتے تھے' ان دونوں باتوں کا قرآن مجید میں کہیں حکم نہیں دیا گیا تھا' لہٰذا یہ دونوں کام کسی ایسے حکم کی تعمیل میں ہو رہے تھے جو قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا' بلکہ قرآن مجید کے علاوہ تھا اور جب اس حکم کی خلاف ورزی عمل میں آئی تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے تنبیہ کر دی یہ ثابت ہوا کہ وہ حکم بذریعہ حدیث ملا تھا۔ لہٰذا حدیث وحی ہے۔

(۷) ﴿ و اذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا فلما نبأت به و اظهره الله علیه عرف بعضه و اعرض عن بعض فلما نباها به قالت من انباک هذا قال نبئنی العلیم الخبیر ﴾ (۸۰)
(اور جب نبی نے اپنی ایک بیوی سے راز میں ایک بات کہدی اور اس بیوی نے اس کی (دوسروں کو) خبر دے دی۔ اللہ نے نبی کو اس پر مطلع کر دیا تو نبی نے اس بیوی کو اس کے قصور کا ایک حصہ تو جتا دیا اور دوسرے حصے سے در گزر فرمایا پس جب نبی نے اس بیوی کو اس کا قصور بتایا تو اس نے پوچھا۔ آپ

کو کس نے اس کی خبر دی نبی نے کہا مجھے علیم و خبیر خدا نے بتایا)

قرآن مجید کی کسی آیت میں نہیں ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو یہ اطلاع دی تھی کہ تمہاری بیوی نے تمہارے راز کی بات دوسروں سے کہہ دی۔ ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی آنحضرت پر خدا کے پیغام آتے تھے۔

۸۔ نبی ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا تو منافقین اور مخالفین نے پروپیگنڈہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا نبی نے یہ نکاح خود نہیں کیا بلکہ ہمارے حکم سے کیا ہے۔

﴿ فلما قضى زيد منها وطرا زوجنا ها لكى لا يكون على المومنين حرج في ازواج ادعياء هم اذا قضوا منهن وطرا ﴾ (۸۱)

(پھر جب زید کا جی اس سے بھر گیا تو ہم نے اس کا نکاح تم سے کر دیا تاکہ اہل ایمان کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو جبکہ وہ ان سے جی بھر چکے ہوں (یعنی طلاق دے چکے ہوں)۔

واقعہ گزرنے کے بعد یہ آیت اتری اس سے پہلے نبیؐ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ تم زید کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لو قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

۹۔ ﴿ واذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين ﴾ (۸۲)

(اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا۔ کہ دو گروہوں (تجارتی قافلہ اور لشکر) میں سے ایک تمہارے ہاتھ آئے گا اور تم چاہتے تھے کہ بے زور گروہ تمہیں ملے حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اپنے کلمات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی کمر توڑ دے)

قرآن مجید میں کوئی اس وعدے کی آیت نہیں دکھا سکتا جس پر فرمایا گیا ہو کہ اے مسلمانو! دو گروہوں میں سے ایک تم کو ملے گا معلوم ہوا وہ چیز قرآن کے علاوہ کچھ اور ہے جس میں دو میں سے ایک گروہ کے حصول کا وعدہ تھا اور اسی کو حدیث یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ ﴿اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین﴾ (۸۳)

(جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد کے بارے میں فرمایا میں تمہاری مدد کے لئے لگاتار ایک ہزار فرشتے بھیجنے والا ہوں)

قرآن مجید میں وہ آیت کسی جگہ نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی فریاد کا جواب ہو۔ ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آتی تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی رہنمائی کی ہے۔

۱۱۔ ﴿یسئلونک ما ذا احل لھم قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب﴾ (۸۴)

(پوچھتے ہیں آپ سے ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے' آپ کہہ دیں پاک چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سیدھانا ہو جن کو خدا کے دیئے ہوئے علم کی بناء پر تم شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو سو کھاؤ اس کے جو یہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے اور لو نام اللہ کا اس پر اور ڈرو اللہ سے بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے)۔

سورہ المائدہ نزول میں آخری سورتوں میں سے ہے یہاں " مما علمکم اللہ " میں ایک ایسی تعلیم کی حکایت کی گئی ہے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دے چکے ہیں وہ تعلیم کیا تھا؟ شکاری کتا سدھانے کے آداب:

۱۔ کتا خود چھوڑا گیا ہو۔
۲۔ خدا کا نام لے کر چھوڑا گیا ہو۔
۳۔ وہ اپنے کھانے کے لئے منہ میں نہ ڈالے۔
۴۔ وہ شکار کو زخمی بھی کرے۔

یہ تعلیم آیت نزول سے پہلے کس نے دے رکھی تھی؟ قرآن کریم میں کیا یہ تعلیم موجود ہے اللہ تعالیٰ نے کیا اسے "علمکم اللہ" کہہ کر ماضی میں ذکر نہیں کیا؟ آگے اس تعلیم کو دہرایا گیا ہے' یوں سمجھئے جس وحی متلو کی مما علمکم اللہ میں حکایت تھی اس کو آگے وحی

متلو میں دہرایا گیا ہے' "فکلوا مما امسکن علیکم" میں اسی کا اعادہ ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وحی غیر متلو کو کبھی وحی متلو بھی دہرا دیتی ہے حدیث تعلیم خداوندی پر مبنی نہ ہو تو مما علمکم اللہ جس کے متعلق اشارہ ہے وہ اس سے پہلے قرآن کریم میں کہیں موجود نہ تھا۔

۱۲۔ ﴿وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم﴾ (۸۵)

(اور ان کے اموال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کے لیے)

قرآن کریم نے یہ بات نہیں بتلائی کہ زکوۃ کس شرح سے فرض ہو گی؟ اور کب فرض ہو گی؟ ہر ماہ پر یا سال گزرنے پر اس کا مصرف تو بیان کر دیا کہ سائل اور محروم قسم کے لوگ ہوں گے لیکن کتنا مال ہو گا؟ جب یہ لازم ٹھہرے گی اور کس کس قسم کے مال پر واجب ہو گی؟ یہ سب باتیں قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں سوال یہ ہے کہ قرآن کریم نے اسے حق معلوم کیسے فرما دیا؟ معلوم اسے کہتے ہیں جو بات جانی گئی ہو' ہر معلوم کے لئے کسی عالم کا وجود لازمی ہے ورنہ اسے معلوم نہ کہا جا سکے گا اگر اسے جاننے والا صرف خدا ہی تھا تو مخلوق کے لئے اس میں کیا ہدایت ہو گی؟ وہ اپنے اموال کو کس شرح سے کتنا وقت گزرنے پر سائلین اور محرومین کو دیا کریں؟ سو یہ جواب قطعاً درست نہیں کہ یہ ایسا امر معلوم تھا جس کے عالم صرف رب العزت ہی تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ سب تفصیلات اللہ تعالیٰ نے وحی غیر متلو سے حضور اکرم ﷺ کو بتلا دی تھیں اور آپ نے آگے صحابہ کو فرما دی تھیں۔ حق کیا ہے؟ کتنا ہے؟ اور کب ہے؟ یہ سب کو معلوم ہو چکا تھا۔ قرآن پاک کی اس آیت میں اسی حق معلوم کی حکایت ہے حکایت وحی متلو میں ہو رہی ہے اور محکی عنہ غیر متلو میں معلوم ہوا تھا۔ حدیث کے الہامی ہونے پر قرآن کریم کی یہ ناقابل انکار شہادت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی وحی قرآن کے علاوہ بھی ہوتی تھی۔

یہ تمام آیات قرآنی بول بول کر کہہ رہی ہیں کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی آنحضرتؐ پر آتی تھی۔ وہ آنحضرتؐ کے اقوال افعال اور احوال ہیں جو ہمارے پاس احادیث کی مدون اور مستند کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔

۶۔ وضاحت قرآن اور حدیث

۱۔ حدیث نبویؐ نے بہت سے اصطلاحی الفاظ مثلاً: ایمان، اسلام، صلوۃ، زکوۃ، صوم، حج، قربانی اور جہاد وغیرہ کا مفہوم متعین کیا اور ان کی صحیح عملی کیفیت بیان کی۔

۲۔ حدیث نبویؐ نے جملوں کی تشریح کی، مثلاً جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود ﴾ (۸۶)

(کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سیاہ و سفید دھاگہ میں تمہیں فرق معلوم ہونے لگے)

تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے دو دھاگے ایک سفید اور دوسرا سیاہ لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لئے اور رات میں ان دھاگوں کو دیکھتے رہے جب دونوں کا رنگ نظر آنے لگا تو انہوں نے کھانا پینا بند کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: اے عدیؓ تمہارا تکیہ بڑا لمبا چوڑا معلوم ہوتا ہے، جس میں رات اور دن دونوں سما جاتے ہیں، یہاں سفید اور سیاہ دھاگے مراد نہیں، رات کی تاریکی اور دن کی سفیدی مراد ہے، اس کے بعد مزید توضیح کے لئے آیت میں (من الفجر) کا ٹکڑا اور نازل ہو گیا تاکہ پھر اس غلط فہمی کا اعادہ نہ ہو۔ (۸۷)

۳۔ حدیث نبویؐ نے مشکلات قرآن کی وضاحت کی، مثلاً بعض صحابہ کرامؓ کو آیت:

﴿ من یعمل سوء یجز بہ ﴾ (۸۸)

(جو شخص کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ اس کو دیا جائے گا)

میں یہ شبہ ہوا کہ ہر انسان سے کوئی نہ کوئی قصور تو ہوتا ہی ہے، لہذا اس آیت کے موافق ہر شخص کے لئے عذاب میں گرفتار ہونا ضروری ہے، آپؐ نے فرمایا: یہاں بدلہ سے جہنم کا عذاب سمجھنا صحیح نہیں بلکہ ہر وہ تکلیف جو انسان کو دنیا میں پہنچتی ہے وہ بھی اس

فروگزاشت کا بدلہ بن جاتی ہے۔ (۸۹)

۴۔ حدیث نبویؐ نے غیر اصطلاحی الفاظ کے معانی بیان کئے مثلاً

﴿ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون ﴾ (۹۰)

(جو لوگ ایمان لائے پھر انھوں نے اپنے ایمان میں کوئی ظلم شامل نہیں کیا یہ لوگ ہیں جنہیں امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں)

اس آیت میں ظلم کے معنی شرک بیان کئے ہیں' جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ گھبرا اٹھے اور دربار رسالت میں عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم میں ایسا شخص کون ہے' جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی ظلم اور معصیت نہ کی ہو' پس اس آیت کے بموجب تو ہم میں کوئی بھی امن اور ہدایت کا مستحق نہیں رہتا' آپ نے فرمایا: یہاں ظلم سے مراد ہر معصیت نہیں بلکہ خاص شرک مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں شرک کو ظلم ہی سے تعبیر فرمایا گیا ہے:

﴿ ان الشرک لظلم عظیم ﴾ (۹۱)

(یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے)

یہ جواب سن کر صحابہ کرام کے دل مطمئن ہو گئے اور ان کا تردد جاتا رہا(۹۲)

۵۔ حدیث نبویؐ نے آیتوں کی وضاحت مثلاً

﴿ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ ﴾ (۹۳)

(یعنی انھوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو اہل کتاب میں سے تھے اور نو (۹) ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوئے) نے پوچھا: یا رسول اللہ نصرانی تو ان (احبار و رھبان) کی عبادت نہیں کرتے؟ آپؐ نے فرمایا: کیا احبار و رہبان نے اپنی عقل سے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں کیا' اور حرام چیزوں کو حلال نہیں کیا اور کیا نصاریٰ نے اس کو قبول نہیں کیا اور ان کی پیروی نہیں کی؟ عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہی عالم اور درویشوں کی عبادت ہوئی (۹۴) اگرچہ اس کی سند میں حسین بن یزید کوفی اور غطیف بن اعین موجود ہیں' جن میں بعض علماء کو کلام ہے' لیکن ابن حبان نے ان

دونوں کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے' اس صورت میں یہ حدیث معتبر ہے (۹۵)
۶۔ حدیث نبویؐ نے آیتوں کے سبب نزول بیان کئے مثلاً:

﴿و علی الثلاثة الذین خلفوا﴾ (۹۶)

(ان تینوں آدمیوں کی توبہ قبول کی گئی جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا)

اس آیت میں تین آدمیوں کو کعب بن مالک' ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن ربیع رضی اللہ عنہم کی تعیین فرمائی۔ (۹۷)

۷۔ حدیث نبویؐ نے نصرانیوں کے قرآن پر اعتراضات کے جوابات دیئے مثلاً حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران بھیج دیا وہاں مجھ سے سوال ہوا: تم "یا اخت هارون" (۹۸) (اے ہارون کی بہن) پڑھتے ہو حالانکہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان مدت مدید ہے؟ مطلب یہ کہ ہارون علیہ السلام تو موسی علیہ السلام کے بھائی ہیں نہ کہ مریم کے بھائی؟ جب میں واپس آیا تو دربار رسالت میں حاضری دی اور نصرانیوں کے اعتراض کی بابت پوچھا تو ارشاد ہوا: تم انہیں بتاتے کہ بنی اسرائیل اپنی اولاد کے نام اپنے انبیاء و صالحین کے ناموں پر رکھتے تھے (۹۹) یعنی ہارون علیہ السلام ایک تو موسیٰ علیہ السلام کا بھائی تھا اور ایک ہارون' مریم کا سگا بھائی تھا' جو دین داری' صلاحیت اور صالحیت میں شہرت رکھتا تھا' اسی وجہ سے لوگوں نے حضرت مریم کو طعنہ دیتے ہوئے کہا: تمہارا بھائی بڑا نیک تمہارا والد بڑا پارسا اور تمہاری والدہ بڑی پاکباز مگر تم ۔۔۔۔۔۔ (۱۰۰)

۷۔ منکرین حدیث کے گروہ

دینی لحاظ سے سطح ارضی پر اگرچہ بیشمار فتنے رونما ہو چکے ہیں' اب بھی موجود ہیں اور تاقیامت باقی رہیں گے' لیکن فتنہ انکار حدیث اپنی نوعیت کا واحد فتنہ ہے' دیگر فتنوں سے شجر اسلام کے برگ و بار کو ہی نقصان پہنچتا ہے لیکن اس فتنہ سے شجر اسلام کی جڑیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں' اور اسلام کا کوئی بدیہی سے بدیہی مسئلہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس عظیم فتنہ کے دست برد سے عقائد و اعمال اخلاق و معاملات' معیشت و معاشرت اور دنیا و آخرت کا کوئی بھی اہم مسئلہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ حتی کہ قرآن کریم کی تفسیر اور تشریح بھی کچھ کی کچھ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اس فتنہ نے اسلام کی بساط کہن الٹ کر رکھ دی ہے جس سے اسلام کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے:

نزول وحی کے زمانہ سے لے کر تقریباً پہلی صدی تک احادیث کو بغیر کسی تفصیل کے متفقہ طور پر حجت سمجھا جاتا تھا اور حسب مراتب عقائد و اعمال اور اخلاق و معاملات وغیرہ میں قرآن کریم کے ساتھ احادیث صحیحہ سے بلا چون و چرا استدلال و احتجاج درست سمجھا جاتا اور احادیث کو دینی حیثیت سے پیش کیا جاتا تھا' حتی کہ بعض فتنہ گر اور خواہش پرست فرقے ظاہر ہوئے جن میں پیش پیش معتزلہ تھے جن کا پیشوا اول واصل بن عطاء (۸۰۔۱۳۱ھ) تھا جن کے نزدیک دلائل و براہین کی مد میں ایک سب سے بڑا معیار و مقیاس عقل بھی ہے' یہی وجہ ہے کہ انہوں نے راحت و عذاب قبر' حشر و نشر کے بعض حقائق' رویت باری تعالیٰ' شفاعت صراط و میزان اور جنت و دوزخ وغیرہ کے بہت سے حقائق ثابتہ اور کیفیات کو اپنی عقل نارسا کی زنجیروں میں جکڑ کر اپنی خام عقل کے ترازو سے تولنا چاہا اور راہ راست سے بھٹک کر ضلالت میں گر پڑے اور اس سلسلہ میں وارد شدہ تمام احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دے کر یوں گلو خلاصی کی ناکام اور بے جا سعی کی۔ اور جن کا آسانی سے انکار نہ کر سکے ان کی نہایت ہی رکیک تاویلات شروع کر دیں تاآنکہ بعض

قرآنی حقائق اور نصوص قطعیہ بھی ان کی دور از کار تاویلات سے محفوظ نہ رہ سکے جو بزبان حال ان کی اس تحریف معتزلہ اور ان کی ہی خواہوں کے علاوہ باقی سب اسلامی یا منسوب بہ اسلام فرقے صحیح احادیث کو حجت تسلیم کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مشہور محدث حافظ علی بن احمد بن سعید بن حزم (۳۸۴ھ ۔ ۴۵۶ھ / ۹۹۴م ۔ ۱۰۶۴م) تحریر فرماتے ہیں:
اہل سنت' خوارج' شیعہ اور قدریہ تمام فرقے آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں' برابر حجت تسلیم کرتے رہے' یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ آئے اور انہوں نے اس اجماع کا خلاف کیا۔ (۱۰۱)

اس کے بعد یہ مہلک فتنہ رفتہ رفتہ اپنا حلقہ وسیع کرتا چلا گیا اور بہت سے بندگان خواہشات واہواء اس فتنے کے دام میں الجھ کر رہ گئے اور یوں اپنی عاقبت برباد کی۔ کتابی شکل میں اس فتنے کی خبر سب سے پہلے مقتداء اہل سنت امام محمد بن ادریس الشافعیؒ (۱۵۰ ۔ ۲۰۴ھ / ۷۶۷م ۔ ۸۲۰م) نے اپنے رسالہ "اصول فقہ" میں لی ہے جو ان کی مشہور کتاب الام کی ساتویں جلد کے ساتھ منضم اور بہت مفید و مدلل رسالہ ہے' اس کے علاوہ ان کی ایک دوسری کتاب "الرسالہ" بھی ہے جو علامہ ابوالاشبال احمد محمد شاکر کی تحقیق کے ساتھ چھپی ہے اور نہایت مفید و کار آمد ہے۔

حضرت امام احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ ۔ ۲۴۱ھ / ۷۸۰م ۔ ۸۵۵م) نے بھی اطاعت رسولؐ کے اثبات میں ایک مستقل کتاب لکھی اور قرآن و حدیث سے مخالفین کی معقول تردید کی ہے' جس کا کچھ حصہ حافظ ابن قیم (۶۹۱ھ ۔ ۷۵۱ھ / ۱۲۹۲م ۔ ۱۳۵۰م) نے اپنی تالیف اعلام الموقعین عن رب العالمین کی دوسری جلد میں (ص ۲۱۳ ۔ ۲۷۹ میں) نقل کیا ہے۔ علمائے اہل مغرب میں سے شیخ الاسلام ابوعمر یوسف ابن عبدالبر (۳۶۸ھ ۔ ۴۶۳ھ / ۹۷۸م ۔ ۱۰۷۱م) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "جامع بیان العلم و فضلہ وما ینبغی فی روایتہ و حملہ" میں اس فرقے کے بعض اور حیا سوز نظریات کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیری ہیں۔ ایسے ہی بعض گمراہوں سے امام حاکم محمد بن عبداللہ (۳۲۱ھ ۔ ۴۰۵ھ / ۹۳۳م ۔ ۱۰۱۴م) کو بھی سابقہ پڑا تھا جن کی شکایت انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ وہ روایت حدیث پر سب و شتم کرتے اور ان کو مورد طعن قرار دیتے ہیں:

﴿وقد نبغ فی عصرنا هذا جماعة من المبتدعة يشتمون برواة الآثار بان

جمیع مایصح عندکم من الحدیث لا یبلغ عشرۃ الاف حدیث ﴾ (۱۰۲)
اسی طرح علامہ ابن حزم نے الاحکام (۹۶/۱ - ۱۱۹) میں اس باطل گروہ کے کاسد خیالات کے بخئے ادھیڑے ہیں اور ٹھوس عقلی اور نقلی دلائل سے ان کا رد کیا ہے۔

امام غزالی محمد بن محمد بن محمد (۴۵۰ھ - ۵۰۵ھ / ۱۰۵۸م - ۱۱۱۱م) نے اپنی معروف تصنیف "المستصفی من علم الاصول" میں اس گمراہ فرقہ کے مزعومہ دلائل کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے اور عقلی دلائل کے بے پناہ سیلاب میں اس گمراہ کن گروہ کے خود ساختہ براہین کو خس و خاشاک کی طرح بہا دیا ہے۔ حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی (۷۷۵ھ - ۸۴۰ھ / ۱۳۷۳م - ۱۴۳۶م) نے "الروض الباسم فی الذب عن سنہ ابی القاسم" میں اس حزب باطل کی تردید میں کافی وزنی اور ٹھوس دلائل پیش کئے ہیں' علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی (۸۴۹ - ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ - ۱۵۰۵م) نے بھی اس فرقے کی "مفتاح الجنہ فی الاحتجاج بالسنہ" میں خوب تردید کی ہے اور دین قویم کی حفاظت کا حق ادا کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی متعدد علمائے حق نے حدیث کے حجت ہونے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس باطل اور گمراہ کن نظریہ کی کہ "حدیث حجت نہیں ہے" اچھی خاصی تردید کی ہے اور معقول و مبنی برانصاف دلائل کے ساتھ حق اور اہل حق کی طرف سے مدافعت کی ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں باطل کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے نفوس قدسیہ پیدا کئے ہیں جن کی علمی و عملی' اخلاقی و روحانی زندگی حق پسند لوگوں کے لئے مشعل راہ اور مخالفین کے باطل خیالات کے لئے سد سکندری بنتی رہی ہے جن کے قلموں اور زبانوں نے تلواروں اور نیزوں کی طرح باطل پرستوں کے پیش کردہ دلائل کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے اور قبائے باطل کے ایسے بخئے ادھیڑے ہیں کہ تمام "رفوگر" مل کر بھی ان کو جوڑنے سے رہے۔ سچ ہے "لکل فرعون موسیٰ اور بقول علامہ اقبال:

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیراللہ کو
خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

احادیث نبویہ میں مختلف قسم کے منکرین حدیث کی خبر دی گئی ہے کہ وہ مختلف صورتوں اور مختلف اندازوں سے احادیث رسول کا اعتبار ختم کرنے کی ناپاک سعی کریں گے۔ ان کی تین بڑی قسمیں درج ذیل ہیں۔

الف۔ وضاعین:

ایک طبقہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ وضاعین حدیث کی صورت میں نمایاں ہو گا جو وضع حدیث کے پیرایہ میں حدیث کو بے اعتبار ثابت کر کے گویا اس سے انکار کی دعوت دے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے: آخر زمانہ میں ایسے جھوٹے اور جعلساز پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں (گھڑ گھڑ کر) بیان کریں گے جو نہ کبھی تم نے سنی ہوں گی اور نہ آباؤ اجداد نے۔ دیکھو ان سے بچتے رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور مبتلائے فتنہ و فساد نہ بنا دیں (۱۰۳)

علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں: واضعین حدیث کی چند قسمیں ہیں' ان میں سب سے زیادہ ضرر رساں وہ لوگ ہیں جو زہد کی طرف منسوب ہیں مگر ایسے سادہ کہ حدیث گھڑلی اور سمجھتے یہ رہے کہ اس میں ثواب ملے گا۔ لوگوں نے ان کی ظاہری حالت پر اعتماد کر کے ان سے عقیدت رکھتے ہوتے ان کی موضوع روایت کو قبول کر لیا' پھر فن حدیث کے ماہرین اٹھے تاکہ اس کمزوری کا پردہ چاک کر دیں اور اس کی خرابی کو مٹا دیں:

> والواضعون للحدیث اصناف' واعظم ضررا قوم من المنسوبین الی الزھد وضعوا الاحادیث احتسابا فیما زعموا فتقبل الناس موضوعاتھم نقة منھم بھم ورکونا الیھم' ثم نھضت جھابذة الحدیث لکشف عوارھا ومحوعارھا والحمد للہ (۱۰۴)

(پس یہ ان لوگوں کی اطلاع تھی جنہوں نے حدیث اور بیان قرآن کو معتبر کہہ کر بلکہ اس سے عقیدت کا اظہار کر کے عیاری اور سادگی سے جعلی حدیثیں گھڑیں اور اصلی احادیث خلط ملط کر کے شائع کیں تاکہ اصلی احادیث کا اعتبار اٹھ جائے گویا اقرار کے پیرایہ میں انکار حدیث کیا۔)

ب۔ منکرین:

ایسے لوگوں کے وجود کی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی جو کھلے بندوں حدیث کا انکار کر کے اسے بے اعتبار بنانا اور مٹانا چاہیں گے چنانچہ مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "خبردار رہو مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور

اس کا مثل اور بھی دیا گیا ہے (یعنی حدیث) آگاہ رہو کہ ایک پیٹ بھرا تونگر قسم کا آدمی مسند و تکیہ پر بیٹھ کر کہے گا: لوگو بس قرآن کو مضبوط تھامو جو اس میں حلال ہے اسے حلال سمجھو اور جو اس میں حرام ہے اسے حرام سمجھو (حدیث کا کوئی اعتبار نہیں) حالانکہ (حدیث میں) رسول اللہ ﷺ نے بہت سی چیزوں کو حرام کیا ہے' جیسے اللہ نے حرام فرمایا ہے' دیکھو پالتو گدھے کا گوشت تمہارے لئے حلال نہیں کاٹنے والے درندے تمہارے لئے حلال نہیں' کسی معاہد کی گری پڑی چیز تمہارے لئے حلال نہیں الا یہ کہ تمہاری اطلاع کے بعد وہ خود ہی اس سے دستبردار ہو جائے (۱۰۵) اس حدیث نے فتنہ انکار حدیث کا منشاء بھی بتلا دیا ہے کہ وہ منکروں کی شکم سیری اور پیٹ بھرے ہونے کا کرشمہ ہو گا' دنیا کی طرف سے بے فکری ہو گی تو دین پر ہاتھ صاف کرنے کی سوجھے گی ارشاد بانی ہے کلا ان الانسان لیطغی ان رآہ استغنی (۱۰۶) (ہرگز نہیں آدمی سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو مال اور دولت کے اعتبار سے غنی دیکھتا ہے) پس غور کیا جائے تو وضاعین حدیث روافض کے نقش قدم پر ہیں جنہوں نے قرآن کا نام لیکر احادیث کو بے اعتبار ٹھہرایا۔

ج- محرفین:

یہ تو وہ طبقات تھے جنہوں نے برملا انکار حدیث یا تحریف الفاظ حدیث کا فتنہ امت میں پھیلایا ایسے طبقوں کی خبر بھی دی گئی ہے جو الفاظ حدیث کو مان کر اس کی معنویت میں تحریف کے مرتکب ہونے والے تھے۔ چنانچہ احادیث میں ان تحریف معنوی کرنے والوں کی اطلاع بھی موجود ہے جو قرآن و حدیث کو ثابت مان کر بھی پھر اس سے آزاد بلکہ اپنی عقل کو حکمران سمجھیں گے اور معانی قرآن و حدیث میں عقل محض اور رائے مجرد سے معنوی تحریف کر کے ان کا نقشہ بدل دینے کی کوشش کریں گے جس سے امت میں مستقل گروہ بندی کی خو پیدا ہو جائے گی' فرمایا گیا یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری بہتر فرقوں میں بٹ گئے' میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی' سوائے ایک فرقے کے سب جہنمی ہوں گے (۱۰۷) یہ گروہ بندی قرآن و حدیث کے انکار کے نام پر نہیں بلکہ اقرار کے نام پر ہوئی اور امت میں اصولاً تہتر فرقے بن گئے' یہ وہی معنوی تحریف ہے جو یہود و نصاری کا وطیرہ تھا اور رفتہ رفتہ توراۃ اور انجیل کا اصل علم گم ہو گیا:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه و نسوا حظا مما ذکروا به﴾ (۱۰۸)
(کلمات (دین) کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں اور نصیحتوں سے جو یاد کرایا گیا تھا اسے بھلا بیٹھے ہیں)

۸۔ منکرین حدیث کے اعتراضات

الف۔ کتابت حدیث کی ممانعت:

اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث حجت نہیں اور نہ اس کی روایت و نقل جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھ سے کچھ نہ لکھا کرو اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ لکھ لیا ہے تو اسے چاہیئے کہ اسے مٹا دے ﴿لا تکتبوا عنی ومن کتب عنی غیر القران فلیمحه﴾ (۱۰۹)

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ جب حدیث حجت ہی نہیں تو اس حدیث کو استدلال میں کیوں پیش کیا جاتا ہے؟ یہ بھی حدیث ہے اور فریق مخالف کے نزدیک کوئی بھی حدیث حجت نہیں۔

(۲) یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ موقوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں فرمایا، بلکہ یہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا تھا، حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو داوٗدؒ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کے راوی ہمام نے خطا کی ہے کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کا قول بنایا بلکہ یہ تو صحابی کا قول ہے:

((قال ابو داؤد خطا فیه همام وهو من قول ابی سعید)) (۱۱۰)

امام بخاری بھی اس حدیث کو موقوف ہی جانتے ہیں:

ان بعض العلماء یری ان حدیث ابی سعید هذا موقوف علیه ولیس من کلام النبی صلی الله علیه وسلم قال ذلک البخاری وغیره۔ (۱۱۱)

۳۔ اس حدیث کا تعلق مکی زندگی سے تھا اور ظاہر ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بالکل ناکافی تھی، اور کتابت حدیث کی ممانعت ابتداء اسلام میں تھی تاکہ قرآن کریم سے خلط ملط نہ ہو جائیں، جب یہ خطرہ ٹل گیا تو یہ ممانعت بھی ختم ہو گئی اور کتابت کی اجازت ہو گئی:

ان کان محفوظا فھو قبل الھجرة' وحین کان لا یومن الاشتغال به عن القرآن۔ (۱۱۲)

۴۔ اگر کتابت حدیث کی نہی سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ حدیث حجت نہیں تو یہ استدلال قطعاً باطل ہے کیونکہ خود اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ بھی سنہری موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے موجود ہیں' کہ میری حدیثیں بیان کرو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں: حدثوا عنی ولاحرج (۱۱۳) بالکل واضح بات ہے کہ اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو آپ ﷺ حدیث بیان کرنے کا ہرگز حکم نہ دیتے' معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث بیان کرنا امر مطلوب ہے۔

۵۔ ممانعت اس شخص کے حق میں ہے جس کے بارے میں یہ خوف ہو کہ وہ لکھ کر یاد کرنا چھوڑ دے گا اور لکھنے پر کلی اعتماد کر بیٹھے گا:

قال العلماء: وکرہ جماعة من الصحابة' والتابعین کتابة الحدیث واستحبوا ان یؤخذ عنھم حفظا کما اخذوہ حفظا لکن لما قصرت الھمم و خشی الائمة ضیاع العلم دونوہ (۱۱۴)

اعتراض ۲ امام ذہبی نے لکھا ہے کہ "حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میرے والد (حضرت ابو بکرؓ) نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو جمع کیا اور ان کی تعداد پانچ سو تھی۔ پھر ایک شب میں دیکھا گیا کہ وہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ) بہت زیادہ کروٹیں بدل رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہ کروٹیں کسی جسمانی تکلیف کی وجہ سے بدل رہے ہیں یا کوئی خبر آپ تک پہنچی ہے (جسے سن کر آپ بے چین ہو رہے ہیں) آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا' جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: بیٹی ان حدیثوں کو لاؤ جو تمہارے پاس ہیں' پھر آگ منگائی اور نسخہ کو جلا دیا (۱۱۵)

جواب ۱ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پانچ سو (۵۰۰) احادیث جلانے کی روایت صحیح نہیں ہے' خود حافظ الذہبی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے فھذا لا یصح (۱۱۶) یعنی یہ روایت صحیح نہیں ہے اور ان کا لا یصح کہنا بالکل بجا ہے کیونکہ اس کی سند میں علی بن صالح المدنی راوی ہے جو گیارہویں طبقہ کا مستور و مجہول راوی ہے مستور من الحادیہ عشرۃ (۱۱۷) اور دوسرا راوی اس کا موسیٰ بن عبداللہ بن حسن ہے' امام ابن معین اس کی توثیق

کرتے ہیں مگر امام بخاری فرماتے ہیں: فیہ نظر (۱۱۸) اور جس راوی کے بارے میں امام بخاری فیہ نظر فرماتے ہیں اس کی روایت موضوع اور منکر روایت کے بعد درجہ سوم میں ضعیف ہوتی ہے (۱۱۹) ایک ایسی ضعیف روایت سے یہ ثابت کرنا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے احادیث کا مجموعہ جلا ڈالا تھا بالکل لایعنی استدلال ہے۔

۲۔ اس کے برعکس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کتب حدیث میں متعدد احادیث موجود ہیں اور وہ احادیث سے استدلال بھی کرتے ہیں جیسا کہ دادی کی وراثت میں انہوں نے کیا۔

۳۔ چونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہایت متین، سنجیدہ اور کم گو بزرگ تھے اور حدیث کے سلسلہ میں احتیاط اس پر مستزاد تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صرف دو سال اور چار ماہ زندہ رہے اور اس مختصر زمانہ میں بھی ملکی انتظام اور سات محاذوں پر مجاہدین اسلام کو ہدایات دینا وغیرہ بے شمار الجھنیں انہیں درپیش تھیں، اور اگرچہ بہ نسبت بعض حضرات کے ان کی حدیثیں کم ہیں مگر ہیں ضرور، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حدیث کو حجت سمجھتے تھے۔

۴۔ یہ روایت جو ممانعت کتابت پر استدلال کی صفت ہونے کے باوجود کتابت کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے لکھا اگر لکھنا جائز نہ ہوتا تو لکھتے ہی نہ۔

۵۔ اگر ان کے نزدیک کتابت حدیث جائز نہ ہوتو اس مجموعے کو جلانے کی وجہ بھی بیان فرماتے کہ میں کتابت حدیث کو جائز نہیں سمجھتا حالانکہ انہوں نے ایسا نہیں فرمایا۔

۶۔ یہ علمی خیانت ہے کہ کسی محدث یا کتاب کی عبارت نکال کر باقی حصے کو ذکر نہ کیا جائے اس مقام پر بھی اور ممانعت میں بھی خیانت کی گئی ہے لیکن اس بات کا احساس اس صورت میں ہوتا ہے جب دل میں خوف خدا، تقویٰ، دیانت، شرافت، اور حیا موجود ہو جب ان سے آدمی بری ہو جائے تو پھر اس کے نزدیک ہر چیز جائز ہوتی ہے اس کی صورت بھی وہی ہے جو قرآن مجید کی آیت ﴿ لاتقربوا الصلوة ﴾ (نماز کے قریب نہ جاؤ) ﴿ وانتم سکاری ﴾ (جب تم نشہ کی حالت میں ہو) سے الگ کر کے یقین کرنے میں 'اگرچہ یہ آیت بھی حکماً منسوخ ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ جن ابھرتے ہوئے فتنوں کی سرکوبی پامردی کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی وہ صرف انہی کا کام تھا۔

معترضین پر تعجب ہے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت کو تو وہ ویسے ہی تسلیم نہیں

کرتے لیکن اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان روایات کو پیش کرتے ہیں جن پر محدثین تنقید کرتے ہیں- وہ ان کی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیتے ہیں- بلکہ سنت نبوی کے مقابلے میں ضعیف اقوال کو پیش کرتے ہیں لیکن جب اعتراض کرنا ہو تو تمام محدثین اور مسلمانوں کی رائے کے خلاف صحیح احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں تاکہ حدیث کو رد کر سکیں فیا للعجب انہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور-

اعتراض ۳ حضرت عمرؓ کے زمانے میں حدیثوں کی کثرت ہو گئی تو آپ نے لوگوں کو قسمیں دے دے کر حکم دیا کہ ان حدیثوں کو ان کے پاس پیش کریں- حسب الحکم لوگوں نے اپنے مجموعے حضرت عمرؓ کے پاس پیش کر دیئے' آپ نے انہیں جلانے کا حکم دیا (۱۲۰)

جواب حضرت عمر فاروقؓ کا احادیث نہ لکھنے یا لکھی ہوئی احادیث کو مٹا دینے کا حکم مطلق نہیں بلکہ مقید ہے کہ ایک ہی صحیفہ اور ایک ہی کاپی میں قرآن کریم کے ساتھ احادیث نہ لکھی جائیں' خود انہی کا ارشاد ہے: بخدا میں کبھی بھی کتاب اللہ کے ساتھ کس چیز کو خلط ملط نہیں کروں گا: وانی واللہ لاالبس کتاب اللہ بشئی ابدا (۱۲۱) اس سے صراحتاً معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کا یہ حکم صرف اسی صورت سے وابستہ ہے جس میں قرآن کریم کے پہلو بہ پہلو روایات لکھی جائیں اور اگر ایسے لوگوں کو منع کیا ہو یا کسی موقع پر کوئی ایسا مجموعہ محو کر دیا ہو یا محو کرنے کا حکم دیا ہو تو اس میں نقلاً و عقلاً کیا خرابی ہے؟ حضرت عمر فاروقؓ خود احادیث سے استدلال و احتجاج کرتے تھے' صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں ان کی مروی احادیث موجود ہیں' صرف صحیح بخاری میں ان کی ساٹھ (۶۰) روایتیں موجود ہیں' حافظ ابو نعیم فرماتے ہیں کہ ان سے غیر مکرر متون احادیث دو سو ہیں اور امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظمؓ سے پانچ سو سینتیس (۵۳۷) روایات مروی ہیں (۱۲۲) اور خود حضرت عمرؓ جب حکام اور مجاہدین کو رخصت کرتے تو فرماتے آنحضرت ﷺ کی روایتیں کم بیان کرو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس کار خیر میں شریک ہوں: واقلوا الروایہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا شریککم فیہ- (۱۲۳) عموماً زیادہ بیان کرنے والا ایسی احتیاط نہیں کر سکتا جتنا کہ کم بیان کرنے والا کر سکتا

ہے۔ لیکن یہ کلیہ بھی عام باتوں میں ہے حدیث کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے حضرت ابو ہریرہؓ سب سے بڑے راوی اور سب سے زیادہ حافظ تھے احفظ الصحابہ تھے۔ اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرے سے حدیث اور روایت کے قائل نہ ہوتے تو حدیث بیان کرنے سے مطلقاً منع فرماتے اور اس کی کلیتہ مذمت کرتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں کم بیان کرو مگر ہاں جو عمل کے متعلق ہوں:

اقلوا الروایة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم الا فیما یعمل به۔ (۱۲۴)

اس سے ثابت ہوا کہ تقلیل کا حکم صرف ان روایات کے بارے میں تھا جو قصص اور واقعات و اخبار کے بارے میں تھیں نہ کہ عمل سے متعلق۔ حضرت مسروق بن الاجدع، جو ثقہ تابعی تھے فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی فرمایا کہ جہالتوں کو سنت کی طرف لوٹاؤ: ردوا الجهالات الی السنة۔ (۱۲۵) اور بکیر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک قوم آئے گی اور وہ تمہارے ساتھ قرآن کریم سے شبہات پیش کر کے الجھے گی، سو تم ان کو احادیث کے ذریعے پکڑو کیونکہ سنت کو جاننے والے ہی کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں:

فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب الله۔ (۱۲۶)

اور مؤرق العجلی بن مشمرج جو ثقہ تابعی تھے فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ حکم لکھ کر بھیجا: تم سنت اور فرائض (میراث) کا علم حاصل کرو جیسا کہ تم قرآن کریم کا علم حاصل کرتے ہو: تعلموا الفرائض والسنه کما تتعلمون القرآن (۱۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک سنت کا علم بھی اسی طرح مطلوب ہے جس طرح قرآن کریم کا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے اجمال اور شبہات کو حل کرنے کے لئے احادیث کا علم ضروری ہے اور اس سے گمراہوں کو نکیل ڈالی جا سکتی ہے۔

اس مقام پر بھی وہی وطیرہ اختیار کیا گیا کہ عبارت کو سیاق و سباق سے کاٹ کر محض اپنا مطلب نکالنے کے لئے پیش کیا گیا ہے اگر دل میں خلوص اور حق کی طلب ہوتی تو حضرت فاروق اعظمؓ سے متعلق دیگر مرویات کو بھی مد نظر رکھا جاتا ان کی اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا کہ وہ سنت کے کتنے دلدادہ تھے جنہوں نے حجر اسود کو مخاطب کر کے کہا تھا

میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے۔ لاتضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول الله یقبلک ماقبلتک۔ (میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے آنحضرت ﷺ کو آپ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں آپ کو بالکل نہ چومتا) یہ حضرت فاروق اعظم ہی تھے جنہوں نے ایک شخص کا سر اس وجہ سے قلم کر دیا تھا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ کسی بھی انسان کے اصل نظریات معلوم کرنے کے لئے اس کی ایک بات کو لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا جاتا اس کی تمام گفتگو اور نظریات کو مد نظر رکھا جاتا ہے ورنہ تو قرآن مجید کی بھی ایسی بیسیوں آیات ہیں جن کو اپنی مرضی سے پیش کر کے مرضی کا مطلب نکالا جا سکتا ہے اور انکار حدیث میں یہی صورت اختیار کی جاتی ہے۔

۱۔ عہد نبوی میں کتابت حدیث:

اعتراض : ۴۔ احادیث اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں' اڑھائی سو سال پہلے حدیث کی کوئی کتاب نہیں تھی' احادیث نہ تحریر کی جاتی تھیں اور نہ انہیں کوئی اہمیت حاصل تھی۔ (۱۲۸)

جواب یہ قطعی غلط اور علم حدیث سے ناواقفیت اور حقائق کی تکذیب ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کرام کا حافظ غیر معمولی تھا۔ محبت اور عقیدت نبیؐ کی بنا پر وہ لوگ آپؐ کے ارشادات عالیہ کو حفظ کرتے تھے اس کے باوجود صحابہ کرام نے محض حافظہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ احادیث کو ضبط تحریر میں لائے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرامؓ نے مرتب کیا خود رسول اللہ ﷺ نے احادیث اپنے زمانے میں لکھوائیں' مثلاً

۱۔ رسول اللہ ﷺ کا صدقات کے بارے میں ایک مکتوب جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جب بحرین بھیجا تو انہیں دے دیا' اسی صحیفہ پر نبی کریم ﷺ کی مہر بھی تھی: عن انس ان ابابکر لما استخلف بعثه الی البحرین وکتب له هذا الکتاب وختمه بخاتم النبی صلی الله علیه وسلم۔ (۱۲۹) اور امام ابو داؤد نے اس کا پورے کا پورا متن نقل کیا ہے۔ (۱۳۰)

۲۔ اہل یمن کو فرائض و سنن اور دیات پر مشتمل ایک خط رسول اللہ ﷺ نے تحریر کروایا اور عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ارسال فرمایا۔ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب الی اهل الیمن کتابا فیه الفرائض والسنن والدیات وبعث به عمرو بن حزم۔ (۱۳۱)

۳۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اکتبوا لابی شاہ))

(یہ احادیث ابوشاہ کو لکھ کر دے دو) (۱۳۲)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا: تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات نہ لکھا کرو کیونکہ کبھی آپ خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض ہوتے ہیں' انہوں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا' آپ نے فرمایا: تم احادیث لکھا کرو قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا:

﴿اکتب فوالذی نفسی بیده ما یخرج منه الا حق﴾ (۱۳۳)

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے دستہ میں سے دو نوشتے ملے تھے ان میں مختلف ہدایات درج تھیں:

وجد فی قائم سیف رسول الله صلی الله علیه وسلم کتابان۔ (۱۳۴)

۶۔ موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں: ہمارے پاس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی کتاب ہے جو انہوں نے رسول ﷺ سے روایت کی ہے:

عندنا کتاب معاذ عن النبی صلی الله علیه وسلم (۱۳۵)

۷۔ عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کا ایک نوشتہ ملک جھینہ میں سنایا گیا' میں اس زمانہ میں جوان لڑکا تھا:

عن عبدالله بن عکیم قال: قرئ علینا کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم بارض جهینة و انا غلام شاب۔ (۱۳۶)

۸۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے تحریر فرمایا تھا کہ دیت عصبہ کے ذمے واجب الادا ہے' پھر یہ بھی فرمایا تھا کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کو بغیر اس مسلمان کی اجازت کے اپنی طرف منسوب

کرے، پھر مجھے خبر دی گئی کہ آپ نے اس صحیفہ میں ایسا کرنے والے پر لعنت بھی فرمائی ہے۔

کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی کل بطن عقوله ثم کتب انه لا یحل لمسلم ان یتوالی مولی رجل مسلم بغیر اذنه ثم اخبرت انه لعن فی صحیفته من فعل ذلک۔ (۱۳۷)

۹۔ امام طاؤس فرماتے ہیں: ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کی جو کتاب ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ناک کا اگلا حصہ کٹ جائے تو دیت میں سو اونٹ دینے ہوں گے۔

عندنا فی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وفی الانف اذا قطع مارنه مایة من الابل۔ (۱۳۸)

۱۰۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے گرد بیٹھے ہوئے لکھ رہے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا کون سا شہر پہلے فتح ہو گا قسطنطینیہ یا روم؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہرقل کا شہر پہلے فتح ہو گا:

بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ای المدینتة تفتح اولا قسطنطینیة او رومیة؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا بل مدینة هرقل اولا۔ (۱۳۹)

۱۱۔ صحیح بخاری کی مشہور روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مامن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنه منی الا ما کان من عبداللہ بن عمرو فانه کان یکتب ولا اکتب۔ (۱۴۰)

(حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے آپ کی احادیث مجھ سے زیادہ یاد ہوں سوائے عبداللہ بن عمرو کے کہ وہ حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا) صرف یاد کرتا تھا۔

۱۲۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بھی خدمت نبوی میں ایسی ہی ایک درخواست منقول ہے:

یا رسول اللہ انا نسمع منک اشیاء فنکتبها فقال: اکتبوا ولا حرج۔

(اے اللہ کے رسول ہم آپ سے سنتے ہیں تو انہیں لکھ لیتے ہیں کیا یہ ہمارا عمل

درست ہے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لکھتے رہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۱۴۱)

۱۳۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ایک مجمع سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے شوہر کی دیت میں بیوی کو کیا دلایا ہے مجمع میں ضحاک بن سفیان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہے جو حضور اقدس ﷺ نے ہم کو لکھوا کر بھجوائی تھی۔ (۱۴۲)

۱۴۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص نے اپنے جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام "الصحیفہ الصادقہ" رکھا اور کہتے تھے کہ اس میں ایک ہزار احادیث ہیں چنانچہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب اس کو ہاتھ میں رکھ کر روایت کرتے اور درس دیتے تھے امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو اپنی مسند میں شامل فرما کر امت کے لئے محفوظ کر دیا۔ (۱۴۳)

۱۵۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں قیام کے بعد جب وطن واپسی کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اکتب لی الی قومی کتابا: (میری قوم کے نام مجھے ایک کتاب لکھ دیجئے) تو آپ نے حضرت معاویہؓ کو حکم دیا کہ اکتب یا معاویہ الی قیال العباهله لیقیموا الصلوة ویؤتوا الزکوة: (اے معاویہ تم انہیں اقیال عباہلہ (حضر موت کے باشندوں) کے نام لکھ دو کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔

چنانچہ حضرت معاویہؓ نے ان کو تین دستاویزیں لکھ کر دیں' ان میں سے ایک خاص ان کے بارے میں تھی اور دو عام تھیں۔ ان میں آپ نے نماز' زکوۃ اور اس کے بعض جزئی مسائل'مسلم فوجی دستوں کی امداد' شراب' سود اور کئی ایک امور سے متعلق احکام لکھوائے تھے۔ (۱۴۴)

۱۶۔ وفد عبدالقیس کی مدینہ میں حاضری سے پہلے کا واقعہ ہے کہ اسی قبیلہ کے ایک صاحب منقذ بن حیان بغرض تجارت مدینہ منورہ آئے اور آنحضرت ﷺ کی زیارت کی برکت سے مشرف باسلام ہو گئے۔ واپسی کے وقت انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک کتاب بھی حاصل کر لی (ومعه کتابه علیه الصلوة والسلام) ابتداء میں تو اس کتاب کو انہوں نے لوگوں کے خوف سے چھپائے رکھا' لیکن جب ان کی کوشش سے ان کے خسر جو قبیلہ کے سردار بھی تھے مشرف باسلام ہو گئے تو اپنی قوم کو یہ کتاب پڑھ کر سنائی' جس

کے نتیجے میں یہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اور ان کا وفد مدینہ منورہ حاضر ہوا یہ وہی وفد عبدالقیس ہے جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم میں خاصی تفصیل سے آیا ہے(۱۴۵)

۱۷۔ آنحضرت ﷺ جنگی دستوں کی روانگی کے وقت خصوصی ہدایات بھی دیتے تھے چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ:

کتب لامیر السریة کتابا وقال لا تقرء ہ حتی تبلغ مکان کذا و کذا فلما بلغ ذلک المکان قرأہ علی الناس واخبرھم بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(آنحضرت ﷺ نے فوجی دستے کے امیر کو ایک خط لکھ کر (لکھوا کر) دیا اور کہا کہ فلاں مقام پر پہنچنے سے پہلے اسے نہ پڑھنا پس امیر دستہ نے اس مقام پر پہنچ کر وہ خط پڑھا اور ساتھیوں کو آنحضرت ﷺ کے حکم کی اطلاع دی) (۱۴۶)

یہ امیر دستہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے' اور اس حکم نامے میں لکھا تھا کہ:

اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلة بین مکة والطائف فترصد بھا قریشا وتعلم لنا من اخبارھم۔

(یہ حکم نامہ پڑھتے ہی آگے بڑھو اور مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ پر ٹھہر کر قریش کی گھات میں لگ جاؤ اور ان کے حالات کی ہمیں اطلاع دو) (۱۴۷)

واقدی کی روایت ہے کہ قریش کا ایک قافلہ طائف سے سامان تجارت لے کر مکہ آ رہا تھا' یہ سب انتظام اس قافلے کے لئے کیا گیا تھا یہ واقعہ غزوہ بدر سے پہلے سنہ ۲ھ کا ہے۔(۱۴۸)

۱۸۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ خیبر میں جو یہودیوں کی بستی تھی' ایک صحابی مقتول پائے گئے' ورثائے مقتول نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں استغاثہ کیا تو آپ نے (اظہار وجوہ کا) ایک پروانہ یہودیوں کو بھیجا جس میں لکھا تھا کہ:

ھذا قتیل بین اظھر کم فما الذی یخرجہ عنکم۔

(یہ مقتول تمہارے درمیان پایا گیا ہے اس لئے جواب دو کہ اس سے تم کیسے عہدہ برآں ہو سکو گے) یہودیوں نے جواب دیا)

فکتبوا الیہ ان مثل ھذہ الحادثة وقعت فی بنی اسرائیل فانزل اللہ علی

موسی امرا فان کنت نبیا فافعل ذلک۔
(یہودیوں نے لکھا کہ اس جیسا واقعہ بنی اسرائیل میں پیش آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام پر ایک حکم نازل کیا تھا' پس اگر تم نبی ہو تو وہی حکم جاری کر دو)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:
فکتب الیھم ان اللہ تعالٰی ارانی ان اختار سبعین رجلا فیحلفون باللہ: ماقتلنا ولا نعلم لہ قاتلا ثم یؤدون الدیۃ۔
(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لکھا "کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میں (تم میں سے) ستر مردوں کو چنوں جو قسم کھائیں کہ "بخدا نہ ہم نے قتل کیا اور نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے" پھر دیت ادا کریں) (۱۴۹)
اسی واقعہ کو مسلم نے بھی اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱۵۰)

۱۹۔ ایک عدالتی فیصلہ طبقات ابن سعد میں بھی ملتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قلم بند کرایا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت وائل بن حجرؓ اور ایک شخص اشعث بن قیس کے درمیان ایک وادی کے بارے میں نزاع تھا' حضرت وائل بن حجرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعویٰ دائر کیا اور ان کے حق میں حمیر اور حضرموت کے لوگوں نے گواہی دی آپ نے وائل بن حجرؓ کے حق میں فیصلہ فرما دیا اور فیصلے کی دستاویز لکھوا کر ان کے حوالے کر دی' جس کے ابتدائی جملے یہ ہیں:

هذا کتاب من محمد النبی لوائل بن حجر قیل حضر موت وذلک انک اسلمت وجعلت لک ما فی یدیک من الارضین والحصون۔
(یہ تحریر محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرموت کے رئیس وائل بن حجرؓ کے لیے ہے اور وہ یہ کہ تم مسلمان ہو چکے ہو' جو اراضی اور قلعے تمہارے قبضے میں ہیں' میں نے ان سب کا مالک تمہیں قرار دیا ہے)
وجعلت لک ان لا تظلم فیھا ما قام الدین والنبی والمئومنون علیه انصار۔
(اور میں تمہارے حق میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان جائیدادوں کے بارے میں تم پر کوئی زیادتی نہ کی جائے جب تک دین قائم ہے اور نبی اور مؤمنین اس سلسلے

میں تمہارے مددگار ہیں) (۱۵۱)۔

۲۰۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جو آپ نے قریش مکہ سے سنہ ٦ھ کے اواخر میں کیا تھا' اسے ضبط تحریر میں لائے جانے کا واقعہ تو بہت مشہور ہے اور سیرت و حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں اس کی تفصیلات ملتی ہیں۔ (۱۵۲)

عن ابی جحیفة قال قلت لعلی هل عندکم کتاب قال لا الا کتاب الله او فهم اعطیه رجل مسلم او ما فی هذه الصحیفة قال قلت وما فی هذه الصحیفة قال العقل و فکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر -(۱۵۳)

(حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے؟ تو حضرت علیؓ نے کہا نہیں لیکن اللہ کی کتاب یا فہم جو مسلمان آدمی کو مل جائے۔ یا جو اس صحیفہ میں ہے میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے فرمایا "دیت اور قیدی کو آزاد کرنا' اور مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کرنا)

۲۲۔ حضرت عائشہؓ سے آنحضرت ﷺ کی ہجرت کی حدیث مروی ہے اس میں سراقہ بن مالک مدلجی کا واقعہ ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تعاقب کیا قریب گیا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ پھر اس نے آنحضرت ﷺ سے امان طلب کی اور امن کا خط لکھنے کو کہا' آپؐ نے عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیا' اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ لیا پھر آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے (۱۵۴) یہ واقعہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا ہے' اگر کتابت کی بالکل ممانعت ہوتی تو آنحضرت ﷺ کیوں اس کو امن کا پروانہ لکھ کر دیتے' اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے سراقہؓ بن مالک کو کسریٰ بن ہرمز کے کنگن پہنانے کی بھی پیش گوئی فرمائی

۲۳۔ عن حذیفة قال قال النبی صلی الله علیه وسلم علیه وسلم اکتبوا لی من یلفظ بالاسلام من الناس فکتبنا له الفاً و خمس مایة رجل - (۱۵۵)

(حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے جو آدمی زبان سے اسلام کا اقرار کرتا ہے' اس کا نام لکھ لو۔ تعمیل حکم میں ہم نے ایک ہزار پانچ سو (۱۵۰۰) آدمیوں کے نام لکھے)۔ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے

لیکن وہاں یہ الفاظ ہیں جب آنحضرت ﷺ نے شمار کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا:

اتخاف علینا ونحن مابین الست مایة الی السبع مایة۔

(آپ ﷺ ہمارے بارے میں ڈرتے ہیں جب کہ ہم چھ (۶۰۰) سات (۷۰۰) سو تک ہیں) (۱۵۶)

دونوں احادیث اپنی اپنی جگہ درست ہیں، مسلم شریف کی حدیث کے مطابق چھ سات سو صرف مدینہ کے آدمی تھے اور پندرہ سو کی تعداد میں مدینہ کے علاوہ ارد گرد کے مسلمان بھی شامل ہیں۔ (۱۵۷) اس حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا۔

۲۴۔ قال خارجة بن ثابت عن زید بن ثابت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ ان یتعلم کتاب الیھود حتی کتبت للنبی کتبہ وقرائت لہ کتبھم اذا کتبوا الیہ (۱۵۸)

(حضرت زیدؓ بن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے یہود کا خط سیکھنے کا حکم دیا حتی کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے خطوط لکھے اور وہ خط جو آنحضرت ﷺ کو وہ لکھتے وہ انہیں پڑھ کر سناتا) آنحضرت ﷺ کے خطوط آپ کی حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے حکم سے ہوا۔ بخاری شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک دور میں باقاعدہ فوجیوں کے نام درج کر کے ان کو جنگوں میں لڑنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ یہ کام بھی آنحضرت ﷺ نے اپنی موجودگی میں کرایا۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے خطوط اور معاہدات ہیں جو آنحضرت ﷺ نے دیگر قوموں سے کیے۔ وہ بھی گویا آپ کے اپنے لکھوائے ہوتے تھے۔

۲۵۔ عن ابن عباس انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یخلون رجل بامراۃ ولا تسافرن امراۃ الا ومعھا محرم فقام رجل فقال یا رسول اللہ کتبت فی غزوۃ کذا وکذا وخرجت امراتی حاجة قال اذھب فاحجج مع امرئتک۔ (۱۵۹)

(حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپؐ فرماتے تھے کوئی آدمی کسی غیر محرم عورت سے تنہائی میں نہ ملے اور نہ عورت اکیلی سفر کرے۔ جب بھی

عورت سفر کرے اس کے ساتھ محرم ہو۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا کہنے لگا' یا رسول اللہ ﷺ میرا نام فلاں غزوہ میں درج کیا گیا' اور میری بیوی حج کرنے چلی گئی آپ نے فرمایا جا اور اس کے ساتھ حج کر)

۲۶۔ آنحضرت ﷺ نے جو خطوط لکھوائے ان کا ذکر بھی بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قیصر روم کو خط لکھا۔ (۱۶۰)

۲۷۔ عن عطاء عن عبدالله بن عمر و قلت: یا رسول الله اقید العلم قال: قید العلم قال عطاء قلت: و ما تقیّد العلم؟ قال: الکتاب (۱۶۱)

(حضرت عطاء سے روایت ہے' وہ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کیا میں علم کو قید کر لوں (لکھ لوں) فرمایا علم کو قید کر لو۔ عطاء نے کہا "تقیید علم کیا ہے؟ "حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا" لکھنا!)

۲۸۔ عن ابو راشد الجرانی قال اتیت عبدالله بن عمرو بن العاص فقلت له حدثنا مما سمعت من رسول اللهؐ فالقی الی صحیفة فقال: هذا ما کتب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: فنظرت فیها فاذا فیها ان ابابکر الصدیق قال: یا رسول الله علمنی ما اقول اذا اصبحت واذا امسیت؟ قال: یا ابابکر قل: اللهم فاطر السموات والارض۔ الخ (۱۶۲)

(ابو راشد جرانی سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پاس آیا اور کہا جو بات آپ نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہو' وہ بتائیں انہوں نے مجھے ایک صحیفہ دیا اور کہا "یہ ہے وہ جو آنحضرت ﷺ نے میرے لیے لکھا (مجھ سے لکھوایا ابو راشد کہتے ہیں' میں نے دیکھا اس میں لکھا تھا' ابو بکر صدیقؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ مجھے سکھائیں جو میں صبح کے وقت اور شام کے وقت پڑھوں آپ نے فرمایا "اے ابو بکر کہو" اَللّٰھم فاطر السموات والارض)

۲۹۔ عن ابی هریرة قال رجل من الانصار یجلس الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فیسمع من النبی الحدیث فیعجبه ولا یحفظه فشکا ذلک

الی رسول اللہ فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا سمع منک الحدیث فیعجبنی ولا احفظہ' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعن بیمینک و اوما بیدہ الخط۔ (۱۶۳)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنتا تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں آپؐ کی باتیں سنتا ہوں جو مجھے اچھی لگتی ہیں لیکن یاد نہیں کر سکتا آپؐ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔)

۳۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے تو اوس' خزرج اور یہود کے قبائل بنو نضیر' بنو قریظہ اور بنو قینقاع وغیرہ کئی ٹکڑوں میں منقسم رہتے تھے اور ان میں عام طور پر لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے مسلمانوں' یہودیوں اور غیر مسلم (عربوں) سے مشورہ کے بعد ایک تحریری اعلامیہ نشر فرمایا۔ جس میں حاکم و محکوم دونوں کے حقوق و فرائض کی تفصیل تھی۔ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا کتاب محمد النبی (رسول اللہ) بین المئومنین والمسلمین من قریش و (اہل) یثرب و من اتبعھم فلحق بھم۔ الخ

پھر اس میں یہود کا ذکر ہے۔ ۴۸ دفعات کے اس اعلامیہ میں پانچ مرتبہ اھل ھذہ الصحیفہ کے الفاظ دہرائے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ ایک تحریر تھی ورنہ صحیفہ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا تھا (۱۶۴)

۳۱۔ حضرت انس بن مالک کو ان کی ماں نے مدینہ منورہ میں حضور کی خدمت میں حاضر کیا اور کہا کہ آپؐ کے لئے وقف ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا ابنی وھو غلام کاتب (۱۶۵) (اے اللہ کے رسول' یہ میرا بیٹا ہے' بچہ ہے فن کتابت جانتا ہے)

حضرت انسؓ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے۔ حضرت انسؓ کا خود بیان ہے "خدمت رسول اللہ عشر سنین فما قال لی اف ولالم صنعت؟ ولا الا صنعت (۱۶۶)

کہ میں نے آنحضرتؐ کی دس سال خدمت کی' آپؐ نے کبھی بھی (ڈانٹتے ہوئے) اف کا کلمہ نہ کہا اور نہ کبھی فرمایا "یہ کیوں کیا؟ اور نہ ہی یہ فرمایا "یہ تم نے کیوں نہ کیا؟" حضرت انسؓ کی ماں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ یہ بچہ کتابت سے آشنا ہے' چنانچہ وہ حضور پاک ﷺ کی احادیث لکھتے۔ صرف احادیث لکھتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ لکھ کر ان کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش بھی کرتے' ان کی اصلاح اور تصحیح کرا لیا کرتے تھے۔

سعید بن حلال سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے ہم زیادہ اصرار سے کہتے تھے' تو وہ احادیث لاتے اور کہتے تھے یہ وہ حدیثیں ہیں جو آنحضرتؐ سے سنی ہیں اور جن کو میں نے لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے (۱۶۷)۔ حضرت انسؓ کا یہ بیان انتہائی اہم ہے۔ ان سے موجودہ کتب احادیث میں دو ہزار چھ سو چھیاسی (۲۶۸۶) احادیث مروی ہیں' ان کی احادیث کو مختلف لوگوں نے قلمبند کیا ہے۔ ابان تابعی کا بیان ہے کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس بیٹھ کر احادیث کو لکھا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ اور دیگر صحابہ نہ صرف احادیث لکھتے بلکہ اپنے بچوں کو نصیحت کرتے کہ احادیث کو قلم بند کریں۔ حضرت انسؓ نے بچوں سے کہا: یا بنی قیدوا ھذا لعلم (۱۶۸) (میرے بچو' اس علم کو ضبط تحریر میں لے آؤ) مستدرک حاکم میں: قیدوا العلم بالکتاب" کے الفاظ ہیں (۱۶۹)

حضرت انسؓ نے خلوص و محبت سے آپؐ کی خدمت کی اور آپؐ کے شب و روز کی باتوں کو ضبط تحریر میں لا کر اور پھر ان کی خود آنحضرت ﷺ سے تصدیق کرا کر امت پر احسان کیا کہ یہ احادیث مبارکہ لوگوں تک پہنچائیں۔ پھر چراغ سے چراغ جلتا گیا۔

۳۲۔ عن عبدالله ابن مسعود قال ماكنا نكتب في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم الا الاستخارة والتشهد۔ (۱۷۰)

(حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں استخارۃ اور تشہد کے علاوہ کچھ نہ لکھتے تھے)

ثابت ہوا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے سامنے اہتمام سے لکھی جاتی تھیں' خود رسول اللہ ﷺ نے احادیث لکھوائیں' لہٰذا یہ کہنا غلط ہے کہ احادیث اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں یا نبی اکرم ﷺ نے لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔

۲۔ صحائف صحابہ کرامؓ و دیگر محدثین

۱۔ صحیفہ علیؓ ابن ابی طالب:

حضرت علیؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ایک صحیفہ میں تحریر کئے ہوئے تھے۔ یہ صحیفہ ان کی تلوار کے ساتھ بندھا رہتا تھا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد یہ صحیفہ ان کے صاحبزادے محمد بن علیؓ بن ابی طالب کو (جو عام طور پر محمد بن حنفیہ (کے نام سے معروف ہیں) ملا کافی عرصے تک ان کے پاس رہا (۱۷۱) محمد بن حنفیہ سے بہت سے لوگوں نے حدیث لکھی ہے۔

اس صحیفہ کی تقریباً تمام روایات کو امام احمد بن حنبلؒ نے متعدد طرق سے اپنی مسند میں درج کر دیا ہے (۱۷۲) نیز اس صحیفے کو امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیفہ سعدؓ بن عبادہ:

حضرت سعد بن عبادہؓ کا ایک صحیفہ تھا جس میں احادیث جمع تھیں (۱۷۳) یہ صحیفہ کافی عرصہ تک سعدؓ بن عبادہ کے خاندان میں رہا ہے سعدؓ بن عبادہ کا ایک بیٹا اس صحیفے سے احادیث روایت کیا کرتا تھا۔ یہ صحیفہ خود سعدؓ بن عبادہ نے لکھا ہو گا جیسا کہ ترمذی نے بھی اسے سعدؓ بن عبادہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ سعدؓ بن عبادہ زمانہ جاہلیت ہی میں فن کتابت جانتے تھے۔ (۱۷۴)

۳۔ عبداللہ بن عباسؓ کے صحیفے:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کبار صحابہ سے باقاعدہ احادیث کی املا صحیفوں میں لیا کرتے تھے چنانچہ عبیداللہ بن علی اپنی دادی سلمیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا ہے ان کے پاس لکھنے والی تختیاں تھیں اور وہ ابو رافع سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث لکھا کرتے تھے اور یہ روایت بھی ہے کہ ابن عباسؓ ایک کاتب سے ابو رافع کی

احادیث تحریر کرواتے تھے۔ (۱۷۵) مشہور راوی موسی بن عقبہ صاحب سیرومغازی کا بیان ہے کہ ہمارے پاس کریب نے ابن عباسؓ کی کتابوں کا ایک اونٹ کا بوجھ اتارا (۱۷۶)

۴۔ صحیفہ جابر بن عبداللہؓ:

حضرت جابر بن عبداللہؓ کے شاگردوں میں سلیمان الیشکری ابوالزبیر مکی، مجاہد، عمرو بن دینار، محمد بن علی الباقر، وھب بن کیسان، محمد بن المنکدر، محمد بن الحنفیہ اور زید بن اسلم جیسے جلیل القدر تابعین شامل ہیں۔ احمد شاکر کے بیان کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں جابرؓ بن عبداللہ کی ایک ہزار دو سو چھ احادیث درج کی ہیں (۱۷۷) ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں جابرؓ بن عبداللہ کا باقاعدہ حلقہ درس تھا۔ لوگ ان سے حدیث سنتے تھے اور کچھ لوگ حدیث قلمبند کرتے تھے۔ وہب بن منبہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جو جابرؓ بن عبداللہ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر حدیث لکھا کرتے تھے (۱۷۸) خود جابرؓ نے حدیث کا ایک صحیفہ مدون کر رکھا تھا، ڈاکٹر صبحی صالح نے امام مسلمؒ کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ صحیفہ شاید مناسک حج کے مسائل پر مشتمل تھا۔ (۱۷۹)

۵۔ صحیفہ ام المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ:

حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے بہت سی احادیث روایت کیں (۱۸۰) آپ کی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے (۱۸۱) ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر شان نزول جاننے والا نہیں دیکھا۔ فرائض، سنت اور شعر کا آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں پایا۔ انساب اور ایام عرب کا آپ سے بڑا راوی نہیں دیکھا (۱۸۲) امام ذہبی فرماتے ہیں۔

لا اعلم فی امة محمد صلی الله علیه وسلم، بل ولا فی النساء مطلقاً امراة اعلم منها .... (۱۸۳)

(میں نے امت محمدیہ ﷺ میں بلکہ مطلقاً تمام عورتوں میں آپ سے بڑھ کر علم والی عورت نہیں دیکھی)

آپ قرأت اور کتابت جانتی تھیں (۱۸۴) لوگ اپنے مشکل مسائل آپ کی طرف لکھتے تھے اور آپ ان کے جوابات لکھ کر بھیجتی تھیں (۱۸۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر مناقب عثمان رضی اللہ عنہ پر احادیث لکھ کر بھیجیں (۱۸۶)

۶۔ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بن الخطاب:

آپ احادیث رسول صحائف میں جمع کرتے تھے (۱۸۷) ابراہیم الصائغ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں بے شمار کتابیں تھیں جنہیں وہ دیکھا کرتے تھے (۱۸۸) آپ کے پاس حضرت عمرؓ بن خطاب کی کتاب "الصدقہ" کا بھی نسخہ تھا جو فی الحقیقت صدقات نبویؐ کے نسخوں میں سے ایک تھا۔ امام لیثؒ کہتے ہیں کہ نافع نے کہا کہ میں نے یہ نسخہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس کئی بار پیش کیا (۱۸۹)

۷۔ صحیفہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ:

حضرت اسماء بنت عمیسؓ جعفرؓ بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔ ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان سے شادی کی۔ ان کے بعد علیؓ ابن ابی طالب نے ان سے شادی کی اور سب سے اولاد ہوئی۔ ان کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا جس میں احادیث نبوی تھیں۔ (۱۹۰)

۸۔ البراء بن عازبؓ:

آپ کے شاگردوں کی مجلس میں احادیث لکھا کرتے تھے وکیع اپنے والد عبداللہ بن حنش سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے براء بن عازبؓ کے شاگردوں کو دیکھا کہ وہ ان کے پاس سرکنڈوں سے اپنی ہتھیلیوں پر احادیث لکھ رہے تھے (۱۹۱)

۹۔ صحیفہ حضرت جابر بن سمرہؓ:

حضرت جابر بن سمرہ کا صحیفہ تھا۔ عامر بن سعد بن ابی وقاص نے حضرت جابرؓ بن سمرۃ کی طرف اپنے غلام نافع کے ہاتھ احادیث کی طلب کا پیغام بھیجا تو انہوں نے ان کی طرف احادیث لکھ کر بھیجیں (۱۹۲)

۱۰۔ صحیفہ حضرت زید بن ارقمؓ:

حضرت زید بن ارقمؓ کا صحیفہ تھا۔ آپ نے احادیث نبویہ کو حضرت انسؓ بن مالک کی طرف لکھ کر بھیجا جب بنو امیہ نے حرہ کا محاصرہ کیا تھا۔ جس میں آپ کے بچے اور خاندان

والے ہلاک ہو گئے تھے۔ آپ تعزیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں آپ کو اللہ کی طرف سے بشارت دیتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

اللّٰھم اغفر للانصار ولا بناء الانصار۔ (۱۹۳)

(اے اللہ انصار اور انصار کے بیٹوں کی بخشش فرما)

۱۱۔ صحیفہ حضرت زیدؓ بن ثابت الانصاری:

آپ نبی پاکؐ کے کاتب، بہت بڑے قاری قرآن اور فرائض کے ماہر تھے۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن جمع کرنے کے لئے نامزد کیا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ نے المصحف کی کتابت کے لئے مقرر کیا (۱۹۴) جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے حضرت زیدؓ کو یہودیوں کی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ اپنی خط و کتابت میں یہودیوں پر بھروسہ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے نصف مہینہ سے کم مدت میں ان کی زبان سیکھ لی (۱۹۵) حضرت زیدؓ بن ثابت نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے لئے دادا کی میراث کے متعلق احادیث لکھی تھیں۔ زیدؓ بن ثابت کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب ان کے پاس آئے اور کہا کہ آپ مجھے دادا کی میراث کے بارے میں رائے دیں۔ زیدؓ کہتے ہیں خدا کی قسم ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ وحی تو نہیں ہے کہ جس میں ہم کمی بیشی کر رہے ہیں یہ تو ایسی چیز ہے جس میں آپ کی رائے مطلوب ہے۔ اگر تمہاری رائے بہتر ہو تو میں تمہارا ساتھ دوں۔ ورنہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ حضرت زیدؓ نے رائے دینے سے انکار کر دیا حضرت عمرؓ پھر ان کے پاس آئے تو حضرت زیدؓ نے کہا میں آپ کو اپنی رائے لکھ دیتا ہوں چنانچہ پالان کے ایک حصہ پر انہوں نے لکھ دیا (۱۹۶)

۱۲۔ صحیفہ حضرت سلمان الفارسیؓ:

آپ نے ابوالدرداؓ کی طرف احادیث نبویہ لکھ کر بھیجی تھیں (۱۹۷)

۱۳۔ صحیفہ حضرت السائب بن یزیدؓ:

یحیی بن سعید سائب کے شاگرد نے حضرت سائبؓ کی احادیث لکھ کر ابن لھیعہ کی طرف بھیجی۔ ابن لھیعہ کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید نے میری طرف لکھا کہ انہوں نے سائب

بن یزید سے احادیث لکھی ہیں (۱۹۸)

۱۴۔ صحیفہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ:

حضرت سمرہ نے احادیث کو ایک صحیفہ میں لکھا اور اسے اپنے بیٹے کی طرف بھیجا۔ ابن سیرین اس رسالے کے متعلق کہتے ہیں۔

فی رسالة سمرة الی بنیه علم کثیر۔

(سمرہ نے جو رسالہ اپنے بیٹوں کی طرف لکھا اس میں بہت زیادہ علم ہے) (۱۹۹)

۱۵۔ صحیفہ حضرت سہلؓ بن سعد الساعدی الانصاری:

حضرت سہلؓ کے شاگردوں میں ابوحازم بن دینار، ان کا بیٹا اور امام زہریؒ شامل ہیں (۲۰۰) ابوحازم نے ان کی احادیث جمع کی تھیں (۲۰۱)

۱۶۔ امام زہریؒ کے صحیفے:

امام زہریؒ کا مرتبہ حدیث میں بہت بلند ہے انہوں نے بہت سے صحابہ کی مرویات کو قلمبند کیا تھا صحابہ میں سے امام زہریؒ نے حضرت انسؓ بن مالک، سہلؓ بن سعد ساعدی اور رافع بن خدیج سے اکتساب علم کیا ہے۔ امام مالکؒ نے موطا میں انسؓ بن مالک، سہل بن سعد اور رافع بن خدیج سے چند احادیث روایت کی ہیں جن کی اسناد میں امام مالکؒ اور ان صحابہ کرامؓ کے درمیان صرف امام زہری کا واسطہ ہے۔ احمد محمد شاکر نے حضرت انسؓ کی مرویات کے لئے مالک عن ابن شہاب الزہری عن انسؓ بن مالک کو صحیح ترین سند قرار دیا ہے (۲۰۲) امام زہری نے صرف اسی دن میں تمام قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ (۲۰۳)

امام زہری نے طالب علمی کے زمانے ہی میں احادیث کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کر دیا تھا۔ وہ کاغذ قلم لے کر اپنے اساتذہ کے پاس پہنچ جاتے اور ان احادیث کی املا کر لیتے تھے (۲۰۴) ابن کثیر نقل کرتے ہیں زہری مشائخ حدیث کے پاس لکھنے کی تختیوں پر حدیث لکھتے حتیٰ کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم بن گئے اوز علم میں لوگ ان کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ (۲۰۵)

امام زہری نے حدیث کو اس کثرت سے لکھا کہ ان کے صحیفوں کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ طالبان حدیث کا آپ کے پاس ہجوم رہتا تھا۔ ان کے صحیفوں کا تذکرہ خلیفہ وقت

ہشام اموی کے پاس پہنچا اس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس کے بیٹے کے لئے اپنے صحیفوں کی ایک نقل بھجوا دیں امام زہری نے معذرت کی کہ احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو نقل کرنا ان کے بس میں نہیں لہٰذا اگر وہ احادیث کی نقل چاہتے ہیں تو اپنے کاتب بھیج دیں وہ احادیث لکھ لیں گے چنانچہ ہشام نے کاتب بھیج دیئے (۲۰۶) عمر بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے زہری سے علم حاصل کرو ان سے زیادہ سنت رسول کا کوئی عالم باقی نہیں رہا ہے (۲۰۷) حدیث کی تدوین میں امام زہری کی خدمات بہت زیادہ ہیں ان کی کتاب المغازی بھی شائع ہو چکی ہے۔

۱۷۔ عروہ بن زبیر کے صحیفے:

حضرت عروہ بن زبیر کے پاس بہت سے صحیفے تھے جن میں انہوں نے احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے فتوے جمع کر رکھے تھے بلکہ واقدی کے مطابق تو عروہ بن زبیر پہلے شخص ہیں جنہوں نے سیرومغازی میں کتاب تصنیف کی ہے۔(۲۰۸) ان کے پاس یہ صحیفے واقعہ حرہ تک موجود رہے ہیں حرہ کے روز انہوں نے اپنے یہ صحیفے جلا ڈالے تھے۔ ان صحیفوں کو جلا ڈالنے کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ ان کے صاحبزادے ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر اکثر کہا کرتے تھے ان صحیفوں کا میرے پاس موجود ہونا مجھے میرے اہل و عیال سے زیادہ محبوب تھا (۲۰۹) ان کی کتاب المغازی ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۸۔ صحیفہ ہمام بن منبہ:

حضرت ابو ہریرہؓ کی کچھ مرویات کو ہمام بن منبہ نے ایک صحیفہ میں جمع کر رکھا تھا۔ تاریخ حدیث میں اس کو صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی ڈیڑھ سو کے لگ بھگ احادیث ہیں۔ تقریباً تمام احادیث صحاح میں روایت ہوئی ہیں۔ امام احمدؒ بن حنبل نے مسند ابی ہریرہؓ میں اس صحیفہ کی تمام احادیث کو ایک ہی سند (حدثنا عبدالرزاق بن ہمام حدثنا معمر عن ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے(۲۱۰) یہ صحیفہ ڈاکٹر حمیداللہ کی تحقیق سے شائع ہو چکا ہے(۲۱۱)

آنحضورؐ سے مروی مندرجہ بالا ۳۲ روایات ہیں اور صحابہ و تابعین کے اٹھارہ صحف

حدیث اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں باقاعدہ کتابت حدیث ہوتی رہی اور یہ سلسلہ جاری رہا۔

آخر میں محدث عصر مولانا محمد عبدالرحمان مبارکپوری کے الفاظ نہایت مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنی مشہور تصنیف "مقدمہ تحفہ الاحوذی" میں لکھے ہیں:

قد ظن بعض الجهلة فی هذا الزمان ان الاحادیث النبویة لم تكن مكتوبة فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا فی عهد الصحابة رضی الله عنهم وانما كتبت وجمعت فی عهد التابعین' قلت: ظن بعض الجهلة هذا فاسد مبنی علی عدم وقوفه علی حقیقة الحال فاعلم ان الاحادیث النبویه قد كانت تكتب علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی عهد الصحابة رضی الله عنهم ایضا ویدل علی ذلك احادیث كثیرة۔ (۲۱۲)

(اس دور کے بعض جاہلوں کا گمان ہے کہ احادیث نہ تو عہد نبوی میں لکھی گئیں نہ عہد صحابہ میں بلکہ تابعین کے دور میں لکھی گئیں اور جمع کی گئیں۔ میں کہتا ہوں کہ جاہلوں کا یہ گمان فاسد ہے اور حقیقت حال سے عدم واقفیت کی بنا پر وہ ایسا کہتے ہیں۔ احادیث نبویہ آنحضرت ﷺ کے دور مبارک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں لکھی جاتی تھیں اور اس پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔)

ب: تدوین حدیث' ایک عجمی سازش؟

اعتراض: جمع و تدوین حدیث ایک عجمی سازش ہے۔ محدثین کی اکثریت فارسی النسل تھی' جنھوں نے اسلام سے انتقام لینے کے لئے سازش تیار کی تھی اور یہ سارا حدیث کا سلسلہ اپنی طرف سے گھڑ لیا۔ (۲۱۳)

جواب: ہم کافی عرصہ اس اعتراض کے جواب پر کام کرتے رہے لیکن تلاش کے بعد ہمیں مولانا اسماعیل سلفی کا مضمون ملا جو اس اعتراض کے جواب میں نہایت مدلل ہے لہٰذا اس کو من و عن نقل کیا جاتا ہے:

انکار حدیث کے نظریہ کی عمر تقریباً ستر سال ہو گی جس کی ابتداء مولوی عبداللہ صاحب' مولوی حشمت علی صاحب لاہور' مولوی رمضان صاحب گوجرانوالہ' رشید الدولہ صاحب گجرات' منکرین حدیث ملتان' ڈیرہ غازیخان وغیرہ نے کی اور حدیث اور ائمہ حدیث کے اصول پر کڑی تنقیدیں کی ہیں۔ لیکن حدیث میں فارسی سازش کا کبھی شبہ ان حضرات نے نہیں کیا۔ تاریخ سازی کا یہ انکشاف صرف ادارہ طلوع اسلام اور مولانا جیراج پوری کے حصہ میں آیا ہے۔ ان حضرات کا خیال ہے کہ ائمہ حدیث میں چونکہ کافی تعداد اہل فارس کی ہے۔ فارسی حکومت چونکہ پہلی صدی میں ختم ہو چکی تھی یزد جرد کی موت کے بعد فارسی اقتدار ہمیشہ کے لئے دم توڑ گیا منکرین حدیث کا خیال ہے کہ ائمہ حدیث نے فارسی حکومت کے بقیہ السیف کے ساتھ مل کر اسلام کی تخریب کے لئے سازش کی اور علماء کے یہ طویل و عریض دفاتر رجال کا یہ علمی اور تاریخی ذخیرہ اصول حدیث کے عقلی اور لغوی قواعد یہ سب اس شکست کا نتیجہ ہیں جو فارسی حکومت کے افراد اور علماء کی سازش سے وجود میں آئی اور اسی سے اسلام میں تخریب کی راہ پیدا ہوئی۔ چند سال سے اس تہمت کو بے حد ہوا دی جا رہی ہے۔ فتح فارس کی وجہ سے آج کا بے خبر ذہن اسے قبول بھی کر رہا ہے۔

میں اس پر ذرا تفصیل سے تبصرہ کرنا چاہتا ہوں' میں اس پوری داستان کو محض افسانہ اور افترا سمجھتا ہوں' میری دانست میں یہ محض وہم ہے۔ اس کے لئے کوئی دلیل نہیں بلکہ جو حضرات اس سازش کا پراپیگنڈہ کر رہے ہیں وہ خود کسی کی سازش کا شکار ہیں۔

سازش کے اسباب:

آج کے جمہوری دور میں حکومت پورے ملک پر ہوتی ہے۔ انتخاب کے مروجہ طریقوں میں یہ اساسی طور پر تسلیم کیا گیا ہے کہ ارباب حکومت پورے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ عوام کے سامنے جواب دہ ہیں اور عوام کے ووٹ نے انہیں اقتدار بخشا ہے اس لئے یہ عوام کی حکومت ہے۔ ایسی حکومت اگر برباد ہو جائے تو یہ سمجھنا مشکل ہوتا ہے کہ اقتدار پورے ملک سے نکل کر اجنبی ہاتھوں میں چلا گیا۔ اس لئے ان حالات میں سازش کا امکان ہو سکتا ہے۔

آج سے تقریباً ایک صدی پہلے حکومت نہ انتخابی تھی نہ جمہوری نمائندگی کی سند ان کو حاصل تھی۔ نہ وہ حکومتیں عوام کے سامنے جواب دہ ہوتی تھیں بلکہ اس وقت کی حکومتیں شخصی ہوتی تھیں یا زیادہ سے زیادہ کوئی قوم حاکم ہو جاتی باقی لوگ محکوم ہوتے تھے اقتدار میں عوام کی جوابدہی قطعاً ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھی نہ ہی حکومت کسی آئین کی پابند ہوتی تھی۔ بادشاہ کی رائے اور بادشاہ کا قلم پورا آئین ہوتا تھا یا وہ لوگ جو بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملا کر حکومت کے منظور نظر ہو جائیں۔ ایسی حکومتوں کے ساتھ ہمدردی ذاتی ضرورتوں کی وجہ سے ہوتی تھی یا بادشاہ کے ذاتی اخلاق اور کیرکٹر کی وجہ سے اگر کوئی انقلاب برپا ہو جائے تو انقلاب سے ملک متاثر تو ہوتا ہے لیکن اس کی وجہ بادشاہ یا اس کے خاندان کے ساتھ ہمدردی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ یہ تاثر آنے جانیوالی حکومتوں کے ذاتی مفاد کی وجہ سے ہوتا۔

فارس کی حکومت شخصی حکومت تھی۔ یزد جرد کی موت پر اس کا خاتمہ ہو گیا۔ یزد جرد کا خاندان یقیناً اس انقلاب میں پامال ہوا ہو گا لیکن تاریخ اس وقت کسی ایسی سازش کا پتہ نہیں دیتی جو اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کے طور پر کی گئی ہو۔

نوشیرواں کے بعد ویسے بھی فارس کی حکومت روبہ انحطاط تھی۔ ان کے کردار میں عدل و انصاف کی بجائے استبداد روز بروز بڑھ رہا تھا۔ عوام کو حکومت کے ساتھ کوئی دلچسپی اور محبت نہیں تھی پھر سازش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مذہباً فارسی حکومت آتش پرست تھی۔ اسلام نے توحید کے عقیدہ کی سادگی سے یہودیت اور عیسائیت تک کو متاثر کیا۔ بت پرستی اس کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ آتش پرستی کی وہاں کیا مجال تھی۔ اسلام کی تعلیمات اس مسئلہ میں نہایت مدلل اور واضح تھیں۔ ان میں کوئی چیز ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اسلام کا موقف عقیدہ توحید کے معاملہ میں کھلی کتاب تھی وہ دوسروں کے شبہات اور اعتراضات بڑی کشادہ دلی سے سنتا تھا۔ مخالفین کے شبہات کی تردید اور اصلاح میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا نہ ہی اپنے نظریہ کو کسی پر جبراً ٹھونستا تھا۔ پھر اس کے خلاف کیوں سازش کی جائے؟ کون کرے؟ اور کس طرح کرے؟ فارس کی حکومت کا چراغ خلیفہ ثانی کی حکومت میں گل ہوا۔ یزد جرد کو خود اس کی رعایا نے قتل کیا اور اس کے خاتمہ میں مسلم عساکر کی مدد کی پھر سازش کی ضرورت کیسے ہوئی؟ حضرت عمرؓ کی شہادت میں بعض مشتبہ بیانات ملتے ہیں لیکن قاتل کو جس طرح سزا دی گئی اس میں کوئی سازش تصور نہیں کی گئی بلکہ ابولؤلؤ کا ذاتی انتقام تصور کیا گیا۔

اگر کسی سازش کا خطرہ ہوتا تو عجمی حضرات پر مدینہ منورہ کے دروازے بند کر دیئے جاتے۔ بعض غیر معتدل اشخاص سے خطرہ کے باوجود مدینہ منورہ کے داخلہ پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ شخصی رنجشوں سے بعض وقت قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے یہی چیز حضرت عمرؓ کی شہادت میں کار فرما تھی۔ اور اگر اسے سازش تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ عام اور قومی نہ تھی بلکہ ایک فارسی خاندان تک محدود تھی۔

فتح کے بعد:

فارس کی فتح کے بعد ہزاروں فارسی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے' جزیہ دیتے رہے' انہیں کسی نے بھی کچھ نہیں کہا۔ ان کے معبد (آتش کدہ) مدتوں قائم رہے' جو لوگ ان میں سے اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ انہیں اسلام نے پوری ہمدردی کے ساتھ اپنی آغوش میں عزت کی جگہ دی۔ جہاں مذہب یوں آزاد ہو اور سیاست اس طرح بے اثر

ملک کے عوام مسلمانوں کی فتوحات پر خوشیاں مناتے ہوں جب وہ جنگی مصالح کی بناء پر کسی مقام سے پیچھے ہٹنا پسند کریں تو اس علاقہ میں صف ماتم بچھ جائے تعجب ہوتا ہے کہ ادارہ طلوع اسلام اور جناب اسلم جیراج پوری نے سازش کے جراثیم کو کونسی عینک سے دیکھ لیا۔

تاریخ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عدل گستری اور انصاف پسندی کی وجہ سے فارس لے لوگ مطمئن ہو گئے۔ اس لئے انہوں نے سیاست کا میدان چھوڑ کر فاتحین کی علم دوستی کے اثرات سے فارس کے ذہین لوگ فوراً علم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس راہ میں انہوں نے آخرت کی سربلندیوں کے علاوہ علمی دنیا میں بہت بڑا نام پیدا کیا اور حکومت کے خلاف سازش کا ان کی زبان پر کبھی نام تک نہیں آیا۔

یہ سازش کا پورا کیس مولانا جیراج پوری کے کاشانہ اور ادارہ طلوع اسلام کے دفتر میں تیار ہوا۔ واقعات کی روشنی میں اسے ثابت کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے البتہ عباسی حکومت میں جب قلمدان وزارت برامکہ کے ہاتھ میں چلا گیا تو یونانی علوم کے تراجم سے اسلام کے سادہ عقائد کے خلاف ایک محاذ قائم ہوا لیکن اس وقت حدیث کے دفاتر منضبط ہو چکے تھے۔ خلیفہ ہارون جیسا آدمی حدیث کے متعلق مطمئن تھا۔ رہے یونانی علوم تو ان کا رد ائمہ سنت نے پوری جرأت سے کیا یہاں تک کہ وہ بے اثر ہو گئے اور آئمہ سنت کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔

سازش کا مضحکہ خیز پہلو:

سازش کی یہ عجیب قسم ہے کہ سازشیوں نے فاتحین کا مذہب قبول کیا۔ پھر ان کے علوم کی اس قدر خدمت کی کہ فاتحین اپنے علوم کی حفاظت سے بے فکر اور کلی طور پر مطمئن ہو گئے پھر فاتحین نے ان میں سے اکثر علوم اور علماء کی سرپرستی کی' ابن خلدون فرماتے ہیں:

و دفعوا ذلک اِلٰی من قام به من العجم والمولدین وما زالوا یرون لهم حق القیام به فانه دینهم وعلومهم ولا یحتقرون حملتها کل الاحتقار۔(۲۱۴)

(عرب بادشاہوں نے علوم ان لوگوں کے سپرد کر دیا جو ان کی پوری طرح حفاظت کر سکیں اور یہ لوگ سب عجمی اور موالی تھے اور یہ بادشاہ ان علماء کے حقوق کا پورا احترام کرتے تھے اور ان کی خدمات کی قدر کرتے تھے اور قطعی طور پر ان کو حقیر نہیں سمجھتے تھے کیونکہ وہ ان کے علوم اور دین کے محافظ تھے)۔ معلوم ہے کہ اموی خلفاء کے وقت شاہی درباروں میں عجمیوں کو وہ اقتدار حاصل نہ تھا جو عباسی درباروں میں برامکہ کو حاصل ہوا لیکن ان کا دامن دین کی خدمات سے بالکل خالی تھا۔ قرآن و سنت اور دینی علوم تو بڑی بات ہے برامکہ سے تو عربی زبان کی بھی کوئی خدمت نہ ہو سکی۔ ہارون الرشید نے امام مالک اور ان کے درس کی سرپرستی کرنے کی کوشش کی لیکن امام نے اسے بے اعتنائی سے مسترد کر دیا۔ روپیہ دینے کی کوشش کی تو پورے استغناء سے واپس فرما دیا۔ سازش کا آخر یہی مقصد ہو سکتا تھا کہ شاہی دربار تک رسائی ہو' مال و دولت اور حکومت میں حصہ ملے۔ اب دربار خود در دولت پر حاضر ہوتا ہے اپنی ساری سربلندیاں چھوڑ کر پورے انکسار' انتہائی احترام سے خزانوں کے دروازے کھلتے ہیں' تھیلیاں با ادب پیش ہوتی ہیں اور "سازشی" ہیں کہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ بادشاہ عرض کرتے ہیں کہ بغداد شریف لے چلئے آنکھیں فرش راہ ہوں گی فارسی سازش کے سرغنہ یا فن حدیث کے سالار قافلہ فرماتے ہیں:

والمدینة خیر لهم لو کانوا یعلمون:

مطلب یہ کہ اس بڑے دربار سے علیحدگی میرے لئے ناممکن ہے پھر سازشیوں کا یہ پورا گروپ مختلف عجمی ممالک سے ہزاروں میل سفر طے کر کے مدینہ منورہ پہنچ کر امام کی خدمت میں تحصیل علم لے لئے پیش ہوتا ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ان کا شیخ عرب ہے اور یہ عجمی النسل لوگوں کی پوری سازش کا راز فاش نہ کر دے۔ عرب استاد کے عجمی شاگرد مدتوں استفادہ کرتے ہیں اور انہیں علوم کا درس دیا جاتا ہے۔ ساتھی ساتھی پر جرح کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں کے کھلے بندوں تذکرے ہوتے ہیں۔ عرب محدث' عجمی علماء پر تنقید کرتے ہیں' عجمی' اہل عرب کے نقائص کی نشاندہی کرتے ہیں لیکن اس سازش کا سراغ جس کے اختراع کا سہرا "طلوع اسلام" کے دفتر کے سر ہے نہ کسی عرب کو لگا نہ کسی عجمی کو' نہ استاد نے اسے محسوس کیا نہ شاگرد نے نہ ساتھی نے۔ پھر تعجب بالائے

تعجب یہ ہے کہ فارس کی فتح پہلی صدی کے اوائل میں ہوئی اور سازش کا منصوبہ تیسری صدی میں بنایا گیا۔ تقریباً پورے دو سو سال بے وقوف اہل فارس آرام کی نیند سوتے رہے یعنی جب شکست کا درد اور کوفت تازہ تھی۔ اس وقت تو فارسیوں کو کوئی احساس نہ ہوا لیکن تین سو سال کے بعد درد کی بے قراریاں انگڑائیاں لینے لگی اور فارسی سازشیوں نے بخاری مسلم اور کتب صحاح کی صورت اختیار کر لی فیاللعقول واربابھا پھر اتنی بڑی سازش جس نے پوری اسلامی اور تعلیمی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسے کوئی نہ جان سکا۔ دنیا کے مسلم اور غیر مسلم مؤرخوں کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ قلم ٹوٹ گئے اور زبانیں گنگ' ان کی ضخیم کتابیں اس عظیم الشان سازش کے تذکرہ سے یکسر خالی ہیں۔ یہ راز سب سے پہلے یورپ کے ملحد مستشفین پر کھلا اور اس کے بعد دفتر طلوع اسلام کے دریوزہ گروں نے کچھ ہڈیاں مستعار لے لیں: فویل لھم مما کتبت ایدھم وویل لھم مما یکسبون (۲۱۵)

عجمی سازش اور دینی علوم:

فن حدیث کے طالب علم جانتے ہیں کہ فن حدیث کو آغاز ہی میں تین مراحل سے گزرنا پڑا۔ جمع و تدوین اور ترتیب حدیث۔ جمع اور حفظ کا سلسلہ تو آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ میں آپؐ کے سامنے ہی شروع ہو گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے علماء حدیث اور اس کی طلب میں سرگرداں ہونے والوں کے حق میں دعائیں فرمائیں۔

رحم الله عبدا سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا۔ الخ (۲۱۶)

(اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے میری بات سن کر اسے یاد رکھا' پھر جس طرح سنا اسی طرح پہنچا دیا) "صحابہ باہم حدیث کا مذاکرہ اور دور کرتے تھے۔ ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں:

تذاکروا الحدیث فان الحدیث یھیج الحدیث۔ (۲۱۷)

(حدیث کا باہم تذکرہ کرو: باتوں سے باتیں یاد آتی ہیں)۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں حدیث کا باہم تذکرہ کرو تاکہ یہ بھول نہ جائے یہ قرآن کی طرح مجموعہ نہیں۔ اگر اس کا مذاکرہ نہ کیا گیا تو یہ بھول جائے گی اور یہ مذاکرہ ہر روز ہونا چاہیئے (۲۱۸) ابن ابی لیلی فرماتے

ہیں:

تذا کروا فان احیاء الحدیث مذاکرته۔ (۲۱۹)

(حدیث کا دور کرو' حدیث کی زندگی دور مذاکرہ سے ہے) علقمہ فرماتے ہیں:

تذاکروا الحدیث فان ذکرہ حیاته۔ (۲۲۰)

(حدیث کے درس اور اس کے ذکر ہی میں زندگی ہے)۔ صحابہ کرامؓ نماز عشاء کے بعد درس اور مذاکرہ کے لئے بیٹھتے' یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو جاتی دارمی اور دوسری کتب حدیث میں اس قسم کے آثار کثرت سے موجود ہیں' صحابہؓ اور تابعینؒ کے پاس احادیث کے لکھے ہوئے تذکرے اور مجموعے بھی موجود تھے عبداللہ بن عمروؓ' عبداللہؓ بن عمر اور ابو ہریرہؓ کے صحیفات کا ذکر کتب حدیث میں اکثر ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں درس اور مذاکرہ ہوتا۔ صحابہ اپنے اسباق قلمبند فرماتے تھے۔ ابو قبیل فرماتے ہیں:

سمعت عبدالله بن عمرو قال بینما نحن حول رسول الله صلی الله علیه وسلم نکتب فسئل رسول الله صلی الله علیه وسلم أی المدینتین تفتح أولا قسطنطینیة أو رومیة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا بل مدینة هرقل اولاً۔ (۲۲۱)

(ہم آنحضرت کے حلقہ درس میں بیٹھ کر لکھ رہے تھے۔ ایک آدمی نے سوال کیا کہ روما پہلے فتح ہو گا یا قسطنطنیہ؟ آنحضرت نے فرمایا ہرقل کا شہر پہلے فتح ہو گا یعنی قسطنطینیہ) اس اثر سے آنحضرتؐ کا درس حدیث اور آپؐ کی موجودگی میں اس کی کتابت کا تذکرہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اپنے اسباق حدیث یادداشت اور تذکرہ کے طور پر لکھا کرتے تھے۔

جھوٹی حدیث اور وعید:

آنحضرت ﷺ کی اس وعید کے بعد کہ جو آدمی دانستہ جھوٹی حدیث بیان کرے اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار۔ (۲۲۲)

حدیث کی کتابت کے سوا چارہ ہی نہیں؟ معلوم ہے کہ یہ حدیث قرآن کی طرح

متواتر ہے۔ اس حدیث کی موجودگی میں کتابت حدیث اور اس کے جواز اور عدم کی بحث بالکل بے معنی ہے۔ اس کا قطعی مفہوم یہ ہے کہ حدیث ایک مستند دستاویز ہے۔ شرعاً وہ حجت ہے' اس میں کسی جھوٹ اور آمیزش کے لئے کوئی گنجائش نہیں' اس حقیقت کے ہوتے ہوئے ضروری ہے کہ اس ذخیرہ کی حفاظت کے لئے ہر سامان کیا جائے' حفظ و ضبط ہو یا کتابت اور تحریر بلکہ دونوں' کیونکہ انفراداً دونوں میں غلطی اور سہو کے امکانات ہیں۔

اور اس کے لئے موزوں تر وقت آنحضرتؐ کی زندگی اور صحابہ کے جم غفیر کی موجودگی ہے ورنہ اس سامان حفاظت کی ضرورت ہی کیا تھی۔

سابقہ آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی طبعی رفتار کے ساتھ یہ سلسلہ مختلف علاقوں میں جہاں اہل علم صحابہ موجود تھے۔ پوری صدی میں جاری رہا صحابہ نے ضخیم کتابیں بطور تذکرہ جمع فرمائیں جن کی طرف وہ بوقت ضرورت مراجعت فرماتے اور احادیث کی تصحیح فرماتے تاکہ آنحضرتؐ کی طرف کوئی غلط چیز منسوب نہ ہو جائے اس کی تفصیل سنت کے دفاتر میں اپنے اپنے مقام پر موجود ہے۔

دوسری صدی

پہلی صدی کے اواخر میں اموی سلطنت کا چراغ گل ہو گیا اور اموی حکومت کا پھریرا ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہو گیا۔ چند سال ائمہ حدیث کی نقل و حرکت پر سیاسی خلفشار کی وجہ سے پابندی رہی اور علم کے یہ خزانے اپنے اپنے علاقوں تک محدود رہے' کوفہ' بصرہ' بغداد' خراسان' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' نجد' یمن اور مصر وغیرہ مختلف علاقوں کے علماء اپنے علاقوں میں درس حدیث دیتے رہے۔ ان علاقوں میں جو جو صحابہ اقامت پذیر تھے ان کے علوم اور دروس کی اشاعت اس علاقہ ہی میں ہوتی رہی اور حفظ و کتابت حدیث کا سلسلہ ان علاقوں میں اپنی بساط کے مطابق بدستور جاری رہا۔ اموی' ہاشمی اور عباسی قسمت آزما پوری قوت سے نبرد آزما تھے اور اکھاڑ پچھاڑ کی تند و تیز ہوائیں پورے زور سے چل رہی تھیں اور یہ سازشیں پورے سکون سے اپنے مدارس میں حدیث کے حفظ و جمع میں مشغول تھے۔ اگر کسی سر پھرے بادشاہ کو کسی عالم پر بدگمانی ہوئی تو اسے اس نے جیل میں ڈال دیا جب ظلم نے اپنا نصاب پورا کر لیا۔ قید کی مدت ختم ہو گئی تو جیل سے نکل کر اپنے

مدرسہ میں آ گئے اور علم و دین کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ کوئی عملی قدم ان متحارب فریقوں کے موافق یا خلاف نہیں اٹھایا۔ بدگمانیاں محض اظہار خیال یا رجحان طبع کی وجہ سے ہوئیں حالانکہ سازشیں ایسے ہی اوقات کی منتظر ہوتی ہیں۔ دشمن پر حملہ کرنے کا بہترین وقت وہی ہوتا ہے جب دشمن دوسری طرف مشغول ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے متعلق سیاسی دلچسپی کے بعض واقعات تاریخ کی زبان پر آتے ہیں لیکن ان میں فارس کا یہ عظیم الشان سازشی ہاشمی اور عربی حکومت کا حامی تھا۔ آپ اس دور کی تاریخ پڑھ جائیے۔ آپ کو اہل علم کی چیرہ دستیوں کے واقعات تو خال خال ملیں گے لیکن ان علماء نے حکومت کے خلاف کوئی محاذ قائم کیا ہو اس سے تاریخ ساکت ہے' سازش کی پوری مسل طلوع اسلام کے دفتر اور علامہ جیراج پوری کے دولت کدہ میں بنی اور وہیں دھری کی دھری رہ گئی اور شاید اس ساری تہمت تراشی کا پورا بوجھ یہی حضرات اپنے کندھوں پر اٹھا کر خدا کے سامنے حاضر ہوں گے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (۲۲۳)

دور تدوین

تیسری صدی میں جب عباسی حکومت کے قدم جم گئے۔ امویوں کے ساتھ ہاشمی بھی خلافت سے غائب ہو گئے۔ چند روز خلفشار کے بعد جب ملک میں امن قائم ہوا تو ائمہ حدیث پا برکاب ہو گئے۔ انہوں نے زمین کی طنابیں کھینچ لیں' علم میں وطنی اور علاقائی تقسیم کو عملاً ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سفر کے موجود اور ممکن وسائل کے ساتھ خراسان سے اقصائے مغرب تک ان علم کے بادشاہوں نے پرسکون حملے شروع کر دیئے اور علم کی منصفانہ تقسیم کے لئے میدان ہموار ہو گئے۔ محدثین کی علمی سخاوت نے مشرق و مغرب کے قلابے ملا دیئے۔ اس وقت جمع اور حفظ کا کام ختم ہو چکا تھا اور غیر مرتب تذکرے اہل علم کے مکاتب میں موجود تھے۔ طلبہ مسودات اور مبیضات کی تصحیح اور اصلاح کے بعد ان کی تدوین کی طرف متوجہ ہوئے۔ بعض کتابیں دوسری صدی میں بھی مدون ہوئیں لیکن مہم کے طور پر تدوین کا کام تیسری صدی میں شروع ہوا۔ ائمہ حدیث نے فن کی تدوین مختلف طریقوں سے فرمائی۔ بعض نے مرفوع احادیث اور آثار صحابہؓ دونوں کو جمع کیا۔ بعض سے صرف مرفوع احادیث کی تدوین ہوئی۔ بعض نے مرفوع احادیث کے ساتھ فقہاء کے

مذاہب کا ذکر فرمایا۔ کسی نے اسانید اور رجال کا مفصل ذکر کیا۔ کسی نے یہ تذکرے بقدر ضرورت بیان فرمائے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بعض نے ہر صحابیؓ کی مسند کو یکجا کیا ہر ایک کی مسانید کو قرینے سے یکجا کر دیا بعض نے معجم کی صورت میں یہ ذخیرہ جمع فرمایا۔ کسی نے متن حدیث کا پہلا حرف بطور عنوان ذکر کیا۔ کسی نے رواۃ کے نام سے معجم مرتب فرمائی۔ کسی نے حدیث کے تمام ابواب اور مسائل کا ذکر کیا جس میں سیرت' آداب 'مغازی اشراط ساعت وغیرہ سب آ گئے جیسے بخاری اور ترمذی وغیرہ اور بعض نے صرف سنن پر کفایت فرمائی۔ اس میں عبادات' معاملات وغیرہ کی تفصیل آ گئی۔ کسی نے صرف صحیح احادیث جمع کیں۔ بعض نے صحیح و ضعیف کا ملا جلا ذخیرہ پیش فرمایا۔ بعض حضرات نے استدراک فرمایا بعض نے صرف ایک مسلک کے ادلہ جمع کر دیئے غرض اس فن میں انتہائی خوشنما تنوع کے بکھرے ہوئے پھول جمع ہو گئے۔ ائمہ حدیث میں سے اکثر فقیہہ تھے۔ مسائل کے استنباط پر انہیں پوری قدرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اجتہاد کی تمام شرائط جمع فرما دی تھیں۔ انہوں نے بہترین تبویب کے ساتھ اپنی تصانیف کو علم کی منڈی میں لا کر رکھ دیا۔

دور ترتیب

اس تدوین کے ساتھ ترتیب کا مرحلہ بھی لازمی تھا۔ وہ آج تک علماء کی طبع آزمائی کے لئے ایک بہترین میدان ہے' اخلاق' اموال' مغازی' معاشیات' طب ادعیہ اربعینیات' خمسینیات اجزا وغیرہ کی صورت میں مجموعے مرتب ہوتے رہے پھر شروح' حل لغات' قواعد' تسوید رجال تمیز بین المختلطات (۲۲۴)' سند' اجازت' وجادہ' غرض مختلف انداز سے امت نے اس فن کی خدمت کی۔ اس کے علوم کو مرتب فرمایا اور اسے پوری زندگی کا مشغلہ قرار دیا۔ یہ عجیب سازش تھی جو مقصد زندگی قرار پا گئی۔ راتوں کی نیند حرام ہو گئی۔ دنیا کے مشاغل سب طاق نسیاں کی زینت ہو گئے نہ اچھے کھانے کی خواہش نہ بہتر مکان کی تلاش نہ بادشاہوں کے درباروں سے رابطہ۔ عرصہ ہوا امرت سر کے رسالہ ''بیان القرآن'' میں ان بیچاروں پر یہ بھی الزام لگایا گیا کہ محدثین نے درباروں کا مقاطعہ کر کے ملک کی خدمت کے بہترین مواقع ضائع کر دیئے۔ دراصل عیب چینی الزام تراشی سب

سے سہل مشغلہ ہے۔ خصوصاً ان لوگوں پر جو صدیوں سے اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں اور اعتراض بھی وہ لوگ کریں جن کی اپنی زندگیاں خدا شناسی' خدا ترسی سے تقریباً نا آشنا ہیں- اعمال صالحہ' اتباع سنت اور ورع و تقوے سے یکسر خالی۔ یہاں کی سب سے بڑی دینی خدمت اور منتہائے علم کتابوں کی فروخت اور جھوٹ سچ کہہ کر اداروں کو چلانا اور حضرات امراء کو خوش کرنے کے سوا کچھ نہیں ائمہ حدیث زندہ ہوتے تو ان معترضین کو عمر خیام کی زبان سے عرض کرتے۔

صاحب فتوے زتو پر کار تریم
بایں مستی از تو ہشیار تریم
توخون کساں بخوری ماخون رزاں
انصاف بدہ کدام خونخوار تریم

ائمہ حدیث معصوم نہیں' جمع و تدوین و ترتیب میں غلطی ہو سکتی ہے وہ خود آپس میں تنقید و استدراک فرماتے ہوئے بڑے سے بڑے آدمی کی لغزش کو معاف نہیں فرماتے لیکن کسی سازش اور دیانت فروشی کا ادنی احتمال بھی اس بارگاہ میں ممکن نہیں:

من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (۳۲۵)

مشت بعد از جنگ

یہ سازش کی تہمت کا حربہ بڑی دیر کے بعد منکرین حدیث کے ذہن میں آیا' یہ مشت بعد از جنگ ہے' اس کا استعمال اپنے ہی قرابت داروں پر ہونا چاہیئے' جمع و تدوین کا سلسلہ تقریباً تیسری صدی کے آخر تک ختم ہو گیا۔ اب پورے ہزار سال بعد ان کے ہوش و حواس نے انگڑائی لی کہ محدثین تو سازش کر گئے اور فن حدیث سازشیوں کی نذر ہو گیا۔ اب سوچئے کہ اتنی دیر کے بعد ایسے فوجداری مقدمات کی تفتیش ممکن ہے یا کوئی دانشمند اس موضوع پر سوچنے کی بھی کوشش کر سکتا ہے؟ اور پھر یہ تفتیش کسی نتیجہ پر بھی پہنچ سکتی ہے؟ مثلاً قرآن عزیز نے آج سے کئی ہزار سال پیشتر کا ایک کیس ذکر فرمایا ہے ملکہ مصر نے محبت کی سرشاریوں میں اپنے غلام کو بلا کر محل کے تمام دروازے بند کر دیئے اور غلام سے کھلے طور پر کہا کہ جنسی محبت کی آخری حدوں تک کامیاب رسائی کے لئے میرا دل بے قرار ہے اور اس سے انکار اور گریز کے متعلق کوئی عذر نہیں سنا جا سکتا۔ پاکباز غلام نے ملکہ کا ہاتھ جھٹک دیا اور بڑی جرأت سے کہا کہ دروازوں کی بندش کا کوئی سوال نہیں میرے رب کی دور بین نگاہ اس محل کے گوشہ گوشہ پر محیط اور ذرے ذرے میں ساری ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے آقا کی ناشکری یا نمک حرامی میرے لئے کیسے ممکن ہے؟ غلام دروازے کی طرف بھاگ نکلا ملکہ اس کے تعاقب میں دوڑی۔ اس دوڑ میں غلام کی قمیض پچھلی طرف سے پھٹ گئی۔ جب مکان کے صحن میں پہنچے تو ملکہ کے خاوند اور غلام کے آقا وہاں بذات خود موجود تھے۔ ملکہ نے غلام پر الزام لگایا کہ چھیڑ کی ابتداء غلام نے کی ہے اسے جیل کی ہوا چکھانی چاہیئے۔ عزیز مصر حقیقت حال دریافت ہی کر رہے تھے کہ فیصلہ کی ایک صورت سامنے آ گئی۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ مسئلہ چنداں مشکل نہیں۔ اگر شرارت کی ابتداء غلام نے کی ہے تو اس کا رخ ملکہ کی طرف ہونا ضروری ہے غلام کے کپڑے اگر سامنے کی طرف سے پھٹے ہیں تو ملکہ کی بات درست ہے

سزا غلام کو ملنی چاہیئے۔ اگر غلام کے کپڑے پشت کی طرف سے پھٹے ہیں تو معاملہ ظاہر ہے کہ بھاگتے ہوئے غلام کا تعاقب ملکہ نے کیا ہے اس لئے غلام سچا ہے ملکہ کی اس غلط جرأت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔ غلام میں کوئی غلطی نہیں۔ جب معاملہ کی تحقیق کی گئی تو غلام سچا نکلا کیونکہ غلام کی قمیض پشت کی طرف سے پھٹی ہوئی تھی۔ (۲۲۶)

یہ جھگڑا آج سے کئی سو سال قبل پیدا ہوا اور اس وقت کی سوسائٹی کے عدالتی معیار کے مطابق معاملہ طے ہو گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام باعزت بری ہو گئے۔

اب آج کا عدالتی نظام آج کے عیارانہ اذہان اور فن وکالت کی موشگافیوں کی مدد سے اسے سوچتا ہے تو وہ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ ملکہ کو خواہ مخواہ بدنام کیا گیا۔ عورت ذات اور پھر ملکہ اور آج سے کئی سو سال پہلے کا ذہن کیسے عقل باور کر سکتی ہے؟ ملکہ اپنے ادنیٰ غلام کے گریبان میں ہاتھ ڈال دے' اور اس کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے عقل اسے قبول نہیں کر سکتی۔ غلام ہزار خوبصورت' سہی کیا ملکہ اپنے مقام کو نہیں سمجھتی تھی؟ وہ اس کے پیچھے کیسے بھاگ کھڑی ہوئی؟ یہ پوری داستان اصول درایت کے خلاف ہے۔ بیشک قرآن نے اس روایت کی توثیق فرما دی ہے لیکن درایت کو کیسے نظرانداز کیا جائے؟ ممکن ہے غلام کی قمیض اس حادثے سے پہلے پھٹ گئی ہو بچوں کی بھاگ دوڑ میں غلام کا کرتا پہلے ہی کہیں شگاف آلود ہو گیا ہو۔ شاہد کی ہمدردیاں غلام کے ساتھ ہوں یا اتفاقاً معاملہ ہی اس نہج پر آ گیا ہو۔ اس وقت عدالت نے چونکہ اس احتمال اور امکان پر غور نہیں کیا اس لئے یوسف علیہ السلام کی برأت مشکوک اور امرأۃ العزیز کا جرم یا مصر کی عدالت کا فیصلہ نظرثانی کے لئے پھر قانونی عدالت میں آنا چاہیئے اس کے علاوہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طاقتور نوجوان پوری قوت سے بھاگ رہا ہو تو ایک عورت اس تیزی سے دوڑے کہ نوجوان کا دامن چاک کر دے؟ ممکن نہیں ہے کہ عورت اس تیزی سے دوڑ سکے۔ عورت کے بدن کی ساخت اور جسم کے مختلف اجزاء کی ہیئت کذائی کا تقاضا ہے کہ وہ جوانمرد کو نہ پکڑ سکتی ہے نہ اس کے پیچھے اس طرح دوڑ سکتی ہے۔ مصر کی عدالت کا فیصلہ محض جذباتی ہے۔ اس کی اپیل ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے ملکہ کا الزام غلام پر درست ہو اور درایت کی رو سے ملکہ مصر بری نکلے۔ اس قسم کی اور بھی کئی تنقیحات امکان اور احتمال کی مشین کے ذریعے سے فن کار اور ماہر وکیل پیدا کر سکتے ہیں اور درایت کے عاشق کی ریتی

سے واقعات کا برادہ کر کے دے سکتے ہیں۔ اس ساری وکالت پروری کا جواب ایک سادہ دل اور دیانتدار انسان تو یہی دے گا کہ جس ماحول میں جرم ہوا اس ماحول کی عدالت نے مناسب تحقیق کے بعد جو فیصلہ کیا وہی درست ہے۔ میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاہد کی ازروئے حدیث پوزیشن کو عمداً نظرانداز کیا ہے اس لئے کہ ہمارے فریق مخالف اسے مانتے ہی نہیں اور یہاں تو وہ بظاہر قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن نے تو شاہد اسی کو کہا ہے جس میں شہادت کی فقہی شروط پائی جائیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں معجزہ اور کرامت کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ قرآن عزیز میں اور بھی ایسے واقعات ہیں جن پر بحث کی گنجائش ہے اور آج کا قانونی مزاج اس پر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ اس دور کے قانون پیشہ اور جج یقیناً محسوس کریں گے کہ ان پر مرافعہ اور نظرثانی کی کافی گنجائش ہے۔ امکان اور درایت کے ہتھیاروں سے قرآن پر بھی حملہ کیا جا سکتا ہے جو اہل قرآن کا اصل مقصد ہے۔

حضرت داؤد کے پاس بھیڑوں کا کیس پیش ہوا تو حضرت نے ڈگری ایک بھیڑ والے کے حق میں دی اور نوے بھیڑوں والے کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا اور مدعا علیہ کا بیان تک نہیں سنا (۲۲۷) استغاثہ کی کہانی سن کر مستغیث کو ڈگری دے دی ممکن ہے ایک بکری کا مالک ایک کی صحیح نگہداشت ہی نہ کر سکتا۔ مدعا علیہ کا خیال ہو گا کہ وہ ریوڑ میں آ کر زیادہ اور بہتر طور پر پرورش پا سکے گی۔ حضرت داؤد کا اس کے خلاف بغاوت اور ظلم کا فیصلہ آج کے عدالتی ماحول میں یقیناً مرافعہ کا مستحق ہے اور درایۃً محل نظر۔ سورہ نون میں باغ والوں کا قصہ مذکور ہے جو بیچارے سوالیوں کی بھیڑ اور اپنے باغ کی حفاظت اور فائدہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا شکار ہوئے (۲۲۸) حالانکہ ان کا کوئی جرم نہیں باغ ان کو باپ کی وراثت میں ملا۔ مسکین کو دینا یا نہ دینا شرعاً مالک کی مرضی ہے پھر اس میں مستحق اور غیر مستحق کی بحث آ جاتی ہے لیکن ناراضگی میں ان بے چاروں کا باغ برباد کر دیا گیا اور وارننگ تک نہیں دی گئی بے شک یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لیکن جب عقل و شعور کی فوجیں انسانی حقوق اور عدل و انصاف کی حمایت کے لئے میدان میں آ جائیں تو وہاں حقائق کو کھل کر سامنے آ جانا چاہیئے۔ اللہ اور رسول کے نام سے ایسے موقع پر اپیل نہیں کی جا سکتی۔ عقل و شعور کے مفتی کو بہرحال اپنا فتویٰ صادر کرنے کا حق ہے۔ اس کا

اثر خدا پر پڑے یا اس کے رسول پر۔ آخر انسانی حقوق اور عدل و انصاف کے تقاضے بھی تو انہی کے بنائے ہوئے اور بتائے ہوئے ہیں پھر وہ کیوں اس کی پابندی نہ کریں اور عقل و درایت کی تنقید سے وہ کیوں بچیں؟ اصول سب کے لئے اصول ہے۔ عقل اور احتمالات کے گھوڑے اگر اسی طرح سرپٹ دوڑانا شروع کر دیں جس طرح سنت اور حدیث کے خلاف ان کی لگامیں ڈھیلی کر دی گئی ہیں تو ان کی یورش سے نہ خدا بچے گا نہ رسول، نہ کوئی حقیقت محفوظ رہے گی نہ اصول۔ خود بے چارے ابلیس کا کیس اسی نوعیت کا تھا۔ معمولی سی عقل و درایت کی گرفت سے ہمیشہ کے لئے مطرود اور جلاوطن کر دیا گیا۔ اپیل کے لئے بھی اسے کوئی موقع نہیں دیا گیا۔

سازش کہاں کہاں؟

اب سازش کے ان مریضوں سے گزارش ہے کہ آپ کا کیس خراب ہو چکا تھا۔ آپ کو آج سے چند صدیاں پہلے ہونا چاہیئے تھا پھر ضروری تھا کہ کسی پولیس کے ہمرنگ محکمہ میں ملازمت کرتے اور ایسے انداز کے آفیسر آپ کو مل جاتے تو ممکن تھا کہ آپ کا کیس کمزور بھی ہوتا تو فیصلہ آپ کے حق میں ہو جاتا۔ یورپین مستشرقین کی شہادتیں آپ کے حق میں ہوتیں۔ آپ کو سازش اس وقت سوجھی جب اس کا وقت گزر چکا۔ فن کی تکمیل اور ملزموں کی موت پر صدیاں گزر چکیں۔ آپ نے تیرہ صدیوں کے بعد صرف حدیث کے متعلق سازش کا احساس کیا مگر سازش ساری علمی دنیا میں اپنا جال بچھا چکی ہے۔ قرآن مجید کا تواتر لفظی جس پر آپ حضرات اترا رہے ہیں وہ بھی عجمی اثرات سے محفوظ نہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن کے معنی اور مفہوم تو متواتر نہیں۔ الفاظ متواتر ہیں۔ اختلاف قرأت کے باوجود قرآن متواتر ہے۔ یہ قرآت اور فن تجوید ہم تک قراء سبعہ کی معرفت پہنچا اور ان کی اکثریت عجمی ہے۔ دیکھا آپ نے کہ جس تواتر پر آپ کو ناز ہے اس کی کلید عجمیوں کے ہاتھ میں ہے۔

قراء سبعہ

1. عبداللہ بن کثیر مکی (ت ۱۲۰ھ)

۲ نافع بن عبد الرحمان مدنی (ت ۱۶۹ھ)
۳ عبداللہ بن یزید بن تمیم بن عامر (ت ۱۱۸ھ)
۴ ابو عمرو بن علاء المقری البصری (ت ۱۵۴ھ)
۵ عاصم بن ابی النجود الکوفی (ت ۱۳۷ھ)
۶ حمزہ بن حبیب بن عمارہ (ت ۱۵۸ھ)
۷ ابو الحسن علی بن الکسائی (ت ۱۲۹ھ)(۲۲۹)

ان سات حضرات میں سے صرف دو عرب ہیں۔ ابن عامر اور ابو عمرو ولیس ھولاء السبعہ من العرب الا ابن عامر وابو عمرو (۲۳۰)' عربی زبان کی امامت بھی عجمیوں کے سپرد ہو گئی۔ ابن خلدون فرماتے ہیں:

فکان صاحب صناعة النحو سیبویه والفارسی بعده والزجاج من بعد هما کلهم عجم فی انسابهم۔ (۲۳۱)

(سیبویہ ابو علی فارسی اور ان کے بعد زجاج یہ نسباً عجمی ہیں)اور سنئے:

و کان علماء اصول الفقه کلهم عجما۔ (۲۳۲)

(علماء اصول فقہ سب عجمی تھے) اور سنئے:

فکذا حملة علم الکلام وکذا اکثر المفسرین ولم یقم بحفظ العلم وتدوینه الا الاعاجم۔ (۲۳۳)

(متکلمین عجمی ہیں' مفسرین کی اکثریت عجمی ہے غرض دینی علوم کی حفاظت کی ذمہ داری تمام تر عجمی علماء پر آ گئی) اور آپ خرگوش کی نیند سوتے رہے۔

دیکھئے آپ صرف حدیث میں عجمی سازش سمجھ رہے ہیں۔ آپ کی پوری علمی جائیداد پر عجمی قبضہ ہے۔ افسوس ہے آپ کو اس سازش کا اس وقت علم ہوا جب آپ پورے طور پر لٹ چکے تھے اور عجمیوں نے صدیوں سے سارے علوم کے در و بست پر قبضہ کر لیا۔ لیکن آپ کو یورپ کے مستشفین نے صرف حدیث کے متعلق بتایا۔ آپ نے لاعلمی کی وجہ سے اسے بہت بڑا اکتشاف سمجھا۔ حالانکہ یہ صرف لاعلمی کی ستم ظریفیاں ہیں اور بس!

علم اور جہالت میں فرق

ابن خلدون یورپ کے مؤرخین میں مسلمہ امام ہیں۔ تاریخ کی جدید تدوین ان کی رہین منت ہے۔ یہ خود اندلس کے رہنے والے اور عجمی ہیں لیکن وہ عالم ہیں۔ علوم کی تدوین اور ان کے تدریجی ارتقاء کی پوری تاریخ ان کی نظر میں ہے۔ وہ اس حقیقت کی علمی تحقیق فرماتے ہیں کہ دینی علوم پر عجمیوں نے کیسے قبضہ کیا؟ اور کیوں؟

ومن الغریب الواقع ان حملة العلم فی الملة الاسلامیة اکثرهم العجم لا من العلوم الشرعیة ولا من العلوم العقلیة الا القلیل النادر وان کان منهم العربی فی نسبته فهو عجمی فی لغته ومر باه ومشیخته مع ان الملة عربیة وصاحب شریعتها عربی۔(۲۳۴)

(یہ عجیب واقعہ ہے کہ علماء اسلام اکثر عجمی ہیں۔ شرعی اور عقلی علوم میں عرب قلیل اور نادر ہیں۔ اگر ان میں کوئی نسبت کے لحاظ سے عربی ہے تو لغت' تربیت اور شیوخ کے لحاظ سے عجمی ہے حالانکہ ملت عربی ہے اور نبی بھی عربی)

اس کے بعد ابن خلدون اس کی وجہ بتلاتے ہیں: اس کا سبب یہ ہے کہ اسلام میں ابتدأء سادگی تھی۔ اس میں علم اور صنعت نہ تھی بدوی سادگی کا یہی تقاضا تھا۔ دین کے اوامر اور نواہی نقلاً حافظوں میں موجود تھے۔ وہ ان ماخذ کو کتاب و سنت سے جانتے تھے۔ انہیں تعلیم و تالیف اور تدوین کی ضرورت نہ تھی۔ یہ طبعی اور قدرتی روش صحابہ اور تابعین کے زمانہ تک قائم رہی۔ اس قسم کے اہل علم کو وہ اپنے عرف میں قراء کہتے تھے اسی طرح قرآن و سنت کے حافظوں کو بھی وہ قاری ہی کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ قرآن عزیز اور سنن نبویہ ماثورہ سے مسائل کو سمجھتے تھے اور معلوم ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہی تو ہے۔ جب حفظ و نقل کا زمانہ دور ہوتا گیا تو عباسی دور اور ہارون الرشید کی حکومت میں قرآن مجید کے لئے تفاسیر اور احادیث کو قید تحریر میں لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اسانید' رجال اور علوم جرح و تعدیل کی ضرورت ابھر آئی تاکہ احادیث کے ضعف اور صحت پر بحث کی جا سکے۔ پھر احکام کے استنباط و استخراج اور زبان کو بگاڑ سے بچانے کے قواعد بنائے گئے۔ یعنی صرف و نحو' معانی'

بیان وغیرہ علوم عربیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس طرح ان تمام علوم نے فن اور حرفت کی صورت اختیار کرلی۔ عرب حکومت کی مشغولیت اور موروثی سادگی کی وجہ سے پیشہ وری اور صنعت و حرفت سے نفرت کرتے تھے۔ عجمی اہل علم چونکہ شہرت کے عادی تھے۔ان کے ہاں صنعت و حرفت ایک اعزاز تھا۔ اسی لئے طبعی رجحانات کی وجہ سے تمام علوم کی سر پرستی عجمیوں کے سپرد ہو گئی اور اپنی مخلصانہ محنت اور جانفشانی کے بل بوتے پر وہ اسی اعزاز کے اہل قرار پائے" (۲۳۵) نہ اس میں کوئی سازش تھی نہ دھوکہ' بلکہ قدرتی تقسیم کار تھی جو بخود ہو گئی خدا کی قدرت ہے کہ پوری بارہ صدیوں میں اکابر اور فحول اہل علم اس عجم خولیا سے محفوظ رہے۔ تیرھویں صدی کے اواخر میں یہ تکلیف سیکرٹریٹ کے چند پنشنر کلرکوں کو ہوئی جس کا اثر عوام پر بھی ہوا۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت عطاء فرمائے اور عقل و دیانت سے سوچنے کی توفیق دے۔

سازش کے اثرات:

عقلمند آدمی کے لئے ضروری ہے کہ اپنا معاملہ ہر پہلو سے سوچے اور خطرے کے ہر گوشہ کو کھلی کھلی نظر سے دیکھے۔ فارسی سازش کا کھٹکا ہمیں صرف اس لئے ہوا کہ ہم نے فارس کو فتح کیا فارسی حکومت اس کے بعد صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئی۔ ہم نے آج کے حالات میں دیکھا کہ مغربی حکومتیں باہم سازش کرتی ہیں۔ انتداب کے بہانہ سے چھوٹی حکومتوں کو دبالیتی ہیں اور فنی امداد کے بہانے کمزور حکومتوں میں سازش کے جال بچھا دیتی ہیں۔ کچھ امداد دے کر بعض اوقات لوگوں کے ایمان تک خریدتی ہیں۔ آہستہ آہستہ چھوٹے ملک ان کے سہارے پر جینے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ آپ نے یہ سمجھا کہ خلیفہ ثانی نے جب فارسی شہنشاہیت کو تاراج کیا تو فارسیوں نے عربوں کے خلاف ضرور کوئی سازش کی ہو گی۔ یہ استدلال بظاہر واقعات پر مبنی معلوم ہوتا ہے اس لئے تھوڑی دیر کے لئے ذہن کو اپنی طرف پھیرلیتا ہے اور عام آدمی جس کی نظر اپنی اور عام قومی تاریخ پر نہ ہو' اس سے ٹھوکر کھا سکتا ہے لیکن آپ تھوڑی سی گہرائی میں جائیں تو آپ یقین کریں گے کہ اس استدلال میں کافی خلاء ہے جس نے دلیل کو قطعی بے کار کر دیا ہے۔

۱۔ اس وقت کی حکومتوں کو آج کی حکومتوں کے مزاج پر قیاس کرنا درست نہیں۔ آج کی

حکومتوں کے مزاج میں جمہوریت کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ شخصی حکومتیں اور ملوکیتیں بھی اس امتزاج سے خالی تھیں۔ اس لحاظ سے پوری دنیا کا مزاج بدل چکا ہے۔ استبداد کافی حد تک ختم ہو چکا ہے اس لئے اس وقت کی شخصی بادشاہتوں کو آج کی جمہوری حکومتوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اس وقت کے مستبد بادشاہ اپنے قریبی اعزہ اور اقارب کو بھی عموماً دشمن بنا لیتے تھے۔ ملوکیت کی پوری تاریخ اس قسم کے حوادثات سے بھری پڑی ہے۔ بھائی نے بھائی کو قتل کرا دیا۔ بیٹے نے باپ کے خون سے ہاتھ رنگ لئے ایسے لوگوں کے لئے عصبیت اور ان کی حمایت میں سازشیں اور بغاوت کون کرے۔

۳۔ یہ درست ہے کہ مروان الحمار کی حکومت کے خلاف بغاوت کے لئے خراسان کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی اس لئے نہیں کہ اس میں فارسی عنصر زیادہ تھا۔ اس بغاوت کے سرغنہ تو عرب ہی تھے ہاشمی اور عباسی اہل بیت کی حمایت کے بہانہ سے یہ لوگ وہاں سازشیں کر رہے تھے ان میں فارس کے شاہی خاندان کے فارسی ہمدردوں کا تاریخ میں کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بغاوت کے لئے یہ مقام اس لئے انتخاب کیا گیا کہ یہ پایہ تخت یعنی شام سے کافی دور تھا۔ اطلاعات پہنچنے میں دیر ہوتی اور سرکوبی کے انتظامات کی وہاں تک رسائی کافی مشکل ہوتی۔ یہ حادثہ حدیث کے معاملہ میں فارسی سازش کے لئے دلیل نہیں بن سکتا۔

۴۔ پھر آپ نے کبھی اس چیز پر غور فرمایا کہ سرزمین حجاز سے شروع ہو کر اسلامی حکومت اقطار عالم تک لاکھوں مربع میل زمین پر پھیلی ہوئی تھی۔ آپ یہ سوچیں' آپ کو صلح سے کوئی ملک ملا۔ خود سرزمین حجاز میں قدم قدم پر لڑائیاں لڑنی پڑیں' مکہ پر فوج کشی کی ضرورت ہوئی۔ نجد لڑائی سے ملا۔ شام' عراق' یمن' حبش کے بعض علاقوں پر لڑنا پڑا۔ سمندر کے ساحلی علاقوں پر جنگیں ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ کو اپنی زندگی میں کم و بیش بیاسی جنگیں لڑنا پڑیں پھر یہ جنگوں کا سلسلہ خلیفہ ثالث کی حکومت کے درمیانی ایام تک جاری رہا پھر خلیفہ ثالث کے آخری دور سے شروع ہو کر حضرت علیؓ کی حکومت کا پورا زمانہ قریب قریب باہمی آویزش کی نظر رہا۔ ۶۱ھ کے بعد جوں ہی ملک میں امن قائم ہوا خلفائے بنی امیہ نے شخصی کمزوریوں کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ہندوستان'

اندلس' بربر' الجزائر تمام علاقے جنگ ہی سے اسلامی قلم رو میں شامل ہوئے۔ پھر آپ کے قلم اور دماغ نے سازش کا نزلہ صرف فارس پر کیوں گرایا؟ اگر محض ملک گیری اور فتوحات کی بناء پر بغاوتیں' سازشیں تصنیف کی جا سکتی ہیں تو حجازی سازش' ہندوستانی سازش' بربری اور اندلسی سازش کیوں نہیں بنائی گئی؟ کیا شام کے یہودی معصوم تھے؟ عراق اور روم کے مشرک اور عیسائی فارسیوں سے زیادہ پاک باز تھے؟ ان کی حکومتیں مسلمانوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ نہیں اتریں؟ مصر میں اسلامی فتوحات سے قبطی اور مصری قوموں کا وقار پامال نہیں ہوا؟ پھر آپ مصری سازش کے متعلق کیوں نہیں سوچتے؟

اگر عقل کا دیوالیہ نہیں نکل گیا تو اپنی فتوحات کی پوری تاریخ پر غور فرمایئے چین کے سوا شاید ہی کوئی ملک ہے جہاں مسلمانوں کے خون نے زمین کو لالہ زار نہ کیا ہو۔ مغربی سمندر کے سواحل پر آپ کی فوجیں برسوں لنگر انداز رہیں' ان لوگوں پر آپ کو سازش کا شبہ کیوں نہیں؟ آپ الٹا خود ہی ان کی سازش کا شکار ہو گئے؟ غزالی' ابن مکرم' ابن عربی' شاطبی' ابن حزم' یحیٰی بن یحیٰی' مسعودی و غیرہم قرطبہ اور اندلس کے علماء کو کیوں سازشی نہیں کہا جاتا؟ اگر خراسان' بخارا' قزوین' ترمذ اور نساء کے علماء پر حدیث کے سلسلہ میں سازشی ہونے کی تہمت اس لئے لگائی گئی ہے کہ ان بزرگوں نے سنت کے پرانے تذکروں' صحابہ اور تابعین کی بیاضوں اور سلف امت کے مسودات سے تدوین حدیث کے لئے راہیں ہموار کیں تو علماء اندلس نے بھی سنت کی کچھ کم خدمت نہیں کی۔ شروح حدیث' فقہ الحدیث اور علوم سنت کی خدمت میں ان بزرگوں نے لاکھوں صفحات لکھ ڈالے (۲۳۶) ان خدمات کو کیوں سازش نہیں کہا گیا؟ منکرین سنت کے پورے خاندان میں کوئی عقلمند نہیں جو ان حقائق پر سنجیدگی سے غور کرے۔ کیا علوم دینی اور فنون نبوت کی ساری داستان میں آپ کو صرف علماء فارس ہی مجرم نظر آئے؟

من کان هذا القدر مبلغ علمه
فلیستتر بالصمت والکتمان

فارسی سازش کے متعلق گزارشات میں کسی قدر تفصیل سے عرض کرنا پڑا۔ اس لئے کہ عوام کے ذہن اس تہمت سے متاثر ہیں۔ بعض پڑھے لکھے لوگوں میں بھی اس تہمت کی وجہ سے تذبذب پایا گیا۔ دین کا علم رکھنے والوں اور اپنے علمی تاریخ سے واقف

حضرات کے ذہن پر اس کا کوئی اثر نہ تھا' رجال اور ان کی تاریخ سے تھوڑے بہت واقف کو بھی اس پر شک نہیں گزرتا لیکن رنج ضرور ہوتا ہے کیونکہ یہ ان لوگوں پر تہمت ہے جو دینی علوم کے ستون ہیں۔ دینی اور شرعی علوم کے آسمان انہی اقطاب پر گردش کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ سازشی ثابت ہو جائیں تو اسلام کی پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی۔

فرض کیجئے اگر امام ابو حنیفہؒ' امام شافعیؒ' امام مالکؒ' امام احمدؒ بن حنبل' امام بخاریؒ' امام مسلم بن الحجاجؒ' امام ابو عیسیٰؒ الترمذی ایسے بزرگ اسلام کے خلاف سازش کرنے لگیں تو فقہ اور حدیث دونوں مشتبہ اور ناقابل اعتماد قرار پائیں گے۔ پھر اگر یہ سلسلہ اس طرح بڑھتا چلا جائے تو صرف و نحو' معانی' بیان' اصول اور کلام سارے علوم مشکوک ہو جائیں گے۔ تیرہ سو سال کی محنت جو عرب اور عجم سب نے مل کر کی ساری غارت ہو جائے گی بلکہ پوری امت کو کم فہم اور عقل فراموش تسلیم کرنا ہو گا جو ساری عمر اس شر انگیز شرارت کو معلوم نہ کر سکے۔ یہ تو بلاہت کی انتہا ہو گی۔

پھر ان ناقلین آثار میں امام شافعیؒ' مطلبیؒ اور امام مالکؒ' امام احمد بن حنبلؒ ابو عبید قاسمؒ بن سلام ایسے خالص عرب بھی شامل ہیں نیز ہر دور میں کتاب و سنت اور دینی علوم کی خدمت عرب اور عجم مل کر اپنی بساط کے مطابق کرتے رہے اور کسی کو محسوس نہ ہوا کہ ہم عجمیوں کی سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ امت پر مضحکہ خیز پھبتی ہو گی خصوصاً جب یہ معلوم ہو کہ صدیوں کے بعد چند بے علم یا محدود العلم کلرکوں نے اس سازش کا سراغ لگا لیا۔ دنیا کے دانش مند' اکابر امت کے اس تساہل پر تعجب کریں گے اور ہنسیں گے۔

حالانکہ اس میں لاعلمی اور عجائب پسندی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ امید ہے کہ احباب ان مختصر گزارشات پر غور کریں گے۔(۲۴۷)

باب اول

علم اصول حدیث اور اس کا ارتقاء

(قرن اول تا عصر حاضر)

اصول حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے راوی اور روایت کے حالات معلوم ہوتے ہیں پھراس کی روشنی میں حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں علم اصول حدیث سے مراد ایسے قواعد و ضوابط کا جاننا ہے جن کے ذریعے سند و متن کی معلومات ہوں یا راوی و مروی کے ان احوال کا علم ہو سکے جن کی بنیاد پر حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے (۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

اس علم سے مقصود بالذات روایت ہے۔ اور راوی کا ذکر روایت کی نسبت سے ہوتا ہے (۲) چنانچہ وضع حدیث کے خلاف علماء نے جس مبارک تحریک کا آغاز کیا تھا' اس کے نتیجے میں ایسے قواعد و ضوابط تیار کئے گئے' جن کے مطابق حدیث کی اقسام اور اس سے متعلق تمام چیزیں بیان کی گئیں۔ اس طرح اصطلاحات کا فن وجود میں آیا' جس کے ذریعے ہم احادیث اور اخبار کی صحت معلوم کر سکتے ہیں۔ روایت اور خبر کے سلسلے میں جو قواعد اور ضوابط بنائے گئے وہ صحیح ترین قواعد ہیں۔ علماء حدیث نے صحیح و سقم میں تقسیم کے لئے جو قواعد مقرر کئے دوسرے علماء بھی اسی راہ پر گامزن ہو گئے۔ مثلاً تاریخ' فقہ' تفسیر' لغت اور ادب اسی طرح دیگر علوم کے قواعد بھی علماء حدیث کے قواعد کے مرہون منت ہیں چنانچہ قرون اولی میں جو علمی تصانیف مرتب کی گئیں

ان میں ہر مسئلہ اور ہر بحث کو اس کی سند کے ساتھ متصل کر کے اس کے قائل کی طرف منسوب کیا جاتا تھا' جیسا کہ شاگرد اپنے استاد کی تصانیف نسل در نسل سند کے ساتھ متصل کر کے روایت کرتے تھے۔ آج ہم کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ صحیح بخاری کا جو نسخہ ہمارے ہاں دستیاب ہے وہ درست ہے۔ کیونکہ یہ کتاب بسند متصل امام بخاری سے منقول ہوتی چلی آئی ہے۔

علماء حدیث نے علمی بنیاد پر قواعد وضع کرنے کے سلسلہ میں اولیت کا شرف حاصل کیا' یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو دیگر اقوام کے علماء کی تصانیف میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں تک کہ ان کی کتب مقدسہ میں بھی یہ صفت موجود نہیں ہے۔ چنانچہ بیروت یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے پروفیسر اسد رستم نے تاریخی روایات کے اصول و قواعد پر ایک کتاب مرتب کی ہے جس میں مصطلحات حدیث سے متعلق قواعد پر اعتماد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اخبار و روایات کی چھان بین کے لئے یہ صحیح ترین اور جدید علمی طریقہ ہے۔ (۳)

علم اصول حدیث کا موضوع

مقبول و مردود ہونے کے اعتبار سے سند و متن اس کا موضوع ہے۔ راوی اور روایت کو قبول کرنا یا رد کرنا' صحیح' حسن' ضعیف اور حدیث کی اقسام و شروط سے بحث کی جاتی ہے جن کا راوی اور مروی میں پایا جانا ضروری ہے (۴) اس کے تحت حسب ذیل اہم مباحث آتے ہیں:۔

(۱) حدیث کی نقل کی صورت و کیفیت اور یہ کہ وہ کس کا قول و فعل ہے۔

(۲) حدیث نقل کرنے کی شرائط اور یہ کہ اس کے حصول کی کیا صورت رہی ہے۔

(۳) سند و متن کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔

(۴) حدیث کی تمام اقسام کے احکام۔

(۵) راویان حدیث کے احوال کہ وہ لائق اعتبار و اعتماد ہیں یا نہیں۔

(۶) راویان حدیث کے حق میں معتبر شرائط۔

(۷) حدیث کی تصنیفات۔

(۸) جرح و تعدیل کے ضوابط
(۹) فن حدیث کی اصطلاحات (۵)

مصطلح الحدیث کے فن میں بتایا جاتا ہے کہ کس حدیث میں علت یا اضطراب ہے؟ حدیث کو رد کس لئے کیا جاتا ہے؟ اور دوسری روایات سے شواھد حاصل کرنے کی ضرورت کن احادیث میں ہوتی ہے؟ اور حدیث کے سماع اور اس کے ضبط و تحمل کی کیفیت کیا ہے؟ محدث و طالب حدیث کے کون سے آداب ضروری ہیں؟

یہ قواعد تین صدیوں تک غیر منضبط رہے۔ بعد میں جب دیگر علوم اسلامیہ مدون ہوئے تو ان کو بھی جداگانہ تصانیف میں جگہ دی گئی۔ (۶)

علم اصول حدیث کے فوائد۔

۱۔ صحیح اور غلط میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔
۲۔ مقبول و مردود کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔
۳۔ لائق عمل اور غیر لائق عمل احادیث میں فرق کیا جا سکتا ہے۔ (۷)

علم اصول حدیث کا ارتقاء

علم اصول حدیث کو مندرجہ ذیل ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. دور اول: پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک
2. دور ثانی: چوتھی صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک
3. دور ثالث: ساتویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک
4. دور رابع: گیارھویں صدی ہجری سے عصر حاضر تک

الف: دور اول

پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک

تمام کائنات میں مسلمانوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کریم ﷺ کے احوال و آثار کو محفوظ رکھنے میں بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کی کوئی معمولی سی بات ہی کیوں نہ ہو' آپ کے رفقاء نے اس کی جملہ تفصیلات کو نقل کیا۔ یہ نقل و روایت کا عمل غیر محتاط نہیں تھا۔ اول روز سے ہی اس معاملے میں احتیاط پیش نظر رکھی گئی۔ آنحضور ﷺ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ ﷺ کی تمام باتوں اور تمام اعمال کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے اور گھر جاتے تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ ﷺ کے تمام اعمال وارشادات اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتیں۔

حضور ﷺ کی احادیث ابتداء ہی سے غیر مرتب نہیں تھیں بلکہ ہر سننے والا عقیدت کی بناء پر انہیں محفوظ کر لیتا اور نہایت احتیاط سے کام لیتا۔ اور یہی احتیاط آگے چل کر محدثین کا طرہ امتیاز بنی اس علم کے اصول و قواعد قرآن و حدیث سے اخذ کئے گئے ہیں اور عہد نبوی و عہد صحابہ میں معروف رہے ہیں (۸)۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

﴿ یاایھاالذین آمنو ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ﴾ (۹)

"لوگو! اگر کوئی بد کردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔"

اور ارشاد نبوی ہے کہ ا

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو مسرور و شاد رکھے جو ہم سے کچھ سنے اور جیسا سنے ویسا ہی دوسروں تک پہنچا دے۔ اس لئے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک کوئی بات پہنچائی جائے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتے ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں!

اس لئے کہ بہت سے علم کے حاملین ان لوگوں تک علم کی بات پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ علم و سمجھ رکھتے ہیں اور بعض علم و فقاہت کی بات جاننے والے خود فقیہ نہیں ہوتے۔(۱۰)

البتہ باقاعدہ علم و فن کی صورت جیسے دوسرے اسلامی علوم و فنون کی بعد میں ہوئی اس کے حق میں بھی ہوا۔ اور ایک زمانے تک اس کے بھی سیکھنے اور نقل کا سلسلہ زبانی ہی جاری رہا پھر جمع و تصنیف کی نوبت آئی۔

ابتدائی عہد میں معروف و معمول بہ قواعد نے فن کے دوسرے اصول و قواعد اور مباحث کی طرف رہنمائی کی تو بتدریج موجودہ صورت سامنے آئی۔ مثلاً مذکورہ بالا ارشاد خداوندی کی بنا پر کسی حدیث کے اعتبار کے لئے اسناد کی ضرورت محسوس کی گئی اور اسے ضروری قرار دیا گیا۔ ابن سیرین کا مقولہ ہے:

﴿لم یکونوا یسئلون عن الاسناد حتی وقعت الفتنة فلما وقعت نظروا من کان من اھل السنة و من کان من اھل البدع ترکوا حدیثه(۱۱)

”وہ اسناد کے متعلق فتنہ کے وقوع سے قبل سوال نہ کرتے تھے جب فتنہ واقع ہوا تو دیکھتے تھے کہ اہل سنت کون ہے اور اہل بدعت کی احادیث چھوڑ دیتے تھے۔“

حافظ ذہبی (ت ۷۴۸ھ) نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احوال میں لکھا ہے۔

وکان اول من احتاط فی قبول الاخبار(۱۲)

(وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قبول اخبار میں احتیاط سے کام لیا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وھو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وبما کان یتوقف فی خبر الواحد اذا ارتاب (۱۳)

(انہوں نے محدثین کے لئے روایت میں جانچ پڑتال کا طریقہ وضع کیا۔ اور جب انہیں شک ہوتا تو خبر واحد کو قبول کرنے میں توقف سے کام لیتے حضرت علیؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ذہبی لکھتے ہیں۔

”عن علی بن ربیعة عن اسماء بن الحکم انفراری انه سمع علیا یقول:
کنت اذا سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم حدیثا نفعنی الله بما
شاء ان ینفعنی منه وکان اذا حدثنی عنه غیره استحلفته فاذا حلف
صدقته‘ وحدثنی ابوبکر وصدق ابو بکر قال سمعت رسول الله صلی
الله علیه وسلم یقول ما من عبد مسلم یذنب ذنبا ثم یتوضأ ویصلی
رکعتین ثم یستغفر الله الا غفر الله له۔“(۱۴)

(علی بن ربیعہ سے روایت ہے وہ اسماء بن الحکم الفراری سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے فرماتے سنا۔ جب میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی
حدیث سنتا تو اللہ جو چاہتا مجھے نفع دیتا۔ جب آپ ﷺ سے کوئی اور حدیث
مجھے بیان کرتا تو میں اس سے حلف طلب کرتا۔ جب وہ حلف اٹھالیتا تو میں اس
کو سچا سمجھتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مجھے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ فرمایا۔
انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا جب کوئی مسلمان آدمی
گناہ کرتا ہے پھر وضو کرتا ہے اور دو رکعت نماز پڑھتا ہے پھر استغفار کرتا ہے‘
تو اس کو اللہ بخش دیتا ہے۔)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے اگر خود آنحضرت ﷺ سے حدیث نہ
سنی ہوتی تو کسی سے سنتے ہوئے اس سے حلف لیتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو ان پر
یقین نہ ہوتا تھا کیونکہ تمام صحابہ کرامؓ سچے لوگ تھے بلکہ ان کو اطمینان قلب اس طرح
سے ہوتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جب حضرت علیؓ سنتے تو ان سے حلف نہ لیتے
کیونکہ ان کو ایسا کہنا انہیں خود معیوب لگتا تھا کیونکہ صدیقؓ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا
ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ قول معروف ہے:

ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذونه (۱۵)

(یہ علم دین ہے آپ غور کریں کہ آپ یہ کس سے حاصل کر رہے ہیں) یہی قول
ابن سیرین سے بھی منقول ہے۔ ان حضرات کی احتیاط صحابہ پر کسی عدم اعتماد کا نتیجہ نہیں
تھی کیونکہ یہ سب لوگ صحبت رسول ﷺ کے فیض یافتہ تھے۔ یہ احتیاط پسندانہ روش

تھی کہ آنحضور ﷺ کی طرف سماع و فہم کی غلطی سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ اکثر صحابی روایت کرتے وقت حضور اکرم ﷺ سے مروی یہ قول پیش نظر رکھتے۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (۱۶)

(جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالینا چاہیے۔)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو آنحضور ﷺ کے بہت قریب تھے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام عادل ہیں (۱۷) اور ان کی عدالت پر کسی کو شبہ نہیں' ان کی عظمت اور شرف کے باعث انہیں جرح و تعدیل کا موضوع نہیں بنایا جا سکتا جہاں تک تابعین کا تعلق ہے' وہ محترم ضرور ہیں لیکن ان کی روایات کی جانچ پڑتال کی جا سکتی ہے(۱۸)۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سانحہ سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے متقدمین کی اصطلاح میں "دور فتنہ" کہا جاتا ہے۔

اس دور میں بدعات کا آغاز ہوا اور لوگوں نے جھوٹی حدیثیں گھڑنا شروع کر دیں۔ چنانچہ علماء نے حدیث کی حفاظت کا اہتمام کیا۔ یہی وہ دور ہے جب حدیث کے سلسلے میں اسناد اور رواۃ کے حال پر زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ امام مسلم نے اپنی "الصحیح" کے مقدمہ میں اور امام ترمذی نے "العلل" میں محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے۔

لم یکونوا یسئلون عن الاسناد فلما وقعت الفتنۃ قال سموا لنا رجالکم فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع لا یوخذ حدیثھم۔(۱۹)

(وہ اسناد کے متعلق سوال نہ کرتے تھے جب فتنہ وقوع پذیر ہوا تو انہوں نے کہا ان آدمیوں کے نام لو جن کو اہل سنت سمجھا جاتا تھا ان کی احادیث قبول کی جاتی تھیں اور جنہیں اہل بدعت سمجھا جاتا تھا ان کی احادیث قبول نہیں کی جاتی تھیں ش صحابہ نے لوگوں کو راویوں سے حدیث اخذ کرنے میں احتیاط کی تلقین کی اور صرف ان ہی افراد سے حدیث قبول کرنے کی ترغیب دی جن کے دین اور حافظے پر انہیں اعتماد ہو۔ اس طرح اہل علم میں ایک قاعدہ ہوا جس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

"بلاشبہ یہ احادیث دین ہی تو ہیں سو تمہیں ضرور جاننا چاہیئے کہ تم کس سے اخذ کر رہے ہو۔ ۲۰)۔

اسی نقطہ نظر نے جرح و تعدیل کے اصول کو جنم دیا جو اصول حدیث کی اساس ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (۲۱) حضرت عبادہ بن الصامت (۲۲) اور حضرت انس بن مالک (۲۳) وغیرہ نے رجال کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ گو اس کی حیثیت بالکل ابتدائی تھی۔

تابعین میں سے سعید بن المسیب (۲۴) عامر الشعبی (۲۵) اور ابن سیرین (۲۶) وغیرہ نے رجال کی تحقیق کے سلسلے میں اس طریق کار کو آگے بڑھایا۔ پھر اہل علم نے اخذ حدیث کے طریقے اور اصل ماخذ تک پہنچنے میں پوری تگ و دو سے کام لیا۔ اسناد کی جانچ پڑتال اور طلب حدیث کے طویل سفر کے نتیجے میں ایک راوی کی روایت کا دوسرے راوی کی روایت سے موازنہ کیا گیا اور اس طرح موضوع و ضعیف کی معرفت حاصل کی گئی۔ نتیجتاً صحیح و سقیم، محفوظ اور غیر محفوظ احادیث کے درمیان تمیز کا سلسلہ شروع ہوا۔ قرن اول ہی میں حدیث مرفوع، موقوف، متصل اور مرسل کی اصطلاحیں مستعمل ہونا شروع ہو گئیں۔

دوسری صدی ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ (۲۷) کی مساعی سے تدوین حدیث کا کام شروع ہوا تو امام المحدثین محمد بن مسلم بن شہاب الزہری (۲۸) نے جمع احادیث اور روایات کے سلسلے میں اصول و قواعد منضبط کئے حتیٰ کہ بعض علماء نے انہیں علم مصطلح الحدیث کا موجد قرار دیا ہے۔ (۲۹)

صحابہ اور تابعین کے دور تک اسناد واضح اور مختصر تھیں لیکن دوسری صدی کے اواخر میں یہ سلسلہ طویل ہو گیا۔ اور اس میں غیر محکم عناصر بھی شامل ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث کی روایت اور راویوں کا مکمل علم اور متن حدیث کی صحیح پہچان مشکل مسئلہ بن گئی۔ چنانچہ اس عہد میں کچھ خصوصی قواعد و ضوابط اور احادیث کی صحیح حیثیت متعین کرنے کے لئے اصول بنائے گئے۔

تیسری صدی ہجری تدوین حدیث کا سنہری دور کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس عہد میں علوم احادیث مستقل بنیادوں پر کتابیں مرتب کی گئیں۔ مثلاً "علم الحدیث الصحیح" علم الاسماء والکنی

وغیرہ اور علماء نے ہر موضوع پر تصنیفات مرتب کیں مثلاً یحیی ابن معین نے "تاریخ رجال" لکھی (۳۰) محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) (۳۱) نے الطبقات' اور احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) (۳۲) نے "العلل" اور "الناسخ والمنسوخ" مرتب کیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ ۲۳۴ھ (۳۳) نے مختلف فنون پر سو کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ علوم حدیث کی تدوین میں ہر علم پر خصوصی کام ہوتا رہا لیکن اس کے مجموعے کے لئے علوم الحدیث کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی حتیٰ کہ تمام علوم کو مخصوص مؤلفات میں جمع کر دیا گیا اور اسے علوم الحدیث کا نام دیا گیا۔ علوم گو جمع کا صیغہ ہے لیکن اسے مفرد کے طور پر خاص علم کے لئے استعمال کیا گیا ہے جسے ہم مصطلح الحدیث بھی کہتے ہیں جیسا کہ حافظ العراقی اور السیوطی نے کہا ہے۔ (۳۴)

عراقی اور سیوطی نے لکھا ہے کہ اس کے لئے "علم الحدیث درایہ و علم الحدیث روایہ" کی اصطلاح بھی استعمال کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ علماء نے حدیث کے علوم پر اور بھی عمدہ کتب تالیف کی ہیں۔ حدیث کی اصطلاح پر جس شخصیت کو پہلی کتاب لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے محدث قاضی ابو محمد رامہرمزی ہیں (۳۵) روایت حدیث' مباحث و مسائل کے اس مجموعے کو کہتے ہیں جن سے راوی اور مروی کا حال قبولیت یا عدم قبولیت کی حیثیت سے جانا جاتا ہے(۳۶)۔

روایت حدیث کے علم کو "علم اصول حدیث" بھی کہتے ہیں (۳۷) حدیث نبویؐ کی حفاظت کا اہتمام کرنا اس وقت تک بیکار ہے۔ جب تک کہ درایت حدیث پر غور و فکر نہ کیا جائے۔ درایت حدیث ہی وہ فن ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے اعمال و افعال کا تاریخی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اور متن حدیث کی پوری چھان پھٹک کی جاتی ہے

علم درایت کا حدیث نبوی سے وہی تعلق ہے جو کہ تفسیر کے علم کا قرآن سے ہے۔ حدیث کے ابتدائی دور میں درایت حدیث کا علم اپنی ایک علیحدہ حیثیت رکھتا تھا۔ جب تصنیف و تالیف کا دور آیا تو ہر عالم نے علیحدہ علیحدہ موضوع اپنا لیا۔ اس طرح درایت حدیث سے متعلق علوم کئی قسموں میں بٹ گئے۔ لیکن "علوم الحدیث" کا نام ان سب قسموں کا احاطہ کر لیتا ہے (۳۸)۔

حدیث کا علم بہت وسیع ہے اور اس کی بہت زیادہ اقسام ہیں۔ کہیں ناسخ و منسوخ

احادیث سے بحث ہوتی ہے کیونکہ ہماری شریعت میں ناسخ و منسوخ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مانَنسخ من آیۃاو ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا﴾ (۳۹)

چنانچہ جب دو ایسی حدیثیں جمع ہو جائیں جن میں اختلاف ہو اور ان میں کسی طرح بھی تاویل ممکن نہ ہو' جب ان دونوں کے بارے میں صحیح طور پر معلوم ہو کہ ایک پہلے ارشاد فرمائی اور دوسری بعد میں ارشاد فرمائی تو بعد والی کو ناسخ جانیں گے امام زہری کہتے ہیں کہ جس کی تحقیق نے فقہا کو تھکا دیا وہ ناسخ و منسوخ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اس فن میں کمال حاصل تھا۔ (۴۰)

علم حدیث میں سند حدیث پر غوروخوض کیا جاتا ہے۔ اور وہ حدیثیں جن کی سندیں تمام شرائط پر پوری اترتی ہوں وہ قابل قبول سمجھی جاتی ہیں۔ ورنہ پھر رد کر دی جاتی ہیں۔ پھر اعلیٰ اور ادنیٰ حدیثوں میں بھی فرق کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے آئمہ حدیث نے مختلف اصطلاحات مقرر کی ہیں۔ یعنی کوئی حدیث صحیح' کوئی حسن و ضعیف اور کوئی مرسل و منقطع ہے۔ اور کوئی شاذ اور غریب وغیرہ۔ زمانہ سلف یعنی صحابہ و تابعین کے عہد میں راویان حدیث کے تمام حالات آئینہ کی طرح صاف اور واضح تھے۔ چنانچہ ان پر شک و شبہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اس وقت راویان حدیث کے بڑے مراکز حجاز' بصرہ' کوفہ' مصر اور شام تھے۔ لیکن حجاز والوں نے حدیث کی سند کے لئے جو شرائط مقرر کر رکھی تھیں۔ ان کو سب سے زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی مجہول راوی یا جھوٹے راوی یا جس میں کوئی شک و شبہ ہو اس کی روایت قبول نہیں کرتے تھے۔ صحابہ و تابعین کے بعد حجاز میں یہ سلسلہ حضرت امام مالکؒ سے چلتا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے شاگردوں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگوں نے آپ کی جگہ لے لی۔ اسلاف صحیح و ضعیف حدیث میں بہت چھان بین کرتے تھے۔ اور نہایت باریک بینی سے صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے چھانٹ کر رکھ دیتے تھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موطا لکھی(۴۱) اس کی ترتیب فقہی ابواب پر رکھی۔

محمد بن اسماعیل بخاری اپنے زمانہ کے امام المحدثین تھے۔ آپ نے ایک سند صحیح

ترتیب دی جس سے آپ نے حجازی' ایرانی اور شامی تمام طریقوں کو یکجا کر دیا۔ کیونکہ ان تمام علاقوں میں سند کو ترتیب دینے کے لئے مختلف اصول اور طریقے اختیار کئے گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان تینوں علاقوں کے اصولوں کو ملا کر ایک ہی طریقہ اختیار کیا اور صرف ان حدیثوں کو قلمبند کیا۔ جن کی صحت کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق تھا اور وہ حدیثیں جن کے بارے میں علماء کا اختلاف تھا' آپ نے ان کو نہیں چھیڑا۔ امام بخاریؒ کے بعد امام مسلم بن حجاج القشیری نے بھی صرف ان حدیثوں کو قلمبند کیا جن کی صحت کے بارے میں تمام علماء کا اجماع تھا (۴۲) آپ نے اپنی کتاب کی ترتیب میں ابواب مقرر نہیں کیے بلکہ امام نووی نے اس کی باب بندی کی (۴۳) لیکن بہت سی احادیث ایسی تھیں' جو صحیح ہونے کے باوجود تحریر ہونے سے رہ گئیں۔ چنانچہ بعد میں آنے والے دوسرے علماء کرام نے ان صحیح احادیث کو جو رہ گئیں تھیں اپنی مختلف کتابوں میں ضبط کیا۔ مثلاً امام ابوداؤد بجستانی' امام ابو عیسیٰ ترمذی' امام ابو عبدالرحمٰن نسائی' نے اپنی اپنی سنن میں ان کو جگہ دی۔ چنانچہ صحیح احادیث میں اضافہ ہو گیا۔ اور ان بزرگوں نے ان تمام شرائط کو بھی ملحوظ رکھا جن کی بنا پر کوئی حدیث مقبول ٹھہرتی ہے۔ انہی بزرگوں کی پانچ تصانیف ہیں جو امہات کتب حدیث کہلاتی ہیں کیونکہ بعد میں جو کتابیں تصنیف کی گئیں۔ وہ ان پانچ کتابوں سے مستفید ہو کر لکھی گئیں۔ چنانچہ اصل واصول یہی کتابیں ہیں۔ چنانچہ ان تمام شرائط اور اصطلاحات کا ذکر جس علم میں آئے وہ علم حدیث کہلاتا ہے۔

اولین اصحاب فن

صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ 'حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اکابر تابعین میں امام شعبیؒ سالم بن عبداللہ بن عمرؒ' ابن المسیبؒ' اور ابن سیرینؒ اور امام زہریؒ وغیرہ۔ اصاغر تابعین اور تبع تابعین میں شعبہؒ' مالکؒ اور معمرؒ وغیرہ' ان کے بعد ابن مبارکؒ' ابن عیینہؒ' پھر یحییٰ بن سعید القطانؒ' علی ابن المدینیؒ' ابن معینؒ' احمد بن حنبلؒ' پھر امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' ابو زرعہؒ' ابو حاتمؒ اور ان کے بعد ترمذیؒ و نسائیؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ بھی اس فہرست میں شامل ہیں(۴۴)

دور ثانی

(چوتھی صدی ہجری تا چھٹی صدی ہجری)

اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں فن حدیث کی کوئی مستقل درجہ بندی نہ تھی اور بقول ابن ملقن اس کی دو سو سے زیادہ قسمیں پائی جاتی تھیں (۴۵) چوتھی صدی ہجری میں جب تمام علوم کی باقاعدہ تدوین ہونے لگی اور اصطلاحات سازی کا کام ہونے لگا۔تو علماء نے بڑی عرق ریزی اور محنت سے ان بکھری ہوئی اصطلاحات کو ایسی کتب میں جمع کر دیا جو بعد میں ایک مرجع کی حیثیت اختیار کر گئیں اس سلسلہ میں جو جامع تصانیف سب سے پہلے منظر شہود پر آئیں وہ یہ ہیں:

(۱) المحدث الفاصل بین الراوی والواعی

قاضی ابو محمد الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی (ت ۳۶۰ھ / ۹۷۰ء) کی اصطلاح حدیث پر پہلی کتاب ہے۔ اس سے قبل یا اس زمانے میں اس موضوع پر اور کوئی کتاب نہیں لکھی گئی مؤلف نے اس کتاب میں راوی اور محدث کے آداب' تحمل حدیث اور صیغ اداء کے طریقے بیان کئے ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

لکنه لم یستوعب (اس کتاب نے پورا احاطہ نہیں) یہ کتاب فن اصطلاح حدیث کے بہت سے مسائل پر حاوی ہے (۴۶)۔ اس کتاب کو رامہرمزی نے اپنے طلباء کو املاء کرایا ان سے کثیر تعداد میں لوگوں نے سنا اور نسل در نسل یہ کتاب علماء حدیث نقل کرتے رہے۔جب بھی کسی کتاب میں ذکر ہو کہ رامہرمزی نے کہا یا ابن خلاد نے کہا تو اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ "المحدث الفاصل" میں بیان کیا گیا اس کتاب کی بڑے بڑے محدثین حافظ الذھبی اور ابن حجر وغیرہ نے بہت تعریف کی ہے اس میں علم حدیث اور راویوں کا مقام' طلب حدیث میں نیت' اوصاف طالب حدیث' عالی اور نازل' طلب حدیث میں سفر' ایسے لوگ جو اپنے اجداد کے ساتھ منسوب ہیں' یا جن کے نام متفق ہیں یا

جو کنیتوں سے معروف ہو گئے ہیں ان کے ناموں کو اچھی طرح ضبط کیا گیا ہے۔ پھر سماع حدیث کی تفصیل ہے بعد ازاں درایت کی فصل بہت اہم ہے۔

(۲) معرفۃ علوم الحدیث

اس فن کے اول مؤلف رامہرمزی کے بعد حاکم ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشا پوری (۳۰۱ ۔ ۴۰۵ھ / ۹۳۳ ۔ ۱۰۱۴م) ہیں۔ حاکم نے اس فن پر دو کتابیں لکھی ہیں۔ ایک "معرفۃ علوم الحدیث" ہے یہ کتاب علماء میں مشہور ہے۔ "معرفۃ علوم الحدیث" میں بعض چیزیں زائد ہیں لہٰذا کانٹ چھانٹ اور تعلیق و تصحیح کی محتاج ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا:

لکنہ لم یھذب ولم یرتب

(نہ تو اس کتاب کی تہذیب کی گئی نہ ہی اسے ترتیب دیا گیا) (۴۷) یہ فن علوم الحدیث کی دوسری معروف کتاب ہے اس میں امام حاکم نے حدیث کی ۵۲ انواع ذکر کی ہیں جن میں اہم درج ذیل ہیں:

معرفة عالی و نازل' المسانید' الموقوفات' المنقطع' المسلسل' المعضل' المدرج' الصحابة' تابعین و اتباع التابعین' معرفة الاکابر' اولاد الصحابة' الجرح والتعدیل' فقه الحدیث' ناسخ الحدیث و منسوخه' مشیور' غریب' مدلسین' علل الحدیث' مذاکرة الحدیث' معرفة التصحیفات' معرفة الاخوة والاخوات' انساب المحدثین' القاب المحدثین اور جماعة من الراوة لم یحتج بحدیثهم وغیرہ ہیں۔

ان کی دوسری کتاب کا نام "کتاب العلل" ہے۔

۳۔ المستخرج

اس کتاب کے مؤلف ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۳۳۶ ۔ ۴۳۰ / ۹۴۸ ۔ ۱۰۴۰) ہیں فن اصطلاحات احادیث کے جو مسائل حاکم سے رہ گئے تھے' انھیں ابو نعیم نے اپنی اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب حافظ ابن حجر کے بقول نامکمل تھی اسی وجہ سے اس کا نام المستخرج بھی پڑ گیا وہ اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ "ابقی اشیاء للمتعقب (انہوں نے آنے والوں کے لئے اس کتاب میں بہت سی چیزیں چھوڑی ہیں)

(۴۸) اس کتاب کا ایک مخطوط مکتبہ کو برلی میں موجود ہے (ترکی)

(۴) الکفایہ فی اصول علم الروایہ

یہ کتاب عظیم محدث، حافظ المشرق ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۳۹۲ ـ ۴۶۳ھ / ۱۰۰۲ ـ ۱۰۷۰ء) (۴۹) نے لکھی۔ یہ کتاب اصول حدیث کی کتب میں نہایت اہم مقام کی حامل ہے اور فن کے مسائل پر حاوی کتاب ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خطیب بغدادی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "وقل فن من فنون الحدیث الا وقد صنف فیه کتابًا مفردا" (مصطلح الحدیث کے ہر فن میں خطیب نے مستقل کتاب لکھی شاذ ہی کوئی فن رہ گیا ہوگا)اس میں اہمیت حدیث قرآن کی سنت میں تخصیص، خبر متواتر اور آحاد' راوی کے احوال کی جانچ پڑتال اور تزکیہ' عدالت صحابہ' صحابی کی پہچان' صحت سماع صغیر' صفات محدث' جرح و تعدیل کی تفصیل' اس آدمی کی حدیث کا حکم جو حدیث رسول کے علاوہ جھوٹ بولتا ہو' اہل بدعت سے روایت لینا اور اس کا حکم' احادیث احکام میں تشدد' ایسے راوی جن کی روایت کو رد کیا جائے' روایت لفظی اور روایت بالمعنی کا حکم' سماع حدیث کے طریقے' انواع الاجازہ' تدلیس کے احکام' مرسل کا حکم خصوصاً مرسل سعید بن المسیب اور حدیث کی کتب میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ کا ذکر ہے' یہ اختصار سے لکھا گیا ہے اس کتاب میں عام طور پر سند کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔

(۵) الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع (۵۱)

یہ خطیب بغدادی کی اصول حدیث پر دوسری کتاب ہے۔ خطیب کے بارے میں حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں "ان سب کے بعد خطیب ابوبکر کا دور آیا تو انہوں نے قوانین روایت میں "کتاب الکفایہ" اور "آداب میں الجامع لاداب الشیخ" لکھی اس میں شک نہیں کہ خطیب کی نسبت ابوبکر بن نقطہ کا یہ قول درست ہے "خطیب کے بعد جتنے لوگ گزرے ہیں۔ سب ان کی کتابوں کے محتاج ہیں "کل من انصف علم ان المحدثین بعد الخطیب عیال علی کتبه (۵۲) اس کتاب میں خطیب بغدادی نے تفصیل کے ساتھ راوی اور محدث کے آداب بیان فرمائے ان میں بعض درج ذیل ہیں:

راوی اور سامع کے اخلاق شریفہ' اہل خانہ کے لئے رزق حلال سے کسب' علم حدیث کے لئے ترک تزویج' اسناد عالی' اساتذہ کا انتخاب' حدیث کی طلب میں جلدی' محدث کے پاس جانے کے آداب' تعظیم محدث' ادب سماع' ادب سوال محدث' محدث سے حفظ کی کیفیت' تدوین حدیث' آلات نسخ' تحسین خط' ایسے آدمی کو حدیث سنانے کی ممانعت جو نہ چاہتا ہو' محدث کا طلباء کی عزت کرنا' محدث کا بادشاہوں کے اموال کی قبولیت سے بچنا' حدیث بیان کرتے وقت آداب زیب زینت وغیرہ' محدث کا گفتگو میں ہمیشہ سچ بولنا' محدث کا اپنے حفظ سے بیان کرنا' شاگرد کا محدث کی تعریف کرنا' حدیث بیان کرتے وقت ابتدا میں آداب' علم حدیث کے لئے سفر کرنا' حفظ حدیث کی ترغیب اور مذاکرہ (اپنے ہم جماعتوں سے) وغیرہ (۵۳)

(۶) الالماع الی معرفۃ اصول الروایہ و تقیید السماع

یہ کتاب قاضی عیاض بن موسی الیحصبی (۴۷۶ - ۵۴۴ھ / ۱۰۸۳ - ۱۱۴۹ء) کی نہایت مفید تالیف ہے (۵۴) اس کی ابتدا میں یہ ہے کہ کسی نے ان سے کہا کہ وہ اختصار سے معرفت ضبط' تقیید السماع والروایات' اور درایت وغیرہ پر تبصرہ کریں تو انہوں نے اس کا جواب اس کتاب کی صورت میں دیا ہے۔ اس میں انہوں نے طلب علم حدیث کا وجوب' شرف علم الحدیث' شرف اہلہ' و آداب طالب حدیث' سماع اور اس کے آداب' طلب حدیث میں اخلاص نیت' اور انواع اخذ و نقل اور روایت کی قسمیں' الوصیہ بالکتاب' خط' تقیید الضبط والسماع' الکتابہ' روایت باللفظ و روایت بالمعنی وغیرہ کے عنوانات پر تبصرہ کیا ہے۔

(۷) مالا یسع المحدث جھلہ

اس کے مؤلف ابو حفص عمر بن الجید المیانجی (۵۸۱ھ / ۱۱۸۴ء) ہیں (۵۵) ابو حفص اپنے دور کے بڑے مشہور محدث ہیں۔ یہ ایک نہایت مختصر کتاب ہے ابتدا میں علم کی فضیلت میں احادیث لکھی ہیں' اگرچہ ان کا درجہ ثقاہت سے گرا ہوا ہے پھر علم حدیث کی فضیلت' اس کی کتابت احادیث کی رو سے' پھر حدثنا اور اخبرنا میں فرق اور بعد ازاں اجازہ

اور مناولہ کے متعلق تفصیل ہے پھر ایک باب فی اللحن ہے جس میں حدیث ''نضر اللہ امرءً'' لکھی ہے پھر باب من یروی عنہ و من لا یروی عنہ ہے۔

دور ثالث

(ساتویں صدی ہجری تا دسویں صدی ہجری)

اس دور میں علم اصول حدیث نے بہت زیادہ ترقی کی۔ بڑے بڑے محدثین نے پچھلی کتابوں کو سامنے رکھ کر محنت سے فن اصول حدیث کی مزید کتب مرتب کیں۔ یہ لوگ علم حدیث کے حفاظ تھے انہوں نے گزشتہ تمام کتب کو بالاستیعاب دیکھا اور ان کو سامنے رکھ کر اپنی کتب مرتب کیں۔ ان میں گزشتہ معروف محدثین کے حوالے بھی ہیں ان میں درج ذیل کتب معروف ہیں:

(۸) انواع علوم الحدیث

مؤلف: قاضی القضاۃ احمد بن خلیل بن سعادۃ (م ۶۳۷ھ) (۵۶)

(۹) علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح۔

یہ ابوعمرو عثمان بن الصلاح الشہر زوری (۵۷۷ ۔ ۶۴۳ / ۱۱۸۱ ۔ ۱۲۴۵م) کی کتاب ہے (۵۷) اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ حافظ ابن حجر مقدمہ ابن الصلاح کے متعلق فرماتے ہیں۔ ابن الصلاح جب مدرسہ اشرفیہ میں منصب تدریس حدیث پر فائز گئے تو انھوں نے معروف کتاب "مقدمہ" تالیف کر کے اس میں فنون حدیث کی اچھی تنقیح کی۔ لیکن چونکہ یہ کتاب حسب ضرورت وقتاً فوقتاً لکھی گئی تھی اس لئے اس کی ترتیب مناسب انداز پر نہ ہو سکی۔ تاہم ابن الصلاح نے چونکہ خطیب وغیرہ کی تصانیف میں جو متفرق مضامین تھے ان کو مجتمع کر کے اس کتاب میں اضافہ کر دیا اس لیے یہ کتاب جامع المتفرقات سمجھی جاتی ہے۔ علوم حدیث کی تمام انواع و اقسام اس میں آئی ہیں۔ بعض اہل علم نے اس کو نظم میں لکھا بعض نے اس کا اختصار لکھا بعض نے اس میں اضافے کئے اور بعض نے اس پر اعتراضات کئے تو بعض نے جوابات لکھے (۵۸) اس کے بعد ایسی کئی

کتب تالیف کی گئیں جو کسی نہ کسی اعتبار سے "مقدمہ ابن الصلاح" کے زیر اثر لکھی گئیں، ان کا ذکر ہو گا۔ ابن الصلاح نے علوم الحدیث کی ۶۵ انواع کو ذکر کیا ہے ان میں زیادہ معروف درج ذیل ہیں۔

صحیح، حسن، ضعیف، مسند، معضل، مرفوع، موقوف، مقطوع، مرسل، منقطع، متصل، معنعن، معلق، تدلیس، شاذ، منکر، الاعتبار، المتابعات، الشواهد، زیادات الثقات، مفرد، معلل، مضطرب، مدرج، موضوع، مقلوب، کیفیت سماع، انواع اجازة، کتابة الحدیث، کیفیت روایة الحدیث، معرفت آداب المحدث، آداب الطالب، عالی، نازل، مشهور، غریب، عزیز، غریب الحدیث، مسلسل، ناسخ و منسوخ، مصحف، مختلف الحدیث، معرفة الصحابة، معرفة الاسماء والکنی، القاب المحدثین، المؤتلف والمختلف، المبهمات، معرفة الثقات، الضعفاء اور معرفة اوطان الراوة۔

(۱۰) ارشاد طلاب الحقائق الی معرفہ سنن خیر الخلائق

اس کے مؤلف مشہور محدث امام محی الدین ابو زکریا یحیی بن شرف نووی (۶۳۱ ـ ۶۷۶ھ / ۱۲۳۳ ـ ۱۲۷۷ء) (۵۹) ہیں اس کے مخطوطات مکتبہ سلیمانیہ اور مکتبہ الظاہریہ (دمشق) میں موجود ہیں۔ یہ کتاب ابن الصلاح کی کتاب علوم الحدیث کا اختصار ہے اور اس میں نووی کے اضافے ہیں۔ مقدمہ میں النووی نے لکھا ہے۔

قصدت اختصار هذا الکتاب ورجوت ان یکون هذا المختصر احیاء لذکره وطریقا الی حفظه وزیادة الانتفاع به ونشره وابالغ انشاء الله تعالٰی فی ایضاحه باسهل العبارات۔

اس کتاب میں امام نووی نے علوم الحدیث کی ۶۵ انواع ذکر کی ہیں جو ابن الصلاحؒ نے لکھی ہیں صرف ان میں آسانی پیدا کی ہے ترتیب میں قدرے ردو بدل کی ہے لیکن اصل اقسام اسی طرح ہیں تشریح کرنے کے لئے ایسا کیا۔

(۱۱) التقریب والتیسیر لمعرفہ سنن البشیر والنذیر

اس کتاب کے مؤلف بھی امام نووی (م۶۷۶ھ) ہیں (۶۰) یہ مندرجہ بالا کتاب کا خلاصہ ہے جیسا کہ نووی نے خود ذکر کیا ہے:

هذا الكتاب اختصرته من كتاب الارشاد الذى اختصرته من علوم الحديث للشيخ الامام الحافظ المتقن ابى عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف ابن الصلاح'

اس کتاب میں بھی علوم الحدیث کی ۶۵ انواع ہی ذکر کی گئی ہیں لیکن یہ تمام نہایت مختصر ہیں۔

(۱۲) المختصر فی علم اصول الحدیث

مؤلف: علاء الدین علی ابن ابی الحزم القرشی المعروف بابن النفیس (م۶۸۷ھ) (۶۱)

(۱۳) القصیدہ الغرامیہ

مؤلف ابوالعباس احمد بن فرح بن احمد الاشبیلی (ت ۶۹۹ھ / ۱۲۹۹م) (۶۲) اصول حدیث پر منظوم کتاب ہے اس کی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

(۱۴) الاقتراح فی بیان الاصطلاح

مؤلف: ابوالفتوح محمد بن علی بن وھب بن مطیع المعروف ابن دقیق العید (م۷۰۴ھ) (۶۳) ابن دقیق نے اس کتاب کو نو ابواب میں تقسیم کیا ہے پھر ہر باب میں مختلف باتیں ہیں جن کا اس فن سے تعلق ہے۔ ابواب کے عنوانات یہ ہیں۔

الباب الاول فى الفاظ متداولة تتعلق بهذه الصناعة' الباب الثانى فى كيفية السماع والتحمل وضبط الرواية وآدابها' الباب الثالث فى آداب المحدث' الباب الرابع فى آداب كتابة الحديث' الباب الخامس فى معرفة العالى والنازل' الباب السادس فى معرفة بقايا من الاصطلاح سوى ما تقدم فى الباب الاول' الباب السابع فى معرفة الثقات' الباب الثامن فى معرفة الضعفاء' الباب التاسع فى ذكر اسماء ... الخ۔

ایک نسخہ دارالکتب المدینہ میں ہے' اس کتاب کے مخطوط کا ایک نسخہ میرے پاس ہے' جو میں نے برطانیہ سے حاصل کیا تھا۔ (ظفر)

(۱۵) رسوم التحدیث فی علم الحدیث

مؤلف: برھان الدین ابو محمد عبربن عمربن عبرالحلیق (م ۷۳۲ھ) (۶۴)

(۱۶) علوم الحدیث

مؤلف : ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ 'علوم الحدیث پر بہت عمدہ کتاب ہے اس میں کئی علمی نکات ہیں۔(م۷۲۸ھ)(۶۵)

(۱۷) المنھل الروی فی علوم الحدیث النبوی

مؤلف : بدرالدین ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن سعداللہ المعروف ابن جماعہ (م۷۳۳ھ) نے اپنی کتاب میں مقدمہ ابن الصلاح کے اختصار کے ساتھ اہم اضافے بھی کئے (۶۶) اس مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ (مصطلح الحدیث ۳۱۷ اور دوسرا مکتبہ اسکوریال میڈرڈ (۵۹۸) میں موجود ہے۔ یہ کتاب بھی دراصل مقدمہ ابن الصلاح کا خلاصہ ہے اور بعض اس میں اضافے ہیں جیسا کہ اس کے مقدمہ میں ابن جماعہ نے ذکر کیا ہے:

فجمعت فیه خلاصته محصوله' واخلیته من حشو الکلام وطوله' وقد انقل کلام بعض بنصه واحذف منه فی بعض حشو فصه' وزدته فرائد من الفوائد و زوائد القواعد وذکرت مسائله حیث ظننت انه اجدر بها' واولی المواضع بطلبها۔ الخ

(۱۸) اللطائف

مؤلف : ابن مندہ (م ۷۳۴ھ) (۶۷) کی کتاب کا ایک نسخہ مکتبہ الظاہریہ میں موجود ہے۔

(۱۹) الخلاصہ فی اصول الحدیث

مؤلف : ابوعبداللہ شرف الدین الحسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی (م۷۴۳ھ) (۶۸)

الخلاصہ کو الطیبی نے چار محدثین کی کتب سے استفادہ کر کے ترتیب دیا ہے جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے:

فهذه جمل في معرفة الحديث مما لا بد منه لطالب لا سيما من تصدى للتحديث' لخصته من كتاب الامام مفتى الشام شيخ الاسلام ابن الصلاح ومختصر الامام المتقن محى الدين النووى والقاضى بدرالدين يعرف بابن جماعة رضى الله عنهم' فهذبته تهذيباً' ونقحته تنقيحا' ورصفته ترصيفا انيقاً .... واضفت الى ذلك زيادات مهمة من جامع الاصول وغيره الخ۔

اس کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں بہت اہم باتیں ہیں پھر چار باب ہیں اور آخر میں ایک خاتمہ ہے ان تمام کی الگ الگ تفصیل ہے۔ مقدمہ میں علم حدیث کی فضیلت' اصطلاحات حدیث' متن' سند' متواتر' اور احاد وغیرہ کو زیر بحث لائے ہیں باب اول میں حدیث صحیح کی تعریف اور اس کے اوصاف کو مفصل بیان کیا ہے اس میں حسن' ضعیف' متصل' مرفوع' معنعن' معلق' شاذ اور منکر وغیرہ ہیں دوسرا باب اوصاف رواۃ پر ہے۔ تیسرا باب تحمل حدیث' طرق' نقل اور ضبط سے متعلق ہے۔ چوتھا باب اسماء الرجال اور طبقات علماء سے متعلق ہے۔ خاتمہ میں آداب شیخ و طالب حدیث کا بیان ہے۔

(۲۰) الموقظہ فی علم مصطلح الحدیث

اس کتاب کے مؤلف: ابو عبداللہ شمس الدین محمد ابن احمد الذہبی ۰م ۷۴۸ھ) ہیں (۶۹) محقق ابوغدہ کے بقول یہ کتاب دراصل "الاقتراح" کا خلاصہ ہے المقطوع کو مؤلف بھول گئے حالانکہ "اقتراح" میں موجود ہے اور بھی بعض چیزوں کا ذکر نہیں کیا جو کہ "اقتراح" میں ہیں شاید اختصار کی وجہ سے ایسا کیا ہو اس کتاب میں بعض بڑے علمی نکات ہیں۔

(۲۱) الهدایہ الی معالم علم الراویہ

مؤلف: شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد الجزری القرشی (۷۵۱ھ) (۷۰)۔

(۲۲) الھدایہ فی علوم الروایہ

اس نام سے الجزری (م۷۵۱ھ) (۷۱) نے اصول حدیث پر منظوم کتاب لکھی' شاید یہ پہلی کتاب ہی ہو۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف بغداد میں موجود ہے۔

(۲۳) اختصار علوم الحدیث

مؤلف : عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیرالمعروف ابن کثیر(م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲م) یہ بھی بعض مفید اضافوں کے ساتھ مقدمہ ابن الصلاح کا خلاصہ ہے (۷۲)۔ ابن کثیر کی کتاب کی شرح احمد محمد شاکر نے الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث کے نام سے لکھی جو نہایت ہی اعلی علمی شہ پارہ ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مقدمہ ابن الصلاح کا خلاصہ بعض اضافوں کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں:

وکان الکتاب الذی اعتنی بتھذیبه الشیخ الامام العلامة' ابو عمرو بن الصلاح تغمده الله برحمته من مشاھیر المصنفات فی ذلک بین الطلبة لھذا الشان وربما عنی بحفظه بعض المھرة من الشبان' سلکت وراءہ' واحتذیت حذائه واختصرت ما بسطه' ونظمت مافرطه۔

اس میں کل ۶۵ انواع ابن الصلاح کی طرح اختصار سے ذکر کی گئی ہیں۔

(۲۴) النکت الوفیہ بمافی شرح الالفیہ

مؤلف : ابراہیم بن عمرالبقاعی (م ۷۷۵ھ) (۷۳) یہ امام عراقی کی شرح پر حاشیہ ہے۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ الاوقاف (۴۹۱) بغداد میں ہے۔

(۲۵) النکت علی مقدمہ ابن الصلاح

مؤلف : بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی (م ۷۹۴ھ) مخطوطہ کا ایک نسخہ کوبرلی سرائے استنبول (رقم ۲۱۷۹)(۷۴) میں موجود ہے۔

(۲۶) کتاب الدرایہ فی معرفہ الروایہ

مؤلف : غیاث الدین ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ الربانی العقولی (م۷۹۷ھ) (۷۵)۔

(۲۷) معرفہ انواع الحدیث

مؤلف : مظہر الدین الحسینی ابن محمد الزید انی (م نویں صدی ہجری) (۷۶)

(۲۸) المقنع فی علوم الحدیث

مؤلف : سراج الدین ابو علی عمر بن علی بن احمد الانصاری المعروف ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) یہ کتاب مقدمہ ابن الصلاح کی تلخیص ہے (۷۷) مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ (رقم ۳۹۹) میں موجود ہے۔ اس کے مقدمہ میں ابن الملقن نے لکھا:

وقد وقع الاختیار بفضل اللہ وقوتہ علی تلخیصہ وتقریبہ وتنقیحہ وتہذیبہ، مع زیادات علیہ مہمۃ، وفوائد جمۃ، لا تلغی مطردۃ ولا تکاد توجد فی الکتب المشہورۃ، من اللہ تعالٰی بالوقوف علیہا، وتفضل بافادۃ المتشوقین الیہا الخ۔

اس کتاب کو ابن ملقن نے بڑے اچھوتے انداز میں تحریر کیا ہے سمجھنے کے لئے نہایت آسان ہے۔

(۲۹) التذکرہ فی علوم الحدیث

مؤلف : ابن الملقن (م ۸۰۴ھ)(۷۸) نہایت مختصر کتاب ہے۔

(۳۰) محاسن الاصطلاح فی تضمین کتاب ابن الصلاح

مؤلف : الحافظ عمر بن ارسلان الکنانی البلقینی المصری الشافعی (م ۸۰۵ھ)(۷۹) اس مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ کوبرلی استنبول اور ایک برلن میں بھی موجود ہے۔

(۳۱) الفیہ الحدیث

الحافظ عبدالرحیم بن الحسین العراقی (۷۲۵ - ۸۰۶ھ) (۱۳۲۵ - ۱۴۰۴م) (۸۰)الفیہ الحدیث میں عراقی نے مقدمہ ابن الصلاح کو منظوم کیا ہے اس میں ایک ہزار دو شعر ہیں۔

لخصت فيها ابن الصلاح اجمعه .... و زدتها علماً تراه موضعه

نہایت ہی اچھے انداز میں یہ کتاب لکھی گئی تھی اس کے شعروں کو یاد کرنا بھی آسان ہے۔

۳۲۔ نظم الدرر فی علم الاثر

مؤلف : الحافظ عبدالرحیم بن الحسین العراقی (م ۸۰۶ھ) نے مقدمہ ابن الصلاح کو نظم کیا (۸۱)۔

۳۳۔ المورد الاصفاء فی علوم حدیث المصطفیٰ

مؤلف : شمس الدین محمد ابن عبدالرحمن بن عبدالخالق البرسنی۔ (م۸۰۸ھ) (۸۲)۔

(۳۴) المختصر لمعرفہ علوم الحدیث للجرجانی

مؤلف السید علی بن محمد بن علی المعروف الشریف الجرجانی (م ۸۱۶ھ) (۸۳) ہیں یہ کتاب، الطیبی کے الخلاصہ پر مبنی ہے۔

(۳۵) ظفر الامانی

عبدالحی لکھنوی (م۱۳۰۴ھ) نے المختصر لمعرفہ علوم الحدیث للجرجانی کی یہ شرح لکھی ہے (۸۴)۔

(۳۶) ارجوزۃ فی المصطلح

مؤلف : مشہور لغوی محمد بن یعقوب الفیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) (۸۵) ہیں۔ اس مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ (رقم ۵ مجامع) قاہرہ میں موجود ہے۔

(۳۷) شرح قصیدۃ الاشبیلی

عزالدین محمد بن ابی بکر الکنانی الحموی الشافعی المعروف بابن جماعہ (م ۸۱۹ھ) (۸۶) نے القصیدہ الغرامیہ کی شرح لکھی ہے۔

(۳۸) تنقیح الانظار فی علوم الاثار

مؤلف: محمد بن ابراہیم المشہور بابن الوزیر (م ۸۴۰ھ) (۸۷)۔

(۳۹) توضیح الافکار

مؤلف الامیر محمد بن اسماعیل بن صلاح المعروف بالامیر الصنعانی (م ۱۱۸۲ھ) صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام (۸۸) نے یہ تنقیح الانظار کی شرح لکھی۔

(۴۰) نخبہ الفکر اور اس کی شرح نزھہ النظر

مؤلف: احمد بن علی المعروف الحافظ ابن حجر

العسقلانی (۷۷۳ - ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ - ۱۴۴۹ء) (۸۹)۔ حافظ ابن حجر سے پہلے اصول حدیث کی کتابوں میں ابن الصلاح کے افکار نظر آتے ہیں اور اسی کو نظم کیا جاتا رہا اور اس کی تشریح و تعبیر کے مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔ ابن حجر کی تصنیف کے بعد کا دور ''شرح نخبہ الفکر'' کا دور کہا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب اہل علم کے درمیان بڑی مقبول ہوئی اور داخل نصاب ہوئی۔ علماء نے اس کی شرحیں اور حواشی لکھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی حیثیت کے بارے میں خود ابن حجر اس کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں ''مجھ سے میرے بعض احباب نے خواہش ظاہر کی کہ تم ہی اس سے اہم مطالب کا خلاصہ کرنے کی خدمت قبول کرو چنانچہ میں نے بھی بایں خیال چند اوراق میں ایک نادر ترتیب پر اس کا خلاصہ کر دیا اور کچھ اور امور اس کے ساتھ اضافہ کر کے ''نخبہ الفکر فی مصطلح اہل الاثر'' اس کا نام رکھا پھر بایں خیال دوبارہ مجھ سے خواہش کی گئی کہ اس کی شرح بھی تم ہی لکھو جس سے اس کے اشارات جلی اور خفی کے مطالب واضح ہو جائیں چنانچہ شرح کا بار بھی میں نے ہی اٹھا لیا اس شرح میں دو امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

اولاً توضیح مطالب توجیہ عبارت اور اظہار اشارات کی کوشش کی گئی ہے۔ ثانیاً شرح کو متن کے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا کہ دونوں مل کر ایک ہی بسیط کتاب سمجھی جاتی ہے

(۹۰) نخبہ الفکر کی اہل علم حضرات نے مختلف وجوہ سے خدمت کی اور اس کا حاشیہ لکھا۔

(۴۱) النکت علی ابن الصلاح

مؤلف : حافظ ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ)(۹۱) اس مخطوط کا ایک نسخہ شاہ بدیع الدین پیر آف جھنڈا کی (سندھ) لائبریری میں میں موجود ہے۔

(۴۲) التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح

مؤلف : الحافظ زین الدین عبدالرحیم العراقی (م ۸۰۶ھ) (۹۲) یہ مقدمہ ابن الصلاح کی تشریحات پر مبنی ہے۔

(۴۳) فتح المغیث

مؤلف : حافظ زین الدین عبدالرحیم العراقی (۸۰۶ھ)(۹۳) خود مؤلف ہی نے اس منظوم کی دو شرحیں لکھیں۔

(۴۴) شرح النخبہ

مؤلف : احمد بن محمد بن محمد الشمنی الاسکندری (م ۸۷۲ھ)‘(۹۴) اس مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف بغداد میں موجود ہے۔ ان کے بیٹے نے اس کی شرح لکھی اس کا نام المعالی المرتبہ فی شرح نظم النخبہ رکھا۔

(۴۵) اقوال المرضیہ بمعرفہ الاصول

مؤلف : محمد بن مصطفیٰ الدسوقی امام السخاوی (م ۹۰۲ھ)(۹۵)

(۴۶) المختصر

مؤلف : الکافیجی‘ محمد بن سلیمان بن سعد ابو عبداللہ (م ۹۲۸ھ) (۹۶)۔ مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ الاوقات بغداد رقم ۲۶۱۱ میں موجود ہے۔

(۴۷) حاشیہ علی نزہہ النظر

مؤلف قاسم بن قطلوبغا (م ۸۷۹ھ)(۹۷) اس مخطوطہ کا ایک نسخہ مکتبہ اوقاف (رقم ۸۷۸) بغداد میں موجود ہے۔

(۴۸) شرح قصیدہ الاشبیلی (۹۸)

اشبیلی کے قصیدہ کی ابن قطلوبغاؒ (م۸۷۹ھ) نے یہ شرح لکھی۔

(۴۹) فتح المغیث فی شرح الحدیث

المؤلف : الحافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۸۳۱ ۔ ۹۰۲ھ / ۱۴۲۷ ۔ ۱۴۹۷م) (۹۹) کتب مصطلح الحدیث میں یہ کتاب وسیع تر معلومات کی حامل ہے۔

(۵۰) رسالہ فی علوم الحدیث

مؤلف: جلال الدین محمد بن اسعد الدیوانی الصدیقی (م ۹۰۷ھ)(۱۰۰)

(۵۱) قطر الدرر

مؤلف : جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی (م ۹۱۱ھ) (۱۰۱) یہ الفیہ کی اچھی شرح ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ قاہرہ میں مصطلح ۲۴۶ نمبر پر اس کے ۴۵ ورق ہیں یہ ۸۸۶ھ میں لکھا گیا۔

(۵۲) رسالہ فی حدود الحدیث

مؤلف: جلال الدین السیوطی (۸۴۹ ۔ ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ ۔ ۱۵۰۵م) (۱۰۲)

(۵۳) الغنیہ

یہ جلال الدین السیوطی (۸۴۹ ۔ ۹۱۱ھ) نے مصطلح پر مستقل منظوم تصنیف کی۔ (۱۰۳)

(۵۴) تدریب الراوی

اس کتاب کے مؤلف امام جلال الدین السیوطی (م ۔ ۹۱۱ھ) (۱۰۴) ہیں۔ یہ کتاب امام

النووی کی تقریب کی شرح ہے۔ اس کتاب میں سیوطی نے بڑی تفصیل سے تقریب کے نکات کو بیان کیا ہے اس کتاب میں متقدمین سے بہت استفادہ کیا گیا ہے۔

(۵۵) فھم ذوی النظر فی شرح منظومہ الاثر

مؤلف: محمد بن محفوظ الترمسی (م ۹۲۸ھ) (۱۰۵) علامہ سیوطی کے الفیہ کی شرح ہے۔

(۵۶) سلک الدرر فی مصطلح اہل الاثر

اس کے مؤلف العزی (م ۹۳۵ھ) (۱۰۶) ہیں۔

(۵۷) رسالہ فی معرفہ انواع علم الحدیث

مؤلف: شمس الدین احمد بن سلیمان الرومی المعروف ابن کمال پاشا (م ۹۴۰ھ) (۱۰۷)۔

(۵۸) کفوالاثر فی صفو علوم الاثر

مؤلف: رضی الدین محمد ابن یحیی بن یوسف الحلبی (م ۹۶۳ھ) (۱۰۸)

(۵۹) فتح الباقی بشرح الفیہ العراقی

مؤلف: شیخ الاسلام زکریا الانصاری (م ۹۲۶ھ یا ۹۲۸ھ) (۱۰۹) ابو یحیی زکریا بن محمد النیسکی الازھری الفیہ عراقی کی نہایت عمدہ شرح ہے جس میں بہت زیادہ علمی نکات ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ قاہرہ ضمیمہ ۲۴۲۱ ورق ۲۰۴، میں جامعۃ الازھر میں مصطلح ۷ ۳۳ نمبر پر ہے۔

(۶۰) الفرائد المنظمہ والفوائد المحکمہ

(فیما یقال فی ابتداء تدریس الحدیث الشریف)

مؤلف: نجم الدین محمد ابن احمد بن علی الاسکندری الغیطی (۹۸۱ھ) (۱۱۰)

(۶۱) اصول الحدیث

مؤلف: زین الدین محمد بن بیر علی البرغوئی (م ۹۸۱ھ) (۱۱۱)۔

(۶۲) المختصر فی مصطلح اہل العصر

مؤلف: شیخ عبداللہ ابن بھاء الدین محمد ابن عبداللہ العجمی الشنشوری (م ۹۹۹ھ) (۱۱۲)

دور رابع

(گیارھویں صدی ہجری تا دور حاضر)

اس دور میں پہلے ادوار کی تصانیف پر کام ہوا زیادہ تر اختصار سے کام لیا گیا۔ بعض شروح لکھی گئیں۔ بعض لوگوں نے اصول حدیث کے معاملہ میں دفاع کیا۔

(۶۳) شرح قصیدہ الاشبیلی

بدرالدین محمد بن یحیٰ بن عمر العراقی المالکی الفقیہہ القرافی (م ۱۰۰۸ھ) (۱۱۳) نے قصیدہ الاشبیلی کی شرح لکھی۔

(۶۴) رسالہ مصطلح الحدیث

مؤلف ملا علی بن سلطان محمد المعروف القاری الحنفی (م ۱۰۱۴ھ)(۱۱۴)

(۶۵) مصطلحات اہل الاثر فی شرح النخبہ

مؤلف؛ ملا علی ابن سلطان محمد القاری (م۱۰۱۴ھ) (۱۱۵)۔

(۶۶) الیواقیت والدرر فی شرح نخبہ الفکر

مؤلف محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین الحدادی المناوی القاھری بہت بڑے محدث تھے (م ۱۰۳۱ھ) (۱۱۶) یہ شرح نخبۃ الفکر کی شرح ہے۔

(۶۷) .غیہ الطالبین لمعرفہ اصطلاح المحدثین

مؤلف: عبدالرؤف المناوی (م ۱۰۳۱ھ ۹ (۱۱۷)۔

(۶۸) التوضیح الابھر لتذکرۃ ابن الملقن

مؤلف ; الحافظ السخاوی (م ۱۰۳۱)(۱۱۸) یہ التذکرہ ابن الملقن کی شرح ہے جو سخاوی نے مرتب کی ہے۔

(۶۹) القول البدیع فی اصول الاحادیث

مؤلف ; حسین القدسی الساداتی الحسینی کان حیاتی (۱۰۷۷ھ) (۱۱۹)۔

(۷۰) المنظومہ البیقونیہ

مؤلف : عمر بن محمد البیقونی (م ۱۰۸۰ھ / ۱۶۶۹م) (۱۲۰) اس میں چونتیس اشعار میں مصطلح الحدیث کو بیان کیا گیا۔

(۷۱) حاشیہ علی البیقونیہ

مؤلف : الشیخ عطیہ الاجھوری (م ۱۱۹۰ھ)(۱۲۱)اس مخطوطہ کا ایک نسخہ دارالکتب المصریۃ رقم (۱۷۳۳) میں موجود ہے۔

(۷۲) شرح منظومہ البیقونیہ

حسن محمد نشاط نے بھی البیقونیہ کی شرح لکھی ہے(۱۲۲)۔

(۷۳) نھایہ التعریف باقسام الحدیث الضعیف

مؤلف : احمد ابن عبدالمنعم بن یوسف الشافعی (م ۱۱۹۲ھ) (۱۲۳)

(۷۴) وبلغہ الاریب فی مصطلح آثار الحبیب

المؤلف ; محمد مرتضیٰ الزبیدی معروف لغوی صاحب تاج العروس (م ۱۲۰۵ھ) (۱۲۴)

(۷۵) شرح الزرقانی علی البیقونیہ

المؤلف : محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری المالکی' (م ۱۱۲۴ھ) (۱۲۵)۔

توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار

محمد بن اسماعیل الامیر الحسنی الصنعانی (م ۱۱۸۲ھ) (۱۲۶) نے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے جو عالم اس کتاب کو پڑھے گا اس کو معلوم ہو گا: ان هذا الكتاب توضيح الافكار العظيمه التى اشتمل عليهما۔ کتاب ''تنقیح الانظار'' انہوں نے صاحب توضیح الافکار کے متعلق لکھا ہے:

وكان مع ذلک كله رجلا حرالراى: يوافق المصنف ما وافق الحق فى نظره ويخالفه ما انحرف عما يعتقده صوابا ويبين مافى عبارة المئولف من قصور عن تاديه المعنى الذى يحوم حوله (مقدمة توضيح الافكار)

اس کا ذکر پہلے تنقیح الانظار کے ساتھ ہو چکا ہے۔ اس کا یہاں اس لئے دوبارہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ اس مؤلف کا ذکر ترتیب کے لحاظ سے یہاں ہونا چاہیئے۔

(۷۶) قصب السکر نظم نخبہ الفکر

محمد بن اسماعیل الحسنی نے لکھی (۱۲۷) نخبہ الفکر کو ۲۰۱ اشعار میں بہت اچھے انداز سے منظوم کیا۔

(۷۷) شرح اسبال المطر علی قصب السکر

محمد بن اسماعیل الحسنی ہی نے اس منظوم کی شرح لکھی۔ جیسا کہ اس شرح کے مقدمہ میں لکھا۔

فهذا شرح على منظومتنا قصب السكر نظم نخبه الفكر حل مبانيها وابان معانيها مع اختصار واقتصار ووفاء بيان القواعد والمختار (مقدمة اسبال المطر) (۱۲۸)

(۷۸) شرح قصب السکر نظم نخبہ الفکر

یہ شرح عبدالکریم بن مراد الاثری نے لکھی جو نہایت ہی عمدہ ہے (۱۲۹)۔

(۷۹) العرجون فی شرح الیقون

مؤلف: نواب صدیق حسن خاں القنوجی (م ۱۳۰۷ھ) (۱۳۰)۔

(۸۰) نظم مصطلح الحدیث

مؤلف: ابوالمواہب عبدالحفیظ (م ۱۳۲۷ھ-۱۸۹۴ تا ۱۹۰۴ء فاس (مراکش) کا بادشاہ رہا۔ (۱۳۱)۔

(۸۱) البجہ الوضیہ شرح متن الیبقونیہ

مؤلف: شیخ محمود نشابہ (م ۱۳۸۸ھ) (۱۳۲)۔

(۸۲) قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث

مؤلف: محمد جمال الدین قاسمی (۱۲۸۳ھ ۱۳۳۲ھ / ۱۸۶۶ء - ۱۹۱۴ء م) (۱۳۳)۔ اصول حدیث کی بہت اچھی کتاب ہے۔ جدید ترتیب سے نہایت مناسب عناوین دیکر اس کو لکھا گیا ہے پچھلی تمام کتب کو سامنے رکھ کر اس کی تکمیل کی گئی ہے اس کتاب میں علم اور علم حدیث کی فضیلت، حدیث، خبر، اثر، حدیث قدسی، صحابہ میں زیادہ حدیث بیان کرنے والے، علوم حدیث کی تمام اقسام، حدیث کی اصلاحات کے متعلق محدثین کی الگ الگ آراء لکھی ہیں یہ کتاب نہایت ہی مفید ہے۔

(۸۳) توجیہ النظر الی علم الاثر

مؤلف شیخ طاہر بن صالح الجزائری (م ۱۲۶۸ھ - ۱۳۳۸ھ / ۱۸۵۲ - ۱۹۲۰) (۱۳۴)۔

(۸۴) مصطلح الحدیث

مؤلف: شیخ عبدالغنی محمود (م ۱۳۴۶ھ) (۱۳۵)۔

(۸۵) طراز الحدیث فی فن مصطلح الحدیث

مؤلف: محمد ابوالفضل الوراقی (م ۱۳۵۰ھ) (۱۳۶)۔

(۸۶) الموجز فی علوم الحدیث

مؤلف: محمد علی ابن احمد استاذ الازھر (م ۱۳۶۳ھ) (۱۳۷)

ذیل میں بعض ایسی کتب ہیں جو مکمل طور پر اصول حدیث سے تعلق نہیں رکھتیں لیکن ان میں اصول حدیث کے بہت زیادہ مباحث ہیں۔

(۸۷) مقدمہ تحفہ الحوذی

مؤلف: عبدالرحمن مبارکپوری 'یہ مولانا کی کتاب تحفہ الاحوذی شرح سنن الترمذی کا مقدمہ ہے لیکن اس میں اصول حدیث کے متعلق بہت سے اہم مباحث پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ (۱۳۸)

(۸۸) علوم الحدیث

مؤلف: صبحی صالح (۱۳۹) 'اس کتاب میں علوم الحدیث سے متعلق بڑے علمی مباحث کو قلمبند کیا گیا ہے۔

(۸۹) مفتاح السنہ

عبدالعزیز خولی کی کتاب ہے (۱۴۰)

(۹۰) المنہج الحدیث فی علوم الحدیث

ڈاکٹر محمد السماحی کی کتاب ہے (۱۴۱)

(۹۱) الحدیث والمحدثون

محمد محمد ابو زھو' (۱۴۲) اس کتاب میں مولف نے حدیث رسول کی عظمت و اہمیت منکرین حدیث کے جوابات لکھے اور مختلف ادوار میں سنت پر تبصرہ کیا ہے دور نبوی سے لیکر موجودہ دور تک سات ادوار میں تقسیم کیا ہے بعد ازاں علم حدیث کی اصطلاحات کو زیر بحث لائے ہیں۔

(۹۲) منہج النقد فی علوم الحدیث

نورالدین عتر(۱۴۳) اس کتاب میں اصطلاح حدیث 'اس کے مختلف ادوار' رواۃ الحدیث' تاریخ الرواۃ' مقبول و مردود' علو سند' انقطاع' تفردالحدیث' اور پھر اس کے نتائج وغیرہ پر بحث کی ہے۔

(۹۳) الدراسات فی الحدیث النبوی

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی کتاب ہے (۱۴۴) یہ ڈاکٹر صاحب کے پی ایچ ڈی تھیسز کا عربی ترجمہ ہے جو انھوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے کی تھی اس کا عنوان LITRATUR STUDIES IN EARLY HADITH تھا۔

(۹۴) HADITH METHODOLOGY AND LITERTURE

یہ بھی ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کی کتاب ہے۔ (۱۴۶)

(۹۵) منہج النقد عند المحدثین

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی (۱۴۶)

(۹۶) توجیہ القاری

حافظ ثناء اللہ الزاہدی (۱۴۷)

(۹۷) احادیث الصحیحین بین الظن والیقین

حافظ ثناء اللہ الزاہدی (۱۴۸)

(۹۸) HADITH LITERATURE

ڈاکٹر زبیر احمد صدیقی (۱۴۹)

(۹۹) AUTHENTICITY OF HADITH

ڈاکٹر خالد محمود (۱۵۰)

(۱۰۰) تیسیر مصطلح الحدیث

ڈاکٹر محمود طحان (۱۵۱)

(۱۰۱) اصول التخریج و دراسۃ الاسانید

ڈاکٹر محمود طحان (۱۵۲)

(۱۰۲) THE AUTHORITY AND AUTHENTICITY OF HADITH AS A SOURCE OF ISLAMIC LAW

محمد شبیر (۱۵۳)

باب دوم

بنیادی تعریفات

۱۔ علم اصول حدیث:

وہ اصول و قواعد جن کے ذریعے قبول ورد کے لحاظ سے سند اور متن کے احوال کا علم حاصل ہو جائے:

علم بقوانین یعرف بھا احوال السند والمتن۔ (۱)

۲۔ موضوع:

سند اور متن (قبول ورد کے لحاظ سے) موضوعہ: السند والمتن (۲)

۳۔ فائدہ:

صحیح و غیر صحیح احادیث میں تمیز:

غایتہ معرفۃ الصحیح من غیرہ۔ (۳)

۴۔ سند:

متن حدیث تک پہنچنے کا راستہ:

ھو الاخبار عن طریق المتن (۴) ھو الطریق الموصلۃ الی المتن (۵)

سفیان ثوری (۶) فرماتے ہیں: سند مومن کا ہتھیار ہے، جب کسی کے پاس اسلحہ نہ ہو، بھلا وہ کیسے جنگ جیت سکتا ہے:

الاسناد سلاح المؤمن، فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئی یقاتل۔ (۷)

عبداللہ بن مبارک (۸) فرماتے ہیں: سند دین سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو کوئی جو کچھ چاہتا، کہتا پھرتا:

الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء۔ (۹)

یہ بھی فرمایا: جو آدمی بغیر سند کے دین حاصل کرتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہے:

مثل الذی یطلب امر دینه بلا اسناد کمثل الذی یرتقی السطح بلا سلم۔ (۱۰)

امام محمد بن ادریس الشافعی (۱۵۰ھ ۔ ۲۰۴ھ / ۷۶۷م ۔ ۸۲۰م) فرماتے ہیں: جو بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو رات کی تاریکی میں لکڑیاں چنتا ہے جس میں یہ عین ممکن ہے کہ وہ کسی چیز کو لکڑی سمجھے حالانکہ وہ سانپ ہو:

الذی یطلب العلم بلا سند کحاطب لیل یحمل حزمة حطب وفیه افعی وهو لا یدری۔ (۱۱)

۵۔ متن:

لغت میں کسی چیز کے ابھرے ہوئے حصہ کو متن کہا جاتا ہے:

المتن من کل شئی ما صلب ظهره۔ (۱۲)

اصطلاح میں: اس کلام کو متن کہا جاتا ہے جس تک سند کے ذریعے رسائی حاصل ہو:

هو غایة ما ینتهی الیه الاسناد من الکلام (۱۳)

۶۔ حدیث:

لغت میں ابو البقاء (۱۴) کے بیان کے مطابق حدیث کا لفظ تحدیث سے اسم ہے۔ تحدیث کے معنی ہیں: خبر دینا: هو اسم من التحدیث' وهوالاخبار (۱۵) ظہور اسلام سے پہلے بھی عرب حدیث کے لفظ کو اخبار (خبر دینے) کے معنی میں استعمال کرتے تھے' مثلاً وہ اپنے مشہور ایام کو احادیث سے تعبیر کرتے تھے غالباً مشہور نحوی الفراء (۱۶) اس حقیقت سے آگاہ تھا' اس لئے اس کے نزدیک حدیث کی جمع احدوثہ اور احدوثہ کی جمع احادیث ہے (۱۷) لفظ حدیث کے مادہ کو جیسے بھی تبدیل کرتے چلے جائیں اس میں خبر دینے کا مفہوم ضرور موجود ہو گا' ارشاد ربانی ہے:

و جعلنا هم احادیث (۱۸) فجعلنا هم احادیث (۱۹) الله نزل احسن الحدیث کتابا متشابها (۲۰) فلیاتوا بحدیث مثله۔ (۲۱)

بعض علماء کے نزدیک لفظ حدیث میں جدت کا مفہوم پایا جاتا ہے' اس طرح حدیث

قدیم کی ضد ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (۲۲) شرح بخاری میں فرماتے ہیں: شرعی اصطلاح میں حدیث سے وہ اقوال و اعمال مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب ہوں' گویا حدیث کا لفظ قرآن کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے' اس لئے کہ قرآن قدیم ہے اور حدیث اس کے مقابلہ میں جدید ہے:

المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' وکانہ ارید بہ مقابلۃ القرآن لانہ قدیم۔ (۲۳)

اصطلاح میں: شرعی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ اقوال و اعمال اور تقریر (یعنی تصویب) مراد ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب ہوں:

المراد بالحدیث فی عرف الشرع ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲۴) الحدیث النبوی ھو عند الا طلاق ینصرف الی ما حدث بہ عنہ بعد النبوۃ: من قولہ وفعلہ واقرارہ۔ (۲۵)

رسول اللہ ﷺ نے بذات خود اپنے اقوال کو حدیث کا نام دیا ہے گویا آپ نے یہ نام رکھ کر اس کو ان دیگر امور سے ممتاز و ممیّز کر دیا جن کی نسبت آپ کی طرف کی جاتی ہے اس طرح آپ نے لفظ حدیث کی وہ اصطلاح پہلے ہی مقرر فرما دی جس پر محدثین نے آگے چل کر اتفاق کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آپؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ روز قیامت آپؐ کی شفاعت کی سعادت کس کے حصے میں آئے گی؟ آپ نے جواباً فرمایا مجھے معلوم تھا کہ ابو ہریرہؓ سے پہلے کوئی شخص مجھ سے اس حدیث کے بارے میں سوال نہیں کرے گا کیونکہ وہ طلب حدیث کے بہت حریص ہیں:

لقد ظننت یا ابا ھریرۃ ألا یسألنی أحد ھذا الحدیث أول منک لما رأیت من حرصک علی الحدیث' أسعد الناس بشفاعتی یوم القیامہ من قال لا الہ الا اللہ خالصا من قبل نفسہ۔ (۲۶)

۷۔ خبر:

لغت میں کسی واقعے کی اطلاع دینے کو خبر کہتے ہیں' اس کی جمع اخبار ہے۔

اصطلاح میں:

❶ یہ حدیث کے مترادف ہے' یعنی اصطلاحاً دونوں کا معنی ایک ہے۔

❷ یہ حدیث کے مغایر (علاوہ) ہے' پس حدیث تو وہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جائے اور خبر وہ ہے جس کی نسبت کسی دوسرے کی طرف کی جاتی ہے۔

❸ یہ حدیث سے عام ہے۔ یعنی حدیث کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے اور خبر کی نسبت کبھی رسول اللہ ﷺ کی طرف کی جاتی ہے۔ اصح بات یہ ہے کہ تحدیث و اخبار دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ حدیث نبوی وہ خبر ہی تو ہے جو نبی اکرم ﷺ تک پہنچی ہوئی ہو' بات صرف یہ ہے کہ مؤرخ کو اخباری کہنے سے بعض علماء نے یہ سمجھ لیا کہ عالم حدیث کو محدث اور تاریخ دان کو اخباری کہتے ہیں اس لئے حدیث وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے اخذ کی گئی ہو اس طرح انہوں نے حدیث و خبر کے مابین عموم و خصوص کی منطقی نسبت قرار دی اور اس کے زیر اثر یہ فیصلہ صادر کیا کہ ہر حدیث خبر ہوتی ہے مگر ہر خبر حدیث نہیں ہوتی۔

> الخبر عند علماء هذا الفن مرادف للحديث' وقيل : الحديث ما جاء عن النبى صلى الله عليه وسلم والخبر ما جاء عن غيره' ومن ثم قيل لمن يشتغل بالتواريخ وما شاكلها الاخبارى' ولمن يشتغل بالسنة النبوية المحدث' وقيل: بينهما عموم و خصوص مطلقا' فكل حديث خبر من غير عكس (۲۷)

ن۸۔ اثر:

لغت میں "بقیه الشئی" کو اثر کہتے ہیں (۲۸)۔

اصطلاح میں:

❶ اثر کا لفظ خبر و سنت اور حدیث کے مترادف ہے' عربی محاورہ میں کہتے ہیں: میں نے حدیث کو روایت کیا' اثر کی جانب منسوب کر کے محدث کو اثری بھی کہتے ہیں: ویقال:
اثرت الحديث بمعنى رويته' وليسمى المحدث اثريا نسبة للاثر (۲۹)

❷ بعض کے نزدیک ان اقوال و افعال کو اثر کہا جاتا ہے جن کی نسبت صحابہ اور

تابعین کی طرف کی جاتی ہے محدثین مرفوع روایت کو خبر کہتے ہیں اور فقہاء خراسان موقوف روایت کو اثر اور مرفوع روایت کو خبر کہتے ہیں:

ان المحدثین یسمون المرفوع والموقوف بالاثر' وان فقهاء خراسان یسمون الموقوف بالاثر والمرفوع بالخبر۔ (۳۰)

۹۔ السنہ:

لغت کے لحاظ سے: سیرت اور اچھے یا برے کو سنت کہا جاتا ہے:

والاصل فیه الطریقة والسیرة۔ (۳۱)

اصطلاح میں رسول اللہ ﷺ کے حکم یا نہی اور جائز قرار دینے کو سنت کہتے ہیں:

ماامر به الرسول ونهی عنه و ندب الیه قولا وفعلاً ولهذا یقال فی ادلة الشرع الکتاب والسنه ای: القرآن والحدیث۔ (۳۲)

اور بقول ابن منظور:

و اذا طلقت فی الشرع فانما یرادبها ما امر به النبی صلی الله علیه وسلم ونهی عنه وندب الیه قولاً و فعلاً مما لم ینطق به الکتاب العزیز۔ (۳۳)

بعض لوگ اس کو صرف رسول اللہ ﷺ کے فعل تک محدود رکھتے ہیں لیکن بعد میں یہ لفظ حدیث کے مترادف استعمال ہونے لگا۔ اس لحاظ سے گویا سنت' حدیث کے مترادف ہے۔

۱۰۔ المسند:

(بکسر النون) جو شخص حدیث کو سند سے روایت کرے' وہ اس کا علم رکھتا ہو یا محض روایت ہی کرتا ہو: ان المسند (بکسر النون) هو من یروی الحدیث باسناده' سواء کان عنده علم به' اولیس الا مجرد روایة (۳۴)

۱۱۔ المسند:

(بفتح النون) ایسی حدیث جس کی سند ابتداء سے انتہا تک متصل ہو:

المسند (بفتح النون) هو ما رواه المحدث عن شیخ یظهر سماعه منه'

وکذا شیخه عن شیخه متصلا الی صحابی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم(۳۵)

مسند حدیث کی اس کتاب کو بھی کہتے ہیں جس میں احادیث اسماء صحابہ کی ترتیب سے ان کی اسلامی خدمات کے پیش نظر جمع کی جائیں۔ یا صحابہ کے حسب و نسب کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ مثلاً مسند ابی داؤد (۳۶) الطیالسی۔ یہ اولین مسانید میں سے ہے۔ تمام مسانید سے زیادہ جامع و کامل مسند "مسند احمد" ہے۔

۱۲۔ المحدث:

یہ تحدیث کا اسم فاعل ہے وہ مسند سے بڑھ کر ہے وہ اسناد' اس کی علل اور اسماء الرجال کو جانتا ہو اس کو بہت سے متن یاد ہوں' کتب ستہ' مسانید' معاجم اور اجزاء احادیث کو سن چکا ہو۔

و اما المحدث فهوا رفع منه ای: من المسند بحیث عرف الاسانید' والعلل' واسماء الرجال' واکثر من حفظ المتون وسماع الکتب الستة والمسانید والمعاجم والاجزاء الحدیثیه۔(۳۷)

۱۳۔ الحافظ:

علامہ قاسمی کے الفاظ میں وہ سلف کے ہاں محدث کے مترادف ہے: هو مرادف للمحدث عند السلف (۳۸) متاخرین کے نزدیک "حافظ" وہ ہے جسے ایک لاکھ احادیث "متناً و اسنادا" زبانی یاد ہوں:

ان الحافظ من وعی مائة الف حدیث متنًا و اسنادًا۔(۳۹)

۱۴۔ الحجہ:

حجت کے معنی دلیل ہیں ایسا حافظ جو حفظ واتقان میں بہت زیادہ ہو اور اسے تین لاکھ "مسند" احادیث زبانی یاد ہوں۔

فاذا وعی اکثر من مایة الف واصبح ما یحیط به ثلاث مایة الف حدیث مسنده فهو حافظ حجة۔(۴۰)

۱۵۔ الحاکم:

جو تمام احادیث کا "متناً' اسناداً' جرحاً' تعدیلاً اور تاریخاً" علم رکھتا ہو:

هو من احاط بجميع الاحاديث المروية متنًا واسنادًا' وجرحًا و تعديلاً و تاريخًا۔ (۴۱)

۱۶۔ امیرالمومنین فی الحدیث:

یہ لقب اس عالم حدیث کو دیا جاتا ہے جو اپنے زمانے میں "حفظ و درایت" کے اوصاف سے مشہور ہو' یہاں تک کہ وہ اپنے زمانے کا امام اور علامہ بن جائے:

يطلق هذا اللقب على من اشتهر فى عصره بالحفظ والدراية' حتى اصبح من اعلام عصره وائمته۔ (۴۲)

باب سوم

تقسیم حدیث باعتبار ناقلین

ناقلین کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

❶ متواتر ❷ خبر واحد یا آحاد

۱۔ متواتر:

اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ایک ایسی جماعت روایت کرتی ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً و عادۃً محال ہو۔ اور وہ جماعت جس دوسری جماعت سے روایت کرتی ہو وہ بھی اسی طرح کی ہو' اور یہ وصف سند کے آغاز' وسط اور آخر میں موجود رہے:

هو ماروا ه جمع تحيل العادة تواطئوهم على الكذب' عن مثلهم من اول السند الى منتهاه على ان لايختل هذا الجمع فى اى طبقة من طبقات السند۔ (۱)

شرائط تواتر:

تواتر کے لئے چار شرطیں ہیں:

۱۔ کثرت اسناد۔

۲۔ راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا' یا اتفاقاً ان سے جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔

۳۔ سند کی ابتداء سے انتہاء تک ہر طبقہ میں راویوں کی یہ کثرت باقی رہے۔

۴۔ روایت کا منتہی کوئی امر حسی ہو' یعنی آخری راوی کسی بات کا سننا یا کسی کام کا دیکھنا بیان کرے۔

فاذا جمع هذه الشروط الاربعة: و هي عدد کثیر احالت العادة تواطئهم وتوافقهم علی الکذب، عن مثلهم، من الابتداء الی الا نتهاء، وکان مستند انتهائهم الحس۔ (۲)

متواتر کا فائدہ:

جب تواتر کی تمام شرطیں پائی جائیں گی تو اس حدیث متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہو گا:

و انضاف الی ذلک ان یصحب خبرهم افادة العلم لسامعه (۳) وقد یقال: ان الشروط الاربعة اذا حصلت استلزمت حصول العلم وهو کذلک فی الغالب لکن قد یتخلف عن البعض لمانع۔ (۴)

متواتر کی قسمیں:

حدیث متواتر کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ متواتر لفظی۔

۲۔ متواتر معنوی

۱۔ متواتر لفظی:

وہ حدیث ہے جس کو مذکورہ جماعت سند کے اول، وسط اور آخر میں ایک ہی قسم کے الفاظ کے ساتھ روایت کرتی ہو، بقول امام نووی متواتر لفظی نادر الوجود ہے: وهو قلیل لایکاد یوجد فی روایتهم (۵) اور بقول ابن الصلاح اس کی مثال طلب و تلاش پر بھی کبھی نہیں مل سکتی:

و من سئل عن ابراز مثال لذلک اعیاه تطلبه۔ (۶)

آگے چل کر علامہ ابن الصلاح اس سے حدیث "من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار" مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسے ۶۲ صحابہ کرام نے نقل فرمایا ہے جن میں عشرہ مبشرہ داخل ہیں اور یہ واحد حدیث ہے جس کے نقل کرنے میں عشرہ مبشرہ (۷) یکجا جمع ہوتے ہیں:

و ذکر بعض الحفاظ انه رواه عنه صلی الله علیه وسلم اثنان وستون

نفسا من الصحابة و فیهم العشرة المشهود لهم بالجنة: قال ولیس فی الدنیا حدیث اجتمع علی روایته العشرة غیره۔ (۸)

لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: علامہ ابن الصلاح کا یہ دعوی درست نہیں کہ متواتر نادرالوجود ہے جس کا سبب روایت کے کثرت طرق سے غفلت اور لاعلمی ہے۔

و ما ادعاہ من العزة ممنوع و کذا ما ادعاہ غیرہ من العدم' لان ذلک نشأ عن قلة الاطلاع علی کثرة الطرق واحوال الرجال و صفاتهم المقتضیة لابعاد العادة ان یتواطئوا علی الکذب او یحصل منهم اتفاقا۔ (۹)

حافظ سیوطی بھی علامہ ابن الصلاح کے نظریئے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت سی احادیث متواتر لفظی ہیں مثلاً

۱۔ احادیث حوض کوثر' جسے ۵۰ سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے۔

۲۔ موزوں پر مسح کی حدیث' جسے ۷۰ صحابہ کرام نے نقل کیا ہے۔

۳۔ نماز میں رفع الیدین کی احادیث' جو تقریباً ۵۰ صحابہ سے منقول ہے۔

۴۔ حدیث نضر اللہ امرا سمع مقالتی فاداها کما سمع جس کے تقریباً ۳۰ راوی ہیں۔

۲۔ متواتر معنوی:

اس میں حدیث کے الفاظ کا یکساں ہونا ضروری نہیں بلکہ مفہوم متحد ہونا چاہیئے اگرچہ روایات کے الفاظ مختلف ہوں' علامہ سیوطی فرماتے ہیں: متواتر معنوی کے راوی بھی ایسی جماعت ہوتی ہے جس کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو مثلاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی احادیث' اس سلسلے میں تقریباً سو احادیث وارد ہیں' اگرچہ ان کے مواقع مختلف ہیں مگر ان کی قدر مشترک (رفع الیدین فی الدعاء) مجموعی اعتبار سے متواتر ہے:

و هو ان ینقل جماعة یستحیل تواطئوهم علی الکذب وقائع مختلفة تشترک فی امر' یتواتر ذلک القدر المشترک .... کا حادیث رفع الیدین فی الدعاء فقد ورد عنه صلی الله علیه وسلم نحو مائه حدیث' فیه رفع یدیه فی الدعاء لکنها فی قضا یا مختلفة' فکل قضیة منها لم

تتواتر' والقدر المشترک فیها وهو الرفع عند الدعاء تواتر باعتبار المجموع۔ (۱۰)

۲۔ آحاد یا خبرواحد:

لغت میں:

آحاد کا واحد احد ہے' اور خبر واحد وہ ہے جسے ایک شخص روایت کرے:

و خبر الواحد فی اللغة: ما یرویه شخص واحد۔ (۱۱)

اصطلاح میں:

خبرواحد وہ ہے جس میں متواتر کی شرطیں مفقود ہوں: وفی الاصطلاح مالم یجمع شروط التواتر (۱۲) اس امر میں محدثین کے یہاں سرے سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ متواتر لفظی ہو یا معنوی' دونوں سے قطعی علم حاصل ہو جاتا ہے متنازع فیہ یہ بات ہے کہ آیا صحیح خبرواحد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے یا یقینی؟ احناف' شافعیہ اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ صحیح خبرواحد سے ظنی علم حاصل ہوتا ہے اور وجوب عمل اور یقینی علم کا فائدہ نہیں دیتا:

خبر الواحد لایفید العلم (۱۳) انما وجب العمل ای: دون الاعتقاد بالمقبول منها ای: من الاحاد (۱۴)

امام احمدؒ' بعض اہل حدیث' علامہ داود ظاہری اور حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحیح خبرواحد' حدیث متواتر کی طرح یقینی علم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ ابن حزم فرماتے ہیں: ایک صاحب العدالت راوی جب دیگر اصحاب عدالت سے روایت کرتا ہو تو ایسی حدیث واجب العلم والعمل ہوتی ہے' یہی ابن خویز منداد اور امام مالکؒ کی رائے ہے:

ان خبر الواحد العدل عن مثله الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یوجب العلم والعمل معاً' وبهذا نقول' وقد ذکر القول احمد بن اسحاق المعروف بابن خویز منداد عن مالک بن انس' وقال الحنفیون والشافعیون و جمهورالمالکیین و جمیع المعتزلة والخوارج: ان خبر الواحد لا یوجب العلم(۱۵) قد ثبت یقینا ان خبرالواحد العدل عن من مثله مبلغا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم حق مقطوع به موجب للعمل

والعلم معاً۔(۱۶)

محققین کے ہاں خبر واحد واجب العلم والعمل ہوتی ہے اور یہ علم یقینی پیدا کر دیتی ہے اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحویل قبلہ سے پہلے اہل قباء کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا' لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا قاصد صبح کی نماز میں تحویل قبلہ کی خبر لے کر ان کے پاس پہنچا تو سب نے نماز کے اندر ہی اپنا رخ بیت اللہ کی طرف بدل دیا۔ اس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کے نزدیک دینی مسائل میں خبر واحد حجت تھی اور اگر بالفرض ان کا یہ اقدام غلط ہوتا تو یقیناً رسول اللہ ﷺ ان کو تنبیہ فرماتے کہ جب تم ایک قطعی قبلہ پر قائم تھے تو تم نے ایک شخص کے قول پر ایک فرض قطعی کو کیسے چھوڑ دیا؟ اور براہ راست میری ہدایت یا خبر متواتر کا انتظار کیوں نہ کیا؟ مگر یہاں اعتراض کرنا تو درکنار اپنی جانب سے فرد واحد کا بھیجنا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ خود صاحب نبوت کے نزدیک بھی دین کے بارے میں ایک ثقہ اور صادق شخص کا قول کافی ہے۔(۱۷)

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوعبیدؓ' ابوطلحہؓ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو شراب پلا رہا تھا کہ دفعتاً ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی ہے یہ سن کر فوراً ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا انسؓ اٹھو اور شراب کے مٹکے توڑ ڈالو' میں اٹھا اور شراب کے برتن توڑ دیئے۔ ظاہر ہے کہ شراب پہلے شرعاً حلال ہی تھی یہاں صرف ایک شخص کے بیان پر اس کی حرمت کا یقین کر لیا گیا اور اس کے برتن توڑ ڈالے۔ حاضرین میں سے کسی نے تامل بھی نہ کیا کہ آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ جا کر پوچھ آتا' اور نہ کسی نے یہ اعتراض کیا کہ قبل از تحقیق یہ اضاعت مال اور اسراف بے جا کیوں کیا گیا(۱۸)

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عامل اور قاصد جہاں جہاں بھیجے ہیں ان میں عدد کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ قیس بن عاصم' زبرقان بن بدر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے اپنے قبائل کی طرف روانہ کیا(۱۹) وفد بحرین کے ساتھ ابن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا (۲۰) اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا اور جنگ کے بعد ان کو شریعت (عقیدہ و عمل) کی تعلیم دینے کا حکم دیا (۲۱)

۴۔ اسی طرح آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے لئے مختلف ممالک میں ۱۲ قاصد

روانہ فرمائے اور صرف اس بات کی رعایت کی کہ ہر سمت میں ایسا شخص بھیجا جائے جو اس نواح میں متعارف ہو' تاکہ اس کے جھوٹے ہونے کا شبہ باقی نہ رہے اور ان کو اس کا اطمینان ہو جائے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا قاصد ہے (۲۲)ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت عقیدے سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے جو خطوط بھیجے ان میں بنیادی بات عقیدے ہی کی تھی وہ سب کے سب خبر واحد ہی تھے۔

۵۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: نوف بکالی کا خیال ہے کہ جس موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خضر علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا ہے وہ موسی علیہ السلام نہیں جن کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا' کیونکہ مجھے ابی بن کعبؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں موسی و خضر علیہما السلام کا ذکر اس طرح کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو موسیٰ' خضر کے پاس گئے تھے وہ موسیٰ بنی اسرائیل ہی تھے۔ (۲۳) ترجمان القرآن حضرت ابن عباسؓ حدیث کو ایک اعتقادی مسئلے میں پیش کرتے ہیں اور وہ بھی وہ حدیث جو خبر واحد ہے۔

۶۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: اہل یمن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے پھر جب جانے لگے تو کہنے لگے: ہمارے ساتھ ایک آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں سنت اور دین کی تعلیم دے تو آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔

ان اهل اليمن قدموا على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا: ابعث معنا رجلا يعلمنا السنة والاسلام' قال فاخذ بيد ابى عبيدة فقال: هذا أمين هذه الامة۔ (۲۴)

اگر عقائد میں خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ نہ فرماتے' کیونکہ تبلیغ دین کی بنیاد ہی عقیدہ ہے۔ حافظ ابن القیم ایک طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں: خبر واحد جو عادل اور ثقہ راوی اپنی طرح کے راوی سے روایت کرے تو وہ موجب علم و عمل ہے:

و هذا هو نص قولنا فی ان خبرالواحد العدل عن مثله مسندا الى رسول

اللہ علیہ وسلم حق مقطوع بعینہ موجب للعلم والعمل۔ (۳۵)

طرق کے لحاظ سے خبر واحد کی تقسیم:

طرق و روایت کرنے کے لحاظ سے خبر واحد کی چار قسمیں ہیں۔

❶ مشہور ❷ مستفیض ❸ عزیز ❹ غریب

۱۔ مشہور:

لغت میں شہرت سے اسم مفعول ہے جس کے معنی اعلان و اظہار کے ہیں اور اصطلاح میں مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں تین یا اس سے زیادہ ہوں لیکن متواتر کی تعداد سے کم ہوں۔

مالہ طرق محصورۃ باکثر من اثنین وھو المشھور عند المحدثین' سمی بذلک لوضوحہ۔ (۳۶)

حدیث مشہور کی مثالیں تو بہت ہیں مگر محدثین و مجتہدین کے سوا کوئی بھی ان سے آشنا نہیں:

وامثال ھذا الحدیث الوف من الاحادیث التی لا یقف علی شھرتھا غیر اھل الحدیث والمجتھدین فی جمعہ و معرفتہ (۳۷)

حدیث مشہور کی واضح ترین مثال حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے اور رعل و ذکوان کے قبیلوں پر دعاء فرماتے رہے۔ یہ روایت امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بروایت سلیمان التیمی ازابی مجلزاز انس رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔ امام حاکم اس کے مشہور ہونے کے وجوہ و اسباب ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس کی تخریج احادیث صحیحہ میں کی گئی ہے ابو مجلز کے علاوہ اور راویوں نے بھی اس کو حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔ پھر ابو مجلز سے روایت کرنے والے سلیمان التیمی کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ مزید برآں سلیمان التیمی سے روایت کرنے والے بھی انصاری کے علاوہ بہت سے لوگ ہیں' مگر فن حدیث میں مہارت رکھنے والوں کے علاوہ کوئی شخص بھی اس امر سے آگاہ نہیں ہو سکتا فن حدیث سے بے خبر تو یہ کہے گا کہ سلیمان التیمی تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بالواسطہ شاگرد ہے پھر یہ عجیب بات ہے کہ وہ حضرت

انسؓ سے بواسطہ ابی مجلز روایت کرتا ہے اس لئے یہ حدیث غریب ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ اس حدیث کی روایت زہری اور قتادہ نے بھی کی ہے قتادہ سے روایت کرنے والے بہت سے راوی ہیں فن حدیث سے نابلد شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ قبیلہ عرینہ والوں کے ضمن میں اس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے' اس لئے اس حدیث کے طرق و اسانید بھی حدیث عرینہ کی طرح بہت زیادہ ہیں۔ (۲۸)

حدیث کی شہرت ایک اضافی امر ہے۔ بعض اوقات ایک حدیث صرف محدثین کے یہاں مشہور ہوتی ہے۔ گاہے محدثین' علماء اور عوام سب اس سے آگاہ و آشنا ہوتے ہیں:

و شهرة الحديث امر نسبي' فمنه ما هو مشهور عند اهل الحديث خاصة وهو المشهور الاصطلاحي الذى عرفناه' ومنه ما هو مشهور بينهم وبين غيرهم من العلماء ومنه ما هو مشهور عند العلماء والعامة و هو ما اشتهر على الالسنة۔ (۲۹)

اسی لئے کہا گیا ہے کہ:

(۱) حدیث " ابغض الحلال الى الله الطلاق " فقہاء میں مشہور ہے۔

صححه الحاكم فى المستدرك (۳۰) واقره الذهبى لكن بلفظ: ماا حل الله شياء ابغض اليه من الطلاق۔

(۲) حدیث "رفع عن امتى الخطاء والنسيان وما استكرهوا عليه" علماء اصول کے یہاں مشہور ہے۔

صححه ابن حبان فى صحيحه (۳۱) لكن بلفظ:ان الله تجاوز عن امتى الخطاء والنسيان و ما استكرهوا عليه۔

(۳) حدیث "نعم العبد صهيب لو لم يخف الله لم يعصه"
علمائے نحو میں مشہور ہے' حالانکہ یہ روایت بے اصل ہے(۳۲)

(۴) حدیث "مدارة الناس صدقة" عوم کے یہاں مشہور ہے حالانکہ هذا حديث باطل لا اصل له (۳۳)

(۵) حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (۳۴) بیک وقت علماء محدثین اور عوام میں مشہور ہے۔

حدیث مشہور کی قسمیں:

حدیث مشہور کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ حدیث مشہور صحیح ۲۔ حدیث مشہور حسن ۳۔ حدیث مشہور ضعیف ۴۔ حدیث مشہور باطل۔

۱۔ حدیث مشہور صحیح:

اس کی مثال یہ حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یک لخت چھین نہیں لے گا بلکہ وہ علماء کو وفات دے کر لوگوں کو علم سے محروم کر دے گا اور جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے جو علم کے بغیر فتوی دیں گے اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی ضلالت میں مبتلا کریں گے:

ان اللہ عز وجل لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من قلوب الرجال ولکن یقبضه بقبض العلماء فاذا لم یترک عالما اتخذ الناس رؤسًا جهالاً فسألوهم فافتوهم بغیر علم فضلوا واضلوا۔ (۳۵)

۲۔ حدیث مشہور حسن:

اس کی مثال یہ حدیث ہے: طلب العلم فریضه علی کل مسلم (۳۶) حافظ مزیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کے متعدد طرق ہیں جن کی بناء پر یہ حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے:

فقد قال المزی: ان له طرقا یرتقی بها الی رتبة الحسن۔ (۳۷)

۳۔ حدیث مشہور ضعیف:

اس کی مثال یہ حدیث ہے: جبلت القلوب علی حب من احسن الیها (۳۸) حافظ سخاوی فرماتے ہیں: یہ باطل ہے خواہ اسے کوئی مرفوع نقل کرے یا موقوف نقل کرے:

وهو باطل مرفوعًا و موقوفًا (۳۹)۔

۴۔ حدیث مشہور باطل:

حدیث جو لوگوں میں تو مشہور ہو لیکن دراصل باطل اور بے اصل ہو اس کی لاتعداد

مثالیں ہیں:

و قد یشتهر بین الناس احادیث لا اصل لها' اوهی موضوعة بالكلیة وهذا كثیر جدا۔ (۴۰)

ان میں سے بعض مرفوع بعض قول صحابی اور بعض اقوال تابعین کے درجہ کی ہوتی ہیں' چند احادیث ملاحظہ ہوں:

۱۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه

(جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

۲۔ کنت کنزا لا اعرف۔

(میں ایک خزانہ تھا جس کو کوئی پہچانتا نہ تھا)

۳۔ یوم صومكم یوم نحركم۔

(تمہاری قربانی کا دن تمہارے روزے کا دن ہے)

۴۔ الباذنجان لما اكل له۔

(بینگن ہر مرض کی دواء ہے)

علامہ سیوطی نے صراحتہ ان سب کو موضوع کہا ہے۔

و كلها باطل لا اصل لها۔ (۴۱)

متعلقہ کتب:

محققین نے ان مشہور روایات بین العوام پر مختلف کتابیں لکھی ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے امام عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (۲۱۳ھ ۔ ۲۷۶ھ / ۸۲۸ ۔ ۸۸۹م) نے اپنی تصانیف: مشکل الحدیث اور غریب الحدیث میں ان روایات کی طرف اشارات کئے ہیں۔

(۲) امام یحیی بن شرف النووی (۶۳۱ھ ۔ ۶۷۶ھ / ۱۲۳۳ ۔ ۱۲۷۷م): المسائل المنثورة

(۳) امام احمد بن عبدالحلیم تقی الدین ابن تیمیہ (۶۶۱ھ ۔ ۷۲۸ھ / ۱۲۶۳م ۔ ۱۳۲۸م): احادیث القصاص۔

(۴) امام بدرالدین محمد بن بھادر الزرکشی (۷۴۵ ۔ ۷۹۴ھ / ۱۳۴۴ ۔ ۱۳۹۲م) التذکرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ۔

(۵) حافظ احمد بن علی بن محمد العسقلانی المعروف ابن حجر (۷۷۳ھ ۔ ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲م ۔ ۱۴۴۹م) اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشھورۃ۔

(۶) امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (۸۳۱ھ ۔ ۹۰۲ھ / ۱۴۲۷ ۔ ۱۴۹۷م) : المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنہ۔

(۷) امام عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی (۸۴۹ھ ۔ ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵م ۔ ۱۵۰۵م) : الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتھرۃ۔

(۸) امام عبدالرحمن بن علی محمد (۸۶۶ھ ۔ ۹۴۴ھ / ۱۴۶۱م ۔ ۱۵۳۷م) : تمییز الطیب من الخبیث فیما یدور علی السنہ الناس من الحدیث۔

(۹) شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی (۸۹۸ھ ۔ ۹۷۳ھ / ۱۴۹۳م ۔ ۱۵۶۵م) : البدر المنیر فی غریب احادیث البشیر النذیر۔

(۱۰) محمد غرس الدین بن احمد (ت ۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷م) کشف الالتباس عن الاحادیث التی تدور بین الناس: فاضل مصنف نے ۵ ہزار اشعار میں اسی قسم کی روایتیں نظم کی ہیں۔

(۱۱) محمد غرس مذکور: تسھیل السبیل الی کشف الالتباس عمادار من الاحادیث بین الناس مصنف نے اپنی مذکورہ کتاب کی تلخیص و تسہیل کی ہے۔

(۱۲) نجم الدین محمد بن محمد الغزی (۹۷۷ھ ۔ ۱۰۶۱ھ / ۱۵۷۰م ۔ ۱۶۵۱م) اتقان ما یحسن من بیان الاخبار الدائرۃ علی الالسنۃ

(۱۳) اسماعیل بن محمد العجلونی (۱۰۸۷ھ ۔ ۱۱۶۲ھ / ۱۶۷۶م ۔ ۱۷۴۹م) کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتھر من الاحادیث علی السنہ الناس۔

(۱۴) ابو عبداللہ محمد بن محمد درویش الحوت البیرونی (۱۲۰۳ھ ۔ ۱۲۷۷ھ / ۱۷۸۹م ۔ ۱۸۶۰م) اسنی المطالب فی احادیث مختلفہ المراتب۔

۲۔ مستفیض:

لغت میں:

یہ استفاض سے اسم فاعل ہے جو فاض الماء سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں: کثرت سے بہنا، اس کی اشاعت کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے:

سمی بذلک لانتشارہ، من فاض الماء یفیض فیضا۔ (۴۲)

اصطلاح میں

۱۔ بعض لوگوں کے نزدیک حدیث مشہور ہی کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔

وھو ای المشھور ھو المستفیض علی رای جماعۃ من ائمۃ الفقھاء۔ (۴۳)

۲۔ بعض نے اتنی قید اور زائد کی ہے کہ ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد یکساں ہو کسی طبقہ میں کم زائد نہ ہو مثلاً سند کے شروع میں راویوں کی تعداد چار ہے تو آخر تک چار ہی رہی ہو:

و منھم من غایر بین المستفیض والمشھور، بان المستفیض یکون فی ابتدائہ و انتھائہ سواء والمشھور اعم من ذلک۔ (۴۴)

۳۔ بعض کے نزدیک دوسرے قول کے بالکل برعکس کو مستفیض کہا جاتا ہے۔ یعنی مشہور حدیث تو وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں یکساں ہوں اور مستفیض وہ ہے جس کے راویوں میں ادل بدل اور کمی زیادتی ہو رہی ہو:

و منھم من غایر علی کیفیۃ اخری (۴۵) ھو اعم منہ ای: عکس القول الثانی۔ (۴۶)

۳۔ عزیز:

لغت میں

۱۔ یہ عز-یعز سے صفت مشبہ ہے، جس کے معنی ہیں کم یاب اور نادر ہونا۔

۲۔ یہ عز-یعز سے صفت مشبہ ہے جس کے معنی ہیں قوی ہونا پس پہلی تعریف کے

لحاظ سے اسے اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس قسم کی روایت نہایت کمیاب اور نادرالوجود ہے۔

سمی بذلک اما لقلة وجوده (۴۷)

اور دوسری تعریف کے لحاظ سے اسے اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا
کہ کثرت طرق کی وجہ سے یہ قوی روایت بن جاتی ہے۔

و اما لکونه عز ای: قوی بمجیئه من طرق آخر۔ (۴۸)

اصطلاح میں عزیز وہ ہے جس کے راوی دو ہوں' خواہ ہر طبقہ میں دو ہی دو ہوں یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں مگر کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

و هو ان لا یرویه اقل من اثنین عن اثنین۔(۴۹)

اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین۔ (۵۰)

اس حدیث کو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے اعرج' ان سے ابوالزناد اور ان سے شعیب روایت کرتے ہیں (۵۱) اور اسی کو انس رضی اللہ عنہ سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نقل کرتے ہیں۔ پھر قتادہ سے روایت کرنے والے شعبہ اور سعید ہیں اور عبدالعزیز بن صہیب سے راوی اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث ہیں (۵۲) پھر شعیب' ابن علیہ اور عبدالوارث سے اسے ایک جم غفیر نقل کرتا ہے۔

هو ان لا یرویه اقل من اثنین عن اقل من اثنین' ومثاله ما رواه الشیخان من حدیث انس' والبخاری من حدیث ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده ۔ الحدیث ورواه عن انس قتادة و عبدالعزیز بن صهیب' ورواه عن قتادة شعبة و سعید' ورواه عن عبدالعزیز' اسماعیل بن علیة و عبدالوارث' ورواه عن کل جماعة۔ (۵۳)

۴۔ غریب:

لغت میں یہ صفت مشبہ ہے جس کے معنی تنہا ہونے اور اقارب سے دور ہونے کے ہیں اصطلاح میں غریب وہ حدیث ہے جس کی صرف ایک سند ہو یعنی جس کا راوی صرف ایک ہو' خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں:

و هو ما يتفرد بروايته شخص واحد' في اى موضع وقع التفرد به من السند۔ (۵۴)

حدیث غریب کی قسمیں:

حدیث غریب کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ غریب مطلق' اس کا دوسرا نام فرد مطلق ہے۔ ۲۔ غریب نسبی اس کا دوسرا نام فرد نسبی ہے۔

۱۔ غریب مطلق:

وہ ہے جس میں غرابت سند کے شروع میں ہو' یعنی صحابی کی جانب میں:

ثم الغرابة اما ان تكون في اصل السند اى في الموضع الذى يدور الاسناد عليه ويرجع ولو تعددت الطرق اليه' وهو الطرف الذي فيه الصحابى۔ (۵۵)

اس کی مثال حدیث "انما الاعمال بالنيات" ہے جس کے راوی صحابہ کرامؓ میں صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں' پھر یہ تفرد آخر سند تک چلا گیا ہے۔ اس کی دوسری مثال حدیث

الولاء لحمة كلحمة النسب لا يباع ولا يوهب ولا يورث۔

(یعنی ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح' وہ نہ بیچی جا سکتی ہے نہ بخشش کی جا سکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جا سکتی ہے) اس حدیث کو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صرف مشہور تابعی عبداللہ بن دینار روایت کرتے ہیں:

تفرد به عبدالله بن دينار عن ابن عمر۔ (۵۶)

۲۔ غریب نسبی:

وہ حدیث ہے جس کے سند کے شروع میں تو غرابت نہ ہو' البتہ وسط سند یا آخر سند میں غرابت ہو:

سمی نسبیًا لکون التفرد فیه حصل بالنسبة الی شخص معین۔ (۵۷)

اس کی مثال حدیث

مالک عن الزهری عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم دخل مکة وعلی راسه المغفر ہے۔(۵۸)

(آنحضرت ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے اس وقت آپ کے سر پر خود تھا) اس روایت میں مالک زہری سے روایت میں منفرد ہے۔

باب چہارم

قبول و رد کے لحاظ سے حدیث کی تقسیم

قبول و رد کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

❶ مقبول ❷ مردود

یہ حدیث کی طبعی تقسیم ہے جس کے تحت بہت سی قسمیں داخل ہیں اور جن کے درجات میں صحت و ضعف احوال رواۃ اور متون حدیث کے اعتبار سے بہت زیادہ فرق مدارج پایا جاتا ہے۔

۱۔ حدیث مقبول:

صحیح حدیث کو مقبول کہتے ہیں' جمہور کے نزدیک حدیث مقبول پر عمل واجب ہے:

المقبول هو ما یجب العمل به عند الجمهور۔ (۱)

۲۔ حدیث مردود:

ضعیف حدیث کو مردود کہا جاتا ہے:

المردود هو الذی لم یرجح صدق المخبر به۔ (۲)

حدیث مردود پر عمل واجب نہیں بلکہ بعض دفعہ تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

اقسام مقبول:

حدیث مقبول کی دو قسمیں ہیں:

❶ صحیح ❷ حسن

صحیح

لغت میں سقیم (بیمار) کا متضاد ہے اجسام پر اس کا اطلاق حقیقتاً کیا جاتا ہے جبکہ حدیث

اور دوسری صفات پر اس کا اطلاق مجازی طور پر کیا جاتا ہے۔

اصطلاح میں صحیح اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند متصل ہو جس کو صاحب عدالت اور ضابط راوی دوسرنے عادل اور ضابط راوی سے روایت کرے۔ یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ یا صحابی و تابعی تک پہنچ جائے اور وہ معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔

هو الحديث المسند الذی يتصل اسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الى منتهاه ولا يكون شاذا ولا معللاً(۳) هو ما اتصل سنده بالعدول الضابطين من غير شذوذ ولا علة۔ (۴)

شرح تعریف: مذکورہ صدر تعریف میں چند امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ پہلی بات یہ ہے کہ صحیح حدیث مسند ہوتی ہے جو اپنے راوی سے لے کر آخر تک مربوط و متصل ہو اور اس میں کوئی کڑی ٹوٹی ہوئی نہ ہو۔ مسند کو موصول اور متصل بھی کہتے ہیں۔ بعض اوقات محدثین کرام مسند و متصل میں فرق بھی کرتے ہیں۔ وہ فرق یہ ہے کہ مسند لازماً حدیث مرفوع ہوتی ہے جو ذات نبوی تک پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔ بخلاف ازیں متصل وہ حدیث ہے جس کی تمام کڑیاں ملی ہوئی ہوں' یعنی ہر راوی نے اپنے اوپر والے راوی سے سنا ہو خواہ وہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف ہو (صرف صحابی تک پہنچی ہو)۔ یا مقطوع ہو (صرف تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہو) (۵)

۲۔ دوسری بات راوی کی عدالت ہے' عادل وہ راوی ہے جو صاحب تقوی اور بامروت ہو' تقوی سے مراد یہ ہے کہ کبائر مثلاً شرک' فسق اور بدعت سے اجتناب کرنے والا ہو:

والمراد بالعدل من له ملكة تحمله على ملازمة التقوى والمروئة والمراد بالتقوى اجتناب الاعمال السيئة من شرك او فسق او بدعة۔ (٦)

۳۔ تیسری بات راوی کا ضبط ہے' ضبط کے معنی ہیں۔ خوب حفاظت کرنا اور اچھی طرح سے یاد کرنا۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ضبط الصدر:

خوب اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب چاہے بلا تکلف بیان کر سکے کچھ رکاوٹ نہ ہو۔

۲۔ ضبط الکتابہ:

خوب اچھی طرح لکھ رکھنا' لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگانا:

والضبط ضبطان: ضبط صدر' وهو ان يثبت ما سمعه بحيث ما يتمكن من استحضاره متى شاء' وضبط كتاب' وهو صيانته لديه منذ سمع فيه وصححه الى ان يوديه منه۔(۷)

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ صحیح حدیث شاذ نہیں ہوتی۔ شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو۔

والشاذ لغة المنفرد' واصطلاحا: مايخالف فيه الراوى من هو ارجح منه۔(۸)

۵۔ حدیث صحیح معلل بھی نہیں ہوتی۔ حدیث معلل وہ حدیث ہے جس میں راوی نے وہم کی وجہ سے کچھ تغیر و تبدل کر دیا ہو اور اس وہمی تغیر و تبدل کا قرائن سے اور تمام سندوں کو جمع کرنے کی وجہ سے پتہ چل گیا ہو' یہی وہمی تغیر و تبدل علت خفیہ (علت قادحہ) ہے' جس سے حدیث کی صحت مخدوش ہو جاتی ہے' اگرچہ بظاہر اس میں کوئی عیب نظر نہ آتا ہو۔

والمعلل لغة: ما فيه علة' واصطلاحا: مافيه علة خفية قادحة۔(۹)

حدیث صحیح کی مثال حدیث " حدثنا عبدالله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرء افى المغرب بالطور ہے' جسے امام بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الاذان میں نقل کیا ہے۔(۱۰)

۱۔ اس کی سند متصل ہے اور اسے ہر راوی نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے درمیان میں کوئی کڑی غائب نہیں' اس میں جو عنعنہ ہے وہ مضر نہیں کیونکہ مالک' ابن شہاب اور ابن جبیر مدلسین نہیں' لہذا یہ اتصال پر محمول ہے۔

۲۔ اس کے تمام راوی عادل ہیں' عبداللہ بن یوسف ثقہ اور متقن ہے' مالک بن انس امام اور حافظ ہیں۔ ابن شہاب الزھری فقیہ اور حافظ ہیں اور ان کی جلالت شان مسلم ہے' محمد بن جبیر ثقہ ہیں اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

۳۔ اس کے تمام راوی کامل الضبط ہیں۔

۴۔ یہ روایت شاذ بھی نہیں' کیونکہ کوئی قوی تر روایت اس کے معارض نہیں۔

۵۔ اس میں کوئی علت قادحہ بھی نہیں۔

حدیث صحیح کی قسمیں:

حدیث صحیح کی دو قسمیں ہیں۔

❶ صحیح لذاتہ ❷ صحیح لغیرہ

۱۔ صحیح لذاتہ:

جو نہایت اعلی درجہ کی صفات قبول کو شامل ہو۔ وہ روایت جس میں وہ پانچوں اوصاف موجود ہوں جو شرح تعریف کے تحت بیان کی گئی ہیں وہ روایت صحیح لذاتہ کہلاتی ہے۔

ان ما عرفناه اولاً هوالصحيح لذاته لكونه اشتمل من صفات القبول على اعلاها۔ (۱۱)

۲۔ صحیح لغیرہ:

وہ حدیث ہے جس میں اعلی صفات تو موجود نہ ہوں البتہ کسی اور وصف کی بناء پر اس کو صحیح قرار دیا جائے۔

و اماالصحيح لغيره فهو ما صحح لامر اجنبى عنه و اذ لم يشتمل من صفات القبول على اعلاها۔ (۱۲)

اس کا مرتبہ اور درجہ صحیح لذاتہ سے کم اور حسن لذاتہ سے اوپر ہے۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

حدثنا محمد بن عمرو عن ابى سلمة عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو لا ان اشق على امتى لامرتهم

بالسواک عند کل صلاۃ۔ (۱۳)

اس حدیث کا روای محمد بن عمرو بن علقمہ ہے جو صداقت و صیانت میں مشہور ہے لیکن پختہ اور ضابط و متقن راویوں میں سے نہیں، بعض نے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس کی تضعیف کی ہے اور بعض نے اس کی سچائی اور جلالت شان کی وجہ سے توثیق کی ہے، پس اسی کی وجہ سے یہ روایت حسن ہوئی، لیکن جب اس روایت کے دوسرے طرق معلوم ہوئے جیسا کہ امام مسلم نے اپنی الجامع الصحیح (۱۴) میں ابوالزناد عن الاعرج کی روایت سے اس کو نقل کیا ہے تو حافظہ کی خرابی کا خطرہ ٹل گیا اور اسی ترمذی والی روایت کو صحیح لغیرہ سے موسوم کیا گیا۔

فمحمد بن عمرو بن علقمة من المشهورين بالصدق والصيانة لكنه لم يكن من اهل الاتقان حتى ضعفه بعضهم من جهة سوء حفظه ووثقه بعضهم لصدقه وجلالته فحديثه من هذه الجهة حسن، فلما انضم الى ذلک كونه روى من اوجه اخر زال بذلک ما كنا نخشاه عليه من جهة سو حفظه وانجبر به ذلک النقص اليسير، فصح هذا الاسناد والتحق بدرجة الصحيح۔ (۱۵)

متعلقہ کتب:

عام طور پر یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ صحیح ترین کتابیں صرف دو ہیں، امام بخاری اور مسلم کی کتابیں، حالانکہ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے، یہ الگ بات ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین کو جو درجہ اور تفوق حاصل ہے وہ کسی اور کی تصنیف کو حاصل نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صرف وہ حدیث صحیح ہو گی جو صحیحین میں موجود ہو اور جو حدیث صحیحین میں موجود نہ ہو وہ صحیح نہیں، یہ بات بھی غلط اور بعید از عقل ہے حالانکہ محققین نے لکھا ہے کہ جمیع احادیث صحیحہ کا استیعاب صحیحین میں موجود نہیں:

لم يستوعبا الصحيح فى صحيحيهما ولا التز ما ذلک (۱۶) فقد قال البخارى: ما ادخلت فى كتاب الجامع الا ما صح وتركت من الصحاح مخافة الطول، وقال مسلم : ليس كل شى ء عندى صحيح وضعته

هاهنا' انما وضعت ما اجمعوا علیه۔ (۱۷)

ذیل میں چند ایسی کتابیں لکھی جاتی ہیں جن کی اکثر روایات صحیح ہیں۔

۱۔ امام مالک بن انس بن مالک (۹۳ھ ۔ ۱۷۹ھ / ۷۱۲م ۔ ۷۹۵م): الموطا

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری (۱۹۴ھ ۔ ۲۵۶ھ / ۸۱۰م ۔ ۸۷۰م) الجامع الصحیح۔

۳۔ امام مسلم بن حجاج بن مسلم نیشاپوری (۲۰۴ھ ۔ ۲۶۱ھ / ۸۲۰م ۔ ۸۷۵م) الجامع الصحیح۔

۴۔ امام سلیمان بن اشعث بن اسحاق بجستانی (۲۰۲ھ ۔ ۲۷۵ھ / ۸۱۷م ۔ ۸۸۹م) السنن۔

۵۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی (۲۰۹ھ ۔ ۲۷۳ھ / ۸۲۴م ۔ ۸۸۷م) السنن۔

۶۔ امام محمد بن عیسی بن عیسی ترمذی (۲۰۹ھ ۔ ۲۷۹ھ / ۸۲۴م ۔ ۸۹۲م) السنن۔

۷۔ امام احمد بن علی بن شعیب بن علی۔ نسائی (۲۱۵ ۔ ۳۰۳ھ / ۸۳۰ ۔ ۹۱۵م) السنن المجتبی۔

۸۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ (۲۲۳ھ ۔ ۳۱۱ھ / ۸۳۸م ۔ ۹۲۴م) الصحیح

۹۔ امام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ابوعوانہ (ت ۳۱۶ھ / ۹۲۸م) المسند

۱۰۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان بستی (ت ۳۵۴ھ / ۹۶۵م) الصحیح

۱۱۔ امام محمد بن عبدالواحد ضیاء الدین المقدسی (۵۶۹ھ ۔ ۶۴۳ھ / ۱۱۷۴م ۔ ۱۲۴۵م) الصحاح المختارۃ

۲۔ حسن:

لغت میں یہ حسن سے صفت مشبہ ہے جس کے معنی جمال اور خوبصورتی کے ہیں۔

اصطلاح میں: وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضبط ہو' یعنی اس کی یادداشت ناقص ہو' اور صحیح لذاتہ کی باقی سب شرطیں اس میں موجود ہوں یعنی: سند کا اتصال' رواۃ کی عدالت' روایت کا شاذ نہ ہونا اور اسناد کا علت خفیہ سے پاک ہونا:

قال العلامة الطيبي: الحسن مسند من قرب من درجة الثقة' اومرسل

ثقة، وروی کلاهما من غیر وجه، وسلم من شذوذ وعلة۔ (۱۸)

حدیث حسن کی قسمیں:

حدیث حسن کی دو قسمیں ہیں۔

❶ حسن لذاتہ ❷ حسن لغیرہ

ا۔ حسن لذاتہ:

وہ روایت ہے جس کے رواۃ صدق میں مشہور ہوں لیکن حفظ و ضبط میں رجال صحیح سے کم ہوں۔

الحسن لذاته ان تشتهر رواته بالصدق، ولم یصلوا فی الحفظ رتبة رجال الصحیح۔ (۱۹)

حسن لذاتہ کا حکم حدیث صحیح کی طرح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کچھ کمزور ہے۔

و هذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه۔ (۲۰)

اور اسی وجہ سے تمام فقہاء نے اس سے استدلال کیا ہے اور احادیث حسان پر عمل کیا ہے اور اکثر اصولیین اور محدثین کا یہی مسلک ہے الامن شد من المتشد دین۔ اور بعض ست رو محدثین مثلاً حاکم، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اس قسم کی روایات کو صحیح کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

ثم الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه فی القوة ولهذا ادرجته طائفة فی نوع الصحیح کالحاکم وابن حبان وابن خزیمة مع قولهم بانه دون الصحیح المبین اولاً۔ (۲۱)

اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

حدثنا قتیبة حدثنا جعفر بن سلیمان الضبعی عن ابی عمران الجونی عن ابی بکر بن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال سمعت ابی بحضرة العدو یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان ابواب الجنة تحت

ظلال السیوف' فقال رجل من القوم' رث الهیئة: انت سمعت هذا من رسول الله صلى الله علیه وسلم یذکره؟ قال نعم' قال فرجع الى اصحابه قال: اقرء علیکم السلام وکسر جفن سیفه (ای: غلافه) فضرب حتى قتل۔ (۲۲)

امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: هذا حدیث حسن غریب: اس کے حسن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند کے چاروں راوی ثقہ تو ہیں مگران میں سے ایک حفظ و ضبط میں کمزور ہے اور وہ جعفر بن سلیمان الضبعی ہے' جو صدوق ہے اسی وجہ سے یہ حدیث صحت کے اعلیٰ ترین معیار سے گر گئی اور حسن قرار دی گئی۔

۲۔ حسن لغیرہ:

وہ حدیث ہے جس میں حسن ذاتی نہ ہو' یعنی وہ خود تو حسن نہ ہو کیونکہ اس کے راوی میں یا اسناد حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہو مگر کچھ ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہوں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہو' اس لئے اس کو مجموعہ متابع کی وجہ سے حسن قرار دے دیا جاتا ہے جس طرح ایک دھاگا اکیلا کمزور ہوتا ہے مگر جب کئی ایک دھاگے باہم مل جاتے ہیں تو وہ مضبوط رسی بن جاتی ہے۔ حسن لغیرہ میں لام اجلیہ ہے ای: لاجل الغیر یعنی دیگر تائیدات سے حسن بننے والی حدیث:

والحسن لغیره ان یکون فی الاسناد مستور لم تتحقق اهلیته' غیر مغفل' ولا کثیر الخطاء فی روایته' ولا متهم بتعمد الکذب فیها ولا ینسب الى مفسق اخر' واعتضد بمتابع او شاهد' فاصله ضعیف' وانما طرد علیه الحسن بالعاضد الذی عضده فاحتمل لوجود العاضد' ولو لاه لاستمرت صفة الضعف فیه ولاستمر علی عدم الاحتجاج به۔ (۲۳)

اس کی مثال یہ حدیث ہے

حدثنا شعبه عن عاصم بن عبدالله عن عبدالله بن عامر بن ربیعة عن ابیه ان امراة من بنی فزارة تزوجت على نعلین فقال رسول الله صلى الله علیه وسلم: ارضیت من نفسک ومالک بنعلین؟ قالت: نعم' فاجازه وفی

الباب عن عمر و ابی ھریرۃ و عائشۃ۔ (۲۴)

اس کا راوی عاصم سوء حفظ (خرابی حافظہ) کی وجہ سے ضعیف ہے اور باوجود اس کے امام ترمذی نے اس کی اس روایت کو حسن (لغیرہ) قرار دیا ہے کیونکہ اس کے کئی متابع ہیں۔

حسن لغیرہ کی چار صورتیں

چار قسم کی حدیثیں ہیں جن میں معمولی خرابی ہو متابعت کی وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ وہ حدیث جس کا کوئی راوی مستور یعنی مجہول الحال ہو جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔

۲۔ وہ حدیث جس کے کسی راوی کی یادداشت خراب ہے' جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے خواہ وہ متابع اصل راوی سے اعلیٰ درجہ کا ہو مساوی درجہ کا البتہ اگر کمتر ہو تو اس کی متابعت کا اعتبار نہ ہو گا۔

۳۔ وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے (مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ نہ بیان کیا گیا ہو' تابعی قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر حدیث بیان کرتا ہو خواہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا معمولی درجے کا)۔

۴۔ وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہو اور محذوف راوی کا کوئی پتہ نہ ہو' جب اس کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

متعلقہ کتب

۱۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب امام ترمذی کی الجامع الصحیح یا السنن ہے' ان سے پہلے حسن کو اتنی شہرت حاصل نہ تھی:

کتاب الترمذی اصل فی معرفہ الحسن' وھو الذی شھرہ۔ (۲۵)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اول من عرف انہ قسم الحدیث الی صحیح و حسن و ضعیف ابو عیسی

الترمذی، ولم تعرف هذه القسمة عن احد قبله۔ (٢٦)

٢۔ امام سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بجستانی (٢٠٢ ۔ ٢٧٥ھ / ٨١٧ ۔ ٨٨٩م) السنن۔

٣۔ امام علی بن عمر بن احمد دار قطنی (٣٠٦ ۔ ٣٨٥ھ / ٩١٩ ۔ ٩٩٥م) السنن۔

معمول بہ ہونے اور نہ ہونے کے لحاظ سے حدیث مقبول کی قسمیں

حدیث مقبول کی تمام اقسام پر عمل واجب ہے، لیکن بعض دفعہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ دوسری احادیث پر نظر رکھتے ہوئے اس کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔

ا۔ معمول بہ ٢۔ غیر معمول بہ

معمول بہ وہ ہے جو اس جیسی کسی اور حدیث کے معارضے اور تضاد سے سالم ہو اور جس حدیث کا کوئی معارض ہو وہ مطلقاً معمول بہ نہیں ہوتی بلکہ بعض دفعہ اس پر عمل ہوتا ہے اور بعض دفعہ نہیں۔ جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی۔

ا۔ محکم:

لغت میں یہ احکم سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ہیں مضبوط بنانا۔ اصطلاح میں: جس حدیث مقبول کے خلاف کوئی اور حدیث نہ ہو، وہ محکم کہلاتی ہے۔

ثم المقبول ینقسم ایضا الی معمول به وغیر معمول به، لانه ان سلم من المعارضة ای لم یات خبر یضاده فهو المحکم وامثلته کثیرة۔ (٢٧)

اکثر احادیث محکم ہیں۔ محکم احادیث بالیقین معمول بہ ہیں۔

٢۔ مختلف الحدیث

لغت میں یہ اختلاف سے اسم فاعل ہے، اختلاف اور اتفاق آپس میں متضاد ہیں۔ اس سے مراد وہ دو احادیث ہیں، جن کے معنی اور مقصد ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہوں۔

اصطلاح میں اس سے مراد وہ دو مقبول متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع (یعنی ان کے اختلاف کو دور کرنا) ممکن ہو اور اس صورت میں ان پر عمل واجب ہو گا: فان امکن الجمع فهو النوع المسمی بمختلف الحدیث (٢٨) علم مختلف الحدیث نہایت اہم علوم میں سے ہے۔ اس علم میں ان احادیث سے بحث کی جاتی

ہے' جن میں بظاہر تناقض نظر آتا ہے' اس علم کے ذریعے ان کے مابین جمع و تطبیق دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جمع و تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ مطلق احادیث کو مقید اور عام کی تخصیص کر دی جائے یا ان کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے۔ اس کو تطبیق حدیث کا علم بھی کہا جاتا ہے۔ امام نووی مختلف الحدیث کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ حدیث کا ایک نہایت اہم فن ہے۔ سب علماء کو اس کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اس فن کا مقصد یہ ہے کہ دو بظاہر متضاد المعنی احادیث میں جمع و توفیق کی کوشش کی جائے۔ یا ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے' اس میں وہ علماء دسترس رکھتے ہیں جو حدیث و فقہ کے جامع ہوں یا ماہر اصول ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے معانی میں مہارت رکھتے ہوں۔

هذا من اهم الانواع ويضطر الى معرفته جميع العلماء من الطوائف وهو ان ياتى حديثان متضادان فى المعنى ظاهرا فيوفق بينهما او يرجح احدهما' وانما يكمل له الائمة الجامعون بين الحديث والفقه' والاصوليون والغواصون على المعانى۔ (۲۹)

اس کی مثال یہ حدیث ہے

لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر۔

(مرض کا متعدی ہونا اور بدشگونی (نحوست) لینا' صفر مہینے کی نحوست اور ہامہ کوئی چیز نہیں) (۳۰) اور دوسری حدیث میں ہے: فرمن المجذوم كما تفر من الاسد (کوڑھی سے اس طرح بچو جیسے کہ تم شیر کے ضرر سے بھاگتے ہو)(۳۱) یہ دونوں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں کیونکہ ایک سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض متعدی نہیں ہوتے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے تو رسول اللہ ﷺ نے کوڑھی سے دور رہنے کا تاکیدی حکم دیا ہے' مگر دو طریقوں سے ان دونوں کے مابین جمع ممکن ہے۔

۱۔ حقیقتاً اور بالذات تو مرض متعدی نہیں ہوتا مگر بعض امراض میں مریض کے ساتھ اختلاط منجملہ اسباب مرض ہوتا ہے' پس اس سے دیگر اسباب مرض کی طرح احتراز کرنا چاہیے:

وجه الجمع بينهما ان هذه الامراض لا تعدى بطبعها ولكن الله تبارک و تعالی جعل مخالطة المريض بها للصحيح سببا لاعدائه مرضه۔ (۳۲)

۲۔ کوڑھی سے دور رہنے کا حکم بد عقیدگی کے سد باب کیلئے ہے' کیونکہ اختلاط کی صورت میں اگر بقضائے الٰہی کوڑھ ہو گیا تو فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے:

ان نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عمومه' واما الامر بالفرار من المجذوم فمن باب سد الذرائع لئلا يتفق للشخص الذى يخالطه شيئى من ذلک بتقدير الله تعالى ابتداء لا بالعدوى المنفية فيظن ان ذلک بسبب مخالطته فيعتقد صحة العدوى فيقع فى الحرج فامر بتجنبه حسما للمادة۔ (۳۳)

متعلقہ کتب:

۱۔ امام محمد بن ادریس الشافعی (۱۰۵ھ ۔ ۲۰۴ھ / ۷۶۷م ۔ ۸۲۰م) اختلاف الحدیث۔

۲۔ امام عبداللہ بن مسلم قتیبہ (۲۱۳ھ ۔ ۲۷۶ھ / ۸۲۸م ۔ ۸۸۹م) تاویل مختلف الحدیث۔

۳۔ امام زکریا بن یحیی ساجی (۲۲۰ھ ۔ ۳۰۷ھ / ۸۳۵م ۔ ۹۲۰م) علل الحدیث

۴۔ امام احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی (۲۳۹ ۔ ۳۲۱ھ / ۸۵۳ ۔ ۹۳۳م) مشکل الآثار

۵۔ امام محمد بن حسن بن فورک (ت ۴۰۶ھ / ۱۰۱۵م) مشکل الحدیث و بیانہ

۶۔ امام عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی (۵۰۸ ۔ ۵۹۷ھ / ۱۱۱۴ ۔ ۱۲۰۱م) التحقیق فی احادیث الاختلاف۔

۳۔ ناسخ و منسوخ

لغت میں نسخ کے دو معنی ہیں۔

۱۔ کسی چیز کو مٹانا اور اس کا ازالہ کرنا' عربی میں کہتے ہیں: نسخت الشمس الظل' یعنی دھوپ نے سائے کو ہٹا کر مٹایا

۲۔ نقل کرنا' عربی میں کہتے ہیں: نسخت الکتاب' یعنی میں نے کتاب کو نقل کر دیا۔

(۳۴)

اصطلاح میں ناسخ و منسوخ دو متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں اور ان میں جمع ممکن نہ ہو، لیکن دلائل سے ایک کا متاخر ہونا معلوم ہو جائے یا خود حدیث میں اس کی صراحت موجود ہو تو دوسری حدیث کو ناسخ اور پہلی کو منسوخ کہتے ہیں(۳۵)

نسخ کی پہچان کئی طرح سے ہو سکتی ہے:

۱۔ اس کی تصریح خود نص میں ہو، جیسے مسلم (۳۶) کی یہ حدیث:

نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكر الاخرة۔

(میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب تم زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے) یا مسلم کی یہ حدیث:

نهيتكم عن لحوم الاضاحي فوق ثلاث فامسكوا ما بدالكم۔ (۳۷)

(میں تمہیں قربانی کے گوشت کے تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا کرتا تھا اب اجازت ہے کہ جتنا چاہو کھاؤ۔)

۲۔ ایک صحابی کا حزم و یقین سے نسخ کو ظاہر کرنا مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت:

كان اخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مست النار اخرجه اصحاب السنن۔ (۳۸)

۳۔ نسخ کی معرفت تاریخ سے ہوتی ہے، مثلاً ایک حدیث ہے:

افطر الحاجم والمحجوم۔

(سنگی لگانے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا) (۳۹)

لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام سنگیاں لگوائیں حالانکہ آپ روزہ سے تھے: ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجم وهو محرم واحتجم وهو صائم (۴۰) امام شافعی نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دس ہجری میں بحالت صوم سنگی لگوائی تھی اور روزہ پورا فرمایا تھا، پہلی حدیث آٹھ ہجری کی ہے لهذا منسوخ ہوئی۔

و سماع ابن اوس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الفتح ولم يكن يومئذ محرما ولم يصحبه محرم قبل حجة الاسلام، فذكر ابن

عباس حجامة النبی عام حجة الاسلام سنة عشر' وحدیث افطر الحاجم والمحجوم فی الفتح سنة ثمان قبل حجة الاسلام قال الشافعی: فان کان ثابتین. فحدیث ابن عباس ناسخ و حدیث افطر الحاجم و المحجوم منسوخ۔ (۴۱)

متعلقہ کتب

۱۔ امام قتادہ بن دعامہ السدوسی (۶۱ھ ۔ ۱۱۸ھ / ۶۸۰م ۔ ۷۳۶م) الناسخ والمنسوخ

۲۔ امام احمد بن محمد بن حنبل (۱۶۴ھ ۔ ۲۴۱ھ / ۷۸۰م ۔ ۸۵۵م) الناسخ والمنسوخ

۳۔ احمد بن محمد الاثرم (ت۔ ۲۶۱ھ / ۸۷۵م) ناسخ الحدیث و منسوخہ

۴۔ احمد بن اسحاق التنوخی (۲۳۱ھ ۔ ۳۱۸ھ / ۸۴۵م ۔ ۹۳۰م) الناسخ والمنسوخ

۵۔ محمد بن بحر ابو مسلم لاصفہانی (۲۵۴ھ ۔ ۳۲۲ھ / ۸۶۸م ۔ ۹۳۴م) الناسخ والمنسوخ

۶۔ عمر بن احمد بن شاہین البغدادی (۲۹۷ھ ۔ ۳۸۵ھ / ۹۰۹م ۔ ۹۹۵م) ناسخ الحدیث و منسوخہ

۷۔ ھبہ اللہ بن سلامہ (ت۔ ۴۱۰ھ / ۱۰۱۹م) : الناسخ والمنسوخ فی الحدیث

۸۔ عبدالرحمٰن بن علی ابن الجوزی (۵۰۸ھ ۔ ۵۹۷ھ / ۱۱۱۴م ۔ ۱۲۰۱م) تجرید الاحادیث المنسوخہ۔

۹۔ محمد بن موسیٰ حازمی (۵۴۸ھ ۔ ۵۸۴ھ / ۱۱۵۳م ۔ ۱۱۸۵م) : الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار۔

۴۔ راجح اور مرجوع:

وہ متعارض حدیثیں جو صحت میں برابر ہوں' ان میں جمع ناممکن ہو اور ان میں تقدم و تاخر ثابت نہ ہو تو اس صورت میں متن یا سند کے وجوہ ترجیح سے کسی ایک کو ترجیح دی جاتی ہے' جس حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے وہ راجح کہلائے گی اور دوسری مرجوح (۴۲) مثلاً

۱۔ ایک حدیث میں اثبات ہے اور دوسری میں نفی تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہو گی۔

۲۔ ایک حدیث سے کسی چیز کی حرمت ثابت ہوتی ہو اور دوسری سے حلت تو حرمت ثابت کرنے والی حدیث کو عمل کے لئے ترجیح دیں گے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

۳۔ اگر ایک کی سند ایسی ہو جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے تو اسے دوسری سند پر ترجیح دیں گے۔

۴۔ ایک کی سند دوسری سے زیادہ صحیح ہو تو اس کو ترجیح ہو گی۔

۵۔ ایک کے طرق روایت زیادہ ہوں تو اسے دوسری پر ترجیح ہو گی۔

۶۔ اگر ایک سماع یا عرض سے حاصل ہوئی ہو اور دوسری کتابت یا مناولت سے تو پہلی کو ترجیح دیں گے۔(۴۳)

۵۔ متوقف فیہ:

وہ متعارض حدیثیں ہیں جو صحت میں برابر ہوں، مگر نہ ان میں جمع ممکن ہو، نہ تقدم و تاخر ثابت ہو اور نہ ہی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا ممکن ہو تو جب تک ان حدیثوں میں سے کسی ایک پر عمل کی کوئی صورت ظاہر نہ ہو تو توقف کیا جائے گا اور کسی پر بھی عمل نہیں کیا جائے گا اور وہ احادیث متوقف فیہ کہلائیں گے (۴۴) امام سخاوی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن محمد بن حنبل ایسی حدیث میں کبھی ایک پر فتوی دیتے تھے، کبھی دوسری پر یہی وجہ ہے ان کے اصحاب کی ان سے روایات مختلف ہیں (۴۵)

۲۔ اقسام مردود:

حدیث مردود کو حدیث ضعیف بھی کہا جاتا ہے، اس کی بہترین تعریف یہ ہے: وھو مالم یجمع صفه الصحیح اوالحسن (۴۶) (ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کی صفات نہ پائی جاتی ہوں) بعض علماء کا قول ہے کہ حدیث صحیح و حسن کی صفات کے فقدان کی بناء پر حدیث ضعیف کی عقلی اعتبار سے ۳۸۱ صورتیں بن سکتی ہیں لیکن ان میں سے اکثر صورتیں موجود نہیں اور اس لئے غیر واقعی ہیں۔ لیکن اس تقسیم کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ ایک عبث تھکان ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں: ان ذلک تعب لیس وراءہ ارب (۴۷)

اسباب رد:

کسی حدیث کے ناقابل عمل ہونے کے دو سبب ہوتے ہیں:

❶ سقط ❷ طعن

ا۔ سقط:

اسناد میں کسی راوی کے چھوٹ جانے کا نام سقط ہے' سقط کی دو قسمیں ہیں: ا۔ سقط واضح ۲۔ سقط خفی

۲۔ طعن:

راوی میں کوئی ایسی خرابی اور عیب ہو جو قبول حدیث کے لئے مانع ہو۔(۴۸)

بلحاظ سقط واضح حدیث مردود کی تقسیم:

سقط واضح کے اعتبار سے حدیث مردود (غیر مقبول) کی چار قسمیں ہیں:

❶ معلق ❷ مرسل ❸ معضل ❹ منقطع

ا۔ معلق:

لغت میں یہ علق سے اسم مفعول ہے جس کے معنی کسی چیز کو باندھ کر چھت میں آویزاں کرنے کے ہیں' اصطلاح میں معلق وہ حدیث ہے جس کی سند کا ابتدائی حصہ حذف کر دیا ہو' یا تمام سند حذف کر دی ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان کی ہو یا صحابی کے علاوہ باقی تمام سند حذف کر دی ہو' یا صحابی اور تابعی کے علاوہ باقی سند حذف کی ہو' یا مصنف نے اپنی جانب سے ابتدائے سند سے صرف ایک یا چند راویوں کو حذف کیا ہو' سب کو معلق کہا جاتا ہے (۴۹) اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

قال ابو موسیٰ الاشعری رضی الله عنه غطی النبی صلی الله علیه وسلم رکبته حین دخل عثمان رضی الله عنه۔(۵۰)

یہ حدیث معلق ہے کیونکہ امام بخاری نے اس میں صحابی کے علاوہ تمام اسناد حذف کر دی۔ حدیث معلق مردود ہوتی ہے کیونکہ اس میں شروط قبول میں سے ایک شرط اتصال سند مفقود ہوتی ہے۔ البتہ صحیحین کی معلق روایتیں یا کسی دوسری کتاب کی معلق

روایتیں جس میں صحت حدیث کا التزام کیا گیا ہو' تو اس پر صحیح کا حکم لگایا جاتا ہے بشرطیکہ صیغہ جزم مثلاً قال' ذکر اور حکی جیسے الفاظ سے نقل کی گئی ہو اور اگر صیغہ تمریض مثلاً: قیل' ذکر اور حکی کے ساتھ نقل کی گئی ہو تو قابل قبول نہیں ہو گی۔ مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں' کبھی کبھی اقوال منبوذہ پر بھی قال کا اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً قال ابن عباس: متوفیک ممیتک (۵۱) حالانکہ یہ واضح طور پر غلط ہے۔

۲۔ مرسل:

لغت میں یہ اَرسَلَ سے اسم مفعول ہے جس کے معنی آزاد چھوڑنے کے ہیں اصطلاح میں مرسل وہ حدیث ہے جس کی سند کا آخری حصہ تابعی کے بعد بیان کیا گیا ہو:

هو ما سقط عن اخره من بعد التابعي-(۵۲)

یعنی تابعی قال رسول اللہ ﷺ کہے اور حدیث بیان کرے' خواہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا معمولی درجہ کا:

و صورته التي لا خلاف فيها حديث التابعي الكبير الذي لقي جماعة من الصحابة و جالسهم كعبيد الله بن عدي بن الخيار ثم سعيد بن المسيب و امثالهما اذا قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم- (۵۳)

مرسل کی مثال یہ حدیث ہے:

عن ابي شهاب عن سعيد بن المسيب: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزابنة- (۵۴)

(رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا)

مزابنة وهي بيع الرطب في رؤس النخل- (۵۵)

(مزابنہ یہ ہے جو کھجور درخت پر لگی ہو اس کو خشک کھجور کے بدلے بیچا جائے) اس روایت میں سعید بن المسیب نے جو بلند پایہ تابعی ہیں' اپنے سے اوپر والا راوی حذف کر دیا ہے اور براہ راست رسول اللہ کا نام لے کر حدیث بیان کی ہے لہٰذا یہ روایت مرسل ہوئی۔ مرسل کے حجت ہونے اور حجت نہ ہونے میں کئی اقوال ہیں' جن کا مرجع تین اقوال کی طرف ہے۔

❶ قبول مطلق ❷ رد مطلق ❸ تفصیل۔

۱۔ قبول مطلق: امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرسل روایت قابل احتجاج ہے:

و قال مالک فی المشهور عنه وابو حنیفة واصحابه وغیرهم من ائمة العلماء کاحمد فی المشهور عنه انه صحیح محتج به بل حکم ابن جریر اجماع التابعین باسرهم علی قبوله وانه لم یات عن احد منهم انکاره ولا عن احد من الائمة بعدهم الی راس الماتین۔ (۵۶) مرسل روایت کے مقبول ہونے میں کئی اقوال ہیں۔

(الف) ہر مرسل روایت کو قبول کرنا، خواہ عصر تابعین کے بہت بعد ارسال کی گئی ہو، مثلاً آج کوئی شخص قال رسول اللہ ﷺ کہے تو یہ قابل حجت ہو گی۔

قبول کل مرسل سواء بعد عهده وتاخر زمنه عن عصر التابعین حتی مرسل من فی عصرنا اذا قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (۵۷)

یہ بعض غالی متاخرین احناف کی رائے ہے: ولم یصرح به علی هذاالوجه الا بعض الغلاة من متاخری الحنفیه (۵۸) لیکن اتنی توسیع اور وسعت بھی مناسب نہیں بلکہ یہ بالا جماع باطل اور مردود ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اسناد کا فائدہ ختم ہو جاتا ہے۔

وهذا توسع غیر مرضی بل هو باطل مردود بالا جماع فی کل عصر علی اعتبار الاسانید والنظر فی عدالة الرواة وجرحهم، ولو جوز قبول مثل هذا لزالت فائدة الاسناد بالکلیة، وبطلت خصیصة هذه الامة وسقط الاستدلال بالسنة علی وجهها۔ (۵۹)

(ب) اس تابعی کی مرسل روایتیں معتبر ہیں جو ہمیشہ ثقہ راویوں ہی کے نام حذف کرتے ہیں جیسے سعید بن المسیب اور اگر وہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے راویوں کے نام حذف کرتے ہوں تو ان کی مرسل روایتیں معتبر نہیں تاآنکہ تحقیق ہو جائے، کیونکہ احتمال ہے کہ تابعی نے وہ روایت کسی صحابی سے نہ سنی ہو بلکہ تابعی سے سنی ہو اور وہ ثقہ نہ ہو، کیونکہ تابعی ثقہ اور غیر ثقہ ہر طرح کے تھے:

قبول مراسیل التابعین واتباعهم مطلقا، الا ان یکون المرسل عرف بالارسال عن غیر الثقات، فانه لا یقبل مرسله۔ (۶۰)

اور یہ عیسی بن ابان، ابوبکر رازی، بزدوی اور اکثر متاخرین احناف کا مذہب ہے:

فان کان المرسل من ائمة النقل قبل مرسله و الا فلا، وهو قول عیسٰی بن ابان واختیار ابی بکر الرازی والبزدوی واکثر المتاخرین من الحنفية۔(۶۱)

(ج) مراسیل تابعین کبار کو قبول کرنا اور مراسیل تابعین صغار کو قبول نہ کرنا:

اختصاص القبول بمراسیل کبار التابعین دون صغارهم الذین نقل روایتهم عن الصحابة۔ (۶۲)

یہ اکثر احناف اور بعض مالکیہ کا قول ہے:

و هذا قول کثیر من الحنفية وبعض المالكية فيما حكى ابن عبدالبر عنهم۔(۶۳)

۲۔ رد مطلق

یہ حدیث مرسل دین میں حجت نہیں ہے، حدیث نبویؐ کے حفاظ و نقاد کی آخری و حتمی رائے یہی ہے اور اسی فیصلہ کو انہوں نے اپنی تصانیف میں درج کیا ہے:

و ما ذکرنا من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحكم بضعفه هوالذی استقر عليه آراء جماعة حفاظ الحديث ونقاد الاثر وتدا ولوه فی تصانيفهم۔ (۶۴)

امام مسلمؒ فرماتے ہیں ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل حجت نہیں ہے۔

و المرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالاخبار ليس بحجة۔ (۶۵)

کیونکہ اس میں غیر معروف راوی کو حذف کیا جاتا ہے جو غیر ثقہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ روایت معتبر ہوتی ہے جس کا راوی ثقہ ہو اور مجہول حجت نہیں بن سکتا۔

لانه حذف منه راو غير معروف وقد يكون غير ثقة، والعبرة فی الرواية بالثقة واليقين ولا حجة فی المجهول۔ (۶۶)

اکثر علماء مراسیل صحابہ کو ضعیف نہیں سمجھتے، بلکہ مراسیل صحابہ موصول کے حکم میں ہیں، کیونکہ صحابہ، صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور سب صحابہ عادل ہیں، پس ان کی

جہالت مضر نہیں:

و اما مراسیل الصحابة' کابن عباس و امثاله ففی حکم الموصول' لانهم انما یروون عن الصحابة' و کلهم عدول فجهالتهم لا تضر۔(٦٧)

۳۔ تفصیل:

اگر تابعی کی عادت ہو کہ وہ فقط ثقہ راوی ہی سے ارسال کرتا ہو تو اس کی مرسل روایت قبول کر لی جائے گی اور اگر وہ ہر کسی سے مرسل روایت کرتا ہو' خواہ ثقہ سے ارسال کرتا ہو یا ضعیف راوی سے' پس اس کی مرسل روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

الفرق بین من عرف من عادته انه لا یرسل الا عن ثقة فیقبل مرسله' وبین من عرف انه یرسل عن کل احد' سواء کان ثقة او ضعیفا فلا یقبل مرسله۔(٦٨)

اور یہ آئمہ جرح و تعدیل میں سے ایک جماعت کی رائے ہے۔

و هذا اختیار جماعة کثیرین من آئمه الجرح والتعدیل کیحیٰی بن سعید القطان وعلی بن المدینی وغیرهما۔(٦٩)

مراسیل بیان کرنے والے راوی:

اہل مدینہ میں سے سعید بن المسیب' اہل مکہ میں سے عطاء بن ابی رباح' اہل بصرہ میں سے سعید بن ابی ہلال' اہل شام میں سے مکحول دمشقی' اہل بصرہ میں سے حسن بن ابی الحسن البصری اور اہل کوفہ میں سے ابراہیم بن یزید نخعی (۷۰) اصح ترین مراسیل میں سے سعید بن المسیب کی ہیں: **واصحها مراسیل سعید بن المسیب** (۷۱) وقال احمد بن حنبل وغیرہ: مراسلات سعید صحاح (۷۲)۔ امام شعبی (عامر بن شراحیل) کے بارے میں امام احمد العجلی کا ارشاد ہے کہ: مراسیل شعبی صحیح ہوتی ہیں: **قال احمد العجلی: مرسل الشعبی صحیح' لایکاد یرسل الا صحیحا** (۷۳) ابراہیم نخعی کی مراسیل صحیح ہیں ماسوائے حدیث "تاجر البحرین" اور "حدیث القهقهة"۔

و اسند ابن عدی عن یحی بن معین انه قال: مراسیل ابراہیم صحیحة الاحدیث تاجر البحرین وحدیث القهقهه۔(۷۴)

مراسیل حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح نہایت ضعیف اور ناقابل قبول ہیں' کیونکہ یہ ثقہ اور غیر ثقہ دونوں قسم کے راویوں سے ارسال کرتے ہیں: **ولیس فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح فانهما کانا یاخذان عن کل واحد** (۷۵) اسی طرح زہری کی مراسیل بھی قابل اعتناء نہیں: **قال یحی بن معین: مراسیل الزهری لیس بشئی** (۷۶) **قال الشافعی: وارسال الزهری عندنا لیس بشئی** (۷۷)

متعلقہ کتب

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث (۲۰۲ھ ۔ ۲۷۵ھ / ۸۱۷م ۔ ۸۸۹م) کتاب المراسیل

۲۔ امام عبدالرحمن بن محمد بن ابی حاتم (۲۴۰ھ ۔ ۳۲۷ھ / ۸۵۴م ۔ ۹۳۸م) کتاب المراسیل

۳۔ امام احمد بن ھارون البردیجی (ت ۳۰۱ھ / ۹۱۴م) کتاب بیان المرسل۔

۴۔ احمد بن علی خطیب بغدادی (۳۹۲ھ ۔ ۴۶۳ھ / ۱۰۰۲م ۔ ۱۰۷۲م) التفصیل لمبہم المراسیل۔

۵۔ ایضا: تمییز المزید فی متصل الاسانید

۶۔ امام یحی بن شرف النووی (۶۳۱ھ - ۶۷۶ھ / ۱۲۳۳م ۔ ۱۲۷۷م) مختصر التفصیل فی حکم المراسیل۔

۷۔ امام خلیل بن ایبک کیکلدی العلائی (۶۹۴ھ - ۷۶۱ھ / ۱۲۹۵م ۔ ۱۳۵۹م) جامع التحصیل فی احکام المراسیل۔

۸۔ امام احمد بن عبدالرحیم ابن العراقی (۷۶۲ھ ۔ ۸۲۶ھ / ۱۳۶۱م ۔ ۱۴۲۳م) تحفہ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل۔

۳۔ معضل

لغت میں اعضلہ سے اسم مفعول ہے' جس کے معنی ہیں: سخت ہونا مشکل ہونا' تنگ ہونا' اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں سے دو یا زیادہ راوی مسلسل حذف ہو گئے ہوں:

من اقسام السقط من الاسناد : ان کان باثنین فصاعدا مع التوالی فھو المعضل۔ (۷۸)

مثلاً امام مالک فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' یا امام شافعی فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کقول مالک: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقول الشافعی : قال ابن عمر۔ (۷۹)

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

عن عمرو بن شعیب قال قاتل عبد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اذن لک سیدک؟ قال: لا فقال: لو قتلت لدخلت النار' قال سیدہ: فھو حر یا رسول اللہ' فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الآن فقاتل۔ (۸۰)

اس کو عمرو بن شعیب نے معضل بنا دیا: فقد اعضل الاسناد عمرو بن شعیب (۸۱)

کبھی کبھار ایک روایت ایک سند سے معضل ہوتی ہے' مثلاً:

عن مالک انہ قد بلغہ ان ابا ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : للمملوک طعامہ وکسوتہ بالمعروف ولا یکلف من العمل الا ما یطیق۔ (۸۲)

یہ روایت معضل ہے اور اسے امام مالک نے موطا میں معضل ہی نقل کیا ہے' لیکن مو طا سے باہر یہ روایت موصول ہے:

ھذا معضل اعضلہ عن مالک ھذا فی المؤطا الا انہ قد وصل عنہ خارج الموطا۔ (۸۳)

اور یہ اعضال یوں دور کیا گیا:

عن مالک بن انس عن محمد بن عجلان عن ابیہ عن ابی عن ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم: للمملوک طعامہ وکسوتہ بالمعروف ولا یکلف من العمل الا ما یطیق۔(۸۴)

معضل کی ایک قسم یہ ہے کہ اتباع تابعین میں سے کوئی مرسلاً روایت کرے' اس کی

مثال یہ ہے اعمش، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

یقال للرجال یوم القیامة عملت کذا وکذا؟ فیقول: لا فیختم علی فیه۔

یہ روایت اس لئے معضل ہے کہ شعبی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اور حضرت انس نے رسول اللہ ﷺ سے۔ تو گویا اعمش نے انس رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کو سند سے ساقط کر کے حدیث کو معضل بنا دیا:

فقد اعضله الاعمش، لان الشعبی یرویه عن انس عن النبی صلی اللہ علیه وسلم، فقد اسقط منه الاعمش انسا والنبی صلی اللہ علیه وسلم فناسب ان یسمی معضلاً (۸۵)

حدیث معضل ضعیف ہوتی ہے اور اس کی حالت مرسل اور منقطع سے بدتر ہوتی ہے، کیونکہ اسناد میں کئی راویوں کو حذف کر دیا جاتا ہے، جن کے ثقہ ہونے کا کوئی علم نہیں ہوتا، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، سب علماء اس پر متفق ہیں۔

۴۔ منقطع

لغت میں یہ انقطاع سے اسم فاعل ہے، جو اتصال (پیوستگی) کی ضد ہے۔

اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان سے صرف ایک راوی حذف ہوا ہو، یا چند راوی حذف ہوئے ہوں مگر مسلسل نہ ہوئے ہیں بلکہ الگ الگ جگہوں سے حذف ہوئے ہوں۔

فان کان السقط اثنین غیر متوالیین فی موضعین مثلاً فهو المنقطع۔ (۸۶)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: منقطع وہ حدیث ہے جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو یا اس میں کوئی مبہم راوی ذکر کیا گیا ہو۔

هو ان یسقط من الاسناد رجل، او یذکر فیه رجل مبهم۔ (۸۷)

سقوط راوی کی مثال وہ حدیث ہے جسے عبدالرزاق نے ثوری سے، انہوں نے ابواسحاق سے، انہوں نے زید سے اور انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دو تو وہ قوی بھی ہے اور امانت دار بھی۔

ان ولیتموها ابابکر فقوی امین لا تاخذه فی اللہ لومة لائم۔

اس روایت میں دو جگہ انقطاع ہے۔ عبدالرزاق نے اسے ثوری سے براہ راست نہیں سنا۔ نیز ثوری اور ابو اسحاق کے درمیان ایک راوی شریک گرا ہوا ہے۔ اس لئے کہ ثوری نے براہ راست ابو اسحاق سے نہیں سنا بلکہ شریک سے سنا اور شریک نے یہ حدیث ابو اسحاق سے سنی۔

فیه انقطاع فی موضعین، فان عبدالرزاق لم یسمعه من الثوری والثوری لم یسمعه من ابی اسحاق۔ (۸۸)

حدیث میں مبہم راوی مذکور ہونے کی مثال وہ روایت ہے جسے ابو العلاء (ابن الشخیر) نے دو آدمیوں سے روایت کی اور انہوں نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز میں پڑھنے کے لئے یہ دعا سکھاتے تھے۔

اللّٰھم انی اسئالک التثبت فی الامور وعزیمة الرشد واسالک قلبًا سلیماً ولسانا صادقاً واسالک شکر نعمتک وحسن عبادتک واستغفرک لما تعلم واعوذبک من شر اسئالک من خیر ما تعلم

اب سوال یہ ہے کہ یہ دو آدمی کون ہیں، یہ دونوں مجہول و مبہم راوی ہیں، پس روایت منقطع ہوئی۔

ھذا الاسناد مثل لنوع من المنقطع لجھالة الرجلین بین ابی العلاء بن الشخیر وشداد بن اوس۔ (۸۹)

بعض اوقات کسی حدیث میں کوئی راوی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا نام مذکور نہیں ہوتا اور وہ حدیث منقطع بھی نہیں ہوتی، اس کی مثال یہ حدیث ہے کہ ہمیں ایک شیخ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ آدمی کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو وہ عجز و تقصیر کا اعتراف کرے یا گناہ کا مرتکب ہو پس جس کی زندگی میں یہ زمانہ آجائے وہ عجز و تواضع کو اختیار کرے اور گناہ کا مرتکب ہونے سے بچے: **یاتی علی الناس زمان یخیر الرجل بین العجزوالفجور، فمن ادرک ذلک الزمان فلیختر العجز علی الفجور** ظاہر ہے کہ شیخ کسی آدمی کا نام نہیں، جس آدمی کو اس روایت میں شیخ کہا گیا، دوسری روایت میں اس کا نام ابو عمرو جدلی مذکور ہے۔ منقطع کی اس قسم کی پہچان بہت دشوار ہے، بہت بڑا حافظ اور متبحر عالم حدیث ہی اس کو

پہچان سکتا ہے: قال الحاکم : فھذا النوع من المنقطع الذی لایقف علیہ الاالحافظ الفھم المتبحر فی الصنعۃ۔ (۹۰)

بلحاظ سقط خفی حدیث مردود کی تقسیم

سقط خفی کے اعتبار سے حدیث مردود (غیر مقبول) کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مدلس ۲۔ مرسل خفی

مدلس

لغت میں مدلس تدلیس سے اسم مفعول ہے اور تدلیس کے معنی ہیں: بائع کا مشتری سے فروخت کی جانے والی چیز کا عیب چھپا لینا: والتدلیس فی البیع کتمان عیب السلعۃ عن المشتری (۹۱)۔ تدلیس دلس سے مشتق ہے جس کے معنی ظلمت و تاریکی کے ہیں: وھو الظلمۃ او اختلاط الظلام۔ (۹۲)

اصطلاح میں مدلس وہ حدیث ہے جس میں سقط خفی ہو' یعنی راوی اپنے استاد کو (جس سے یہ حدیث سنی ہے) حذف کر کے مافوق سے (جس سے لقاء تو ہو مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاد کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو بلکہ یہ محسوس ہو کہ مافوق ہی سے سنا ہو۔

قال الازھری: ومن ھذا اخذ التدلیس فی الاسناد' وھو ان یحدث المحدث عن الشیخ الاکبر وقد کان راہ الا انہ سمع ما اسندہ الیہ من غیرہ من دونہ۔ (۹۳)

تدلیس کی قسمیں:

تدلیس کی دو قسمیں۔

❶ تدلیس الاسناد ❷ تدلیس الشیوخ

۱۔ تدلیس الاسناد

تدلیس الاسناد یہ ہے کہ راوی ایسے شخص سے روایت کرے' جو اس کا ہم عصر ہو اور اس سے مل چکا ہو مگر اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو' یا ایسے ہم عصر سے روایت کرے جسے ملا نہ ہو مگر دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے اپنے معاصر سے سن کر یہ

روایت کی ہے۔

هو ان یروی عمن لقیه مالم یسمعه منه موهماً انه سمعه منه' او عمن عاصره ولم یلقه موهما انه قد لقیه و سمعه منه۔(٩٤)

ایسی روایت کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ مدلس راوی حدثنا فلان اور اخبرنا فلان نہیں کہتا' بلکہ قال فلان اور عن فلان کہتا ہے۔

و من شانه ان لا یقول فی ذلک اخبرنا فلان' ولا حدثنا وما اشبههما وانما یقول: قال فلان او عن فلان' ونحو ذلک۔ (٩٥)

اس کی مثال علی بن خشرم کا یہ قول ہے: ہم سفیان بن عیینہ کے یہاں حاضر تھے' سفیان نے کہا: مجھے عبدالرزاق نے بتایا' اس نے معمر سے سنا' اس نے زہری سے سنا:

مثال ذلک ما روینا عن علی بن خشرم قال کنا عند ابن عیینة فقال: قال الزهری' فقیل له: سمعته من الزهری؟ فقال: لا لم اسمعه من الزهری' ولا ممن سمعه من الزهری حدثنی عبدالرزاق عن معمر عن الزهری۔(٩٦)

مذکورہ صدر اسناد میں سفیان' زہری کے ہم عصر تھے اور ان سے مل چکے تھے مگر انہوں نے زہری سے کوئی روایت نہیں سنی۔ بخلاف ازیں سفیان نے روایت عبدالرزاق سے سنی۔ عبدالرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے اخذ کی' اس سند میں تدلیس یہ ہے کہ سفیان نے عبدالرزاق اور معمر دونوں کے نام حذف کر دیئے اور ایسے الفاظ سے روایت کی جن سے وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے براہ راست یہ حدیث زہری سے سنی۔

یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے اور صریح دروغ گوئی پر مبنی ہے' امام شعبہ فرماتے ہیں: میں تدلیس کا مرتکب ہونے کی نسبت زناکاری کو ترجیح دیتا ہوں: لان ازنی احب الی من ان ادلس (٩٧) مزید فرماتے ہیں: تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے: التدلیس اخو الکذب (٩٨)

جو راوی ایک دفعہ بھی تدلیس کا ارتکاب کرتا ہے تو امام شافعی اس کی روایت کو رد کر دیتے ہیں' اگرچہ مدلس راوی اخبرنا اور حدثنا کہے:

و من الحفاظ من جرح من عرف بهذا التدلیس من الرواة فرد روایته مطلقًا وان اتی بلفظ الاتصال ولو یعرف انه دلس الا مرة واحدة' کما قد نص علیه الشافعی رحمه الله۔(٩٩)

مگر اکثر علماء کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ جو راوی تدلیس کی جانب منسوب ہو وہ جس روایت میں سماع کی تصریح کرے وہ روایت قبول کی جائے گی اور جو روایت مبہم ہو گی اس کو رد کر دیا جائے گا۔

و الصحیح التفصیل وانما رواہ المدلس بلفظ محتمل لم یبین فیه السماع والاتصال حکمه حکم المرسل وانواعه ومارواہ بلفظ مبین للاتصال نحو سمعت و حدثنا و اخبرنا واشباهها فهو مقبول محتج به۔

(۱۰۰)

حجاز، حرمین، مصر، عوالی، اصبھان، بلاد فارس، خوزستان اور ماوراء النھر کے محدثین میں سے کوئی بھی تدلیس میں معروف نہیں ہے، کوفہ کے اکثر اور بصرہ کے چند محدث تدلیس کیا کرتے تھے:

ان اهل الحجاز والحرمین ومصر والعوالی لیس التدلیس من مذهبهم وکذلک اهل خراسان والجبال واصبهان وبلاد فارس و خوزستان وماوراء النهر لا یعلم احد من ائمتهم دلس، واکثر المحدثین تدلیسا اهل الکوفة ونفر یسیر من اهل البصرة۔ (۱۰۱)

ابوبکر ابن الباغندی محمد بن محمد بن سلیمان (المتوفی ۳۱۲ھ / ۹۲۵م) اولین شخص تھا جس نے تدلیس کو رواج دیا۔ (۱۰۲)

تدلیس الاسناد کی قسمیں

❶ تدلیس العطف ❷ تدلیس السکوت ❸ تدلیس التسویہ ❹ تدلیس البلاد۔

۱۔ تدلیس العطف

راوی کہے: حدثنا وفلان وفلان، حالانکہ اس نے اس دوسرے شخص سے کچھ بھی نہ سنا ہو:

و منه تدلیس العطف، ان یقول: حدثنا فلان و فلان، وهو لم یسمع من الثانی المعطوف (۱۰۳) وهو ان یصرح بالتحدیث فی شیخ له ویعطف علیه شیخا آخر له، ولا یکون سمع ذلک من الثانی۔(۱۰۴)

ھشیم بن بشیر(۱۰۴ ۔ ۱۸۳ھ / ۷۲۲ ۔ ۷۹۹م) تدلیس العطف کیا کرتے تھے: وقد ذکر عن ھشیم انه فعله (۱۰۵)۔ امام احمد فرماتے ہیں: ہشیم نے یزید' ابی زیاد' عاصم بن کلیب' حسن بن عبدالله ابی خلدة' سیار اور علی بن زید سے حدیث نہیں سنی اور پھر بھی ان سے احادیث نقل کرتا ہے (۱۰۶) ایک دفعہ ان کے شاگردوں نے ان سے وعدہ لیا کہ کل کوئی مدلس روایت بیان نہیں کرے گا' جب صبح ہوئی تو روایت بیان کرنے لگے: حدثنا فلان و فلان۔ جب درس سے فارغ ہوئے تو شاگردوں سے پوچھا کیا میں نے آج کوئی مدلس روایت بیان کی؟ سب نے نفی میں جواب دیا' اس پر انہوں نے کہا کہ پہلے راوی سے میں نے حدیث سنی ہے اور دوسرے سے نہیں' اس کا نام تدلیس العطف ہے:

و من عجائبه فی التدلیس ان اصحابه قالوا له: نرید ان لا تدلس لنا شیئا فواعدهم' فلما اصبح املیٰ علیهم مجلسًا یقول فی اول کل حدیث منه حدثنا فلان وفلان عن فلان' فلما فرغ قال: هل دلست لکم الیوم شیئا؟ قالو: لا' قال: فان کل شئی حدثتکم عن الاول سمعته وکل شیئی حدثتکم عن الثانی فلم اسمعه منه' قلت: فهذا ینبغی ان یسمی تدلیس العطف۔ (۱۰۷)

۲۔ تدلیس السکوت

تدلیس سکوت کا مطلب یہ ہے کہ راوی کہے سمعت یا حدثنا یا حدثنی اس کے بعد تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہے اعمش۔ اس سے سننے والا یہ تاثر لے گا کہ اس نے اعمش سے سنا' حالانکہ یہ درست نہیں:

و منه تدلیس السکوت' کان یقول: حدثنا او سمعت' ثم یسکت' ثم یقول: هشام بن عروة اوالا عمش موهماً انه سمع منهم ولیس کذلک۔

(۱۰۸)

۳۔ تدلیس التسویہ

تدلیس تسویہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی راوی کے شیخ کا نام اس لئے ذکر نہ کیا جائے کہ وہ ضعیف یا صغیر السن ہے۔ اس کے بجائے یہ ظاہر کیا جائے کہ حدیث صرف ثقات سے

مروی ہے تاکہ اسے صحیح اور مقبول قرار دیا جائے' یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں شدید ترین دھوکہ پایا جاتا ہے:

منها تدليس التسوية وهو ان يسقط غير شيخه لضعفه او صغره فيصير الحديث ثقة عن ثقة فيحكم له بالصحة وفيه تعزير شديد ... وهذا التدليس افحش انواع التدليس مطلقًا وشرها (۱۰۹)

بقیہ بن ولید (۱۱۰ھ - ۱۹۷ھ / ۷۲۸م - ۸۱۲م) اور ولید بن مسلم (۱۱۹ - ۱۹۵ھ / ۷۳۷ - ۸۱۰م) اس قسم کی تدلیس میں مشہور تھے' مؤخرالذکر اوزاعی کے ضعیف شیوخ کو حذف کر کے صرف ثقات کا نام ذکر کرتے ہیں' جب اس ضمن میں ان سے پوچھا گیا تو اس نے کہا: اوزاعی کا مقام اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ وہ ایسے ضعیف راویوں سے حدیث روایت کرے' پھر ولید سے کہا گیا۔ جب اوزاعی ان ضعیف راویوں سے منکر روایتیں نقل کریں اور آپ ان کو حذف کر کے ان کی جگہ ثقہ راویوں کے نام کا ذکر کر دیں تو پھر اوزاعی کو ضعیف راوی قرار دینا چاہیئے' ولید نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔

و ممن اشتهر بذلک: بقية بن الوليد وكذلک الوليد بن مسلم فكان يحذف شيوخ الاوزاعي الضعفاء ويبقي الثقات' فقيل له في ذلک فقال: انبل الاوزاعي ان يروى عن مثل هؤلاء فقيل له: فاذا روى عن هولاء وهم ضعفاء احاديث منا كير فاسقطتهم انت وصيرتها من روايه الاوزاعي عن الثقات' ضعف الاوزاعي؟ فلم يلتفت الوليد الى ذلک القول (۱۱۰)

۴۔ تدلیس البلاد

بعض مدلسین اپنے شیخ کی تعظیم کے لئے ایک مبہم اور متشابہ لفظ بولتے ہیں اور اس طرح کسی شہر یا قبیلہ کی عظمت و فضیلت کے پردہ میں شیخ کی عظمت جتانا چاہتے ہیں۔ مثلاً ایک مصری شخص کہے کہ حدثنی فلان بالاندلس مجھے فلاں شخص نے اندلس میں حدیث سنائی اور اندلس سے مراد وہ مقام ہو جو القرافہ میں واقع ہے۔ یا رقاق حلب کہے اور قاہرہ کی ایک جگہ مراد لے' یا ایک بغدادی شخص کہے: حدثنی فلان بما وراء النہر (ماوراء النہر

کے ایک شخص نے مجھے حدیث سنائی) اور اس سے مراد یہ لے کہ دریائے دجلہ کے پار مجھے حدیث سنائی یا یوں کہے کہ فلاں نے مجھے رقہ (ایک شہر کا نام) میں حدیث سنائی اور اس سے مراد دریائے دجلہ کے کنارے پر ایک باغ مراد لے' یا دمشق کا رہنے والا یوں کہے کہ مجھے فلاں شخص نے کرک میں حدیث سنائی اور کرک سے کرک نوح مراد لے جو دمشق کے قریب ایک بستی کا نام ہے۔ ان تمام الفاظ سے سامع کے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ یہ شخص طلب حدیث میں کافی سیرو سیاحت کر چکا ہو گا۔ حافظ ابن حجر اس ملمع سازی اور دجل و فریب کو تدلیس البلاد سے تعبیر کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ تدلیس الشیوخ سے ملتی جلتی ایک اصطلاح ہے۔ (١١١)

۲۔ تدلیس الشیوخ

یہ کہ محدث اپنے شیخ کا ذکر غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے یا غیر معروف نسبت یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں کیونکہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا آدمی ہوتا ہے:

هو ان يصف شيخه بمالم يشتهر به من اسم او لقب او كنية او نسبة ايهاما للتكثير غالبا' وقد يفعل ذلک لضعف شيخه' وهو خيانة ممن تعمده' كما اذا اوقع ذلک فی تدلیس الاسناد۔(١١٢)

تدلیس کیوں کی جاتی ہے؟

تدلیس دو وجہ سے کی جاتی ہے

١۔ کسی محدث کا استاد معمولی درجہ کا ہو اور استاد کا استاد عالی رتبہ ہو' محدث کو اس معمولی استاذ سے روایت کرنے میں کسر شان محسوس ہوتی ہے' اس لئے وہ استاد کو حذف کر کے علو شان کیلئے استاذ الاستاذ سے روایت کرتا ہے' ایسا کرنا مکروہ ہے:

فتارة يكره' كما اذا كان اصغر سنا منه او نازل الرواية و نحو ذلک۔(١١٣)

۲۔ کبھی کبھار محدث کا استاد غیر ثقہ ہوتا ہے تو روایت بیان کرنے والا تدلیس کر لیتا ہے تاکہ اس کے غیر ثقہ استاد کا پتہ نہ چل سکے' یا ابہام و ایہام گوئی سے کام لیتا ہے اور وہ ایسے کہ اپنے غیر ثقہ استاد کا ایسے نام اور کنیت سے ذکر کرتا ہے جو کسی دوسرے ثقہ

راوی کا نام اور کنیت ہوتی ہے' ایسا کرنا حرام ہے۔

و تارة یحرم' کما اذا کان غیر ثقة فدلسه لئلا یعرف حاله' او اوهم انه رجل آخر من الثقات علی وفق اسمه او کنیته۔ (۱۱۴)

متعلقہ کتب

۱۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی (۳۹۲ ۔ ۴۶۳ھ / ۱۰۰۲ ۔ ۱۰۷۲م) التبیین لاسماء المدلسین۔

۲۔ خلیل بن کیکلدی العلائی (۶۹۴ ۔ ۷۶۱ھ / ۷۶۱ھ / ۱۲۹۵ ۔ ۱۳۵۹م) کتاب المدلسین۔

۳۔ ابراہیم بن محمد بن خلیل الحلبی (۷۵۳ ۔ ۸۴۱ھ / ۱۳۵۲ ۔ ۱۴۳۸م) التبیین لاسماء المدلسین۔

۴۔ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳ ۔ ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ ۔ ۱۴۴۹م) تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس المعروف طبقات المدلسین۔

۲۔ مرسل خفی

مرسل لغت میں ارسال سے ماخوذ ہے جس کے معنی آزاد چھوڑنے کے ہیں اور خفی جلی یعنی ظاہر کا ضد ہے' چونکہ اس قسم کا ارسال غیر ظاہر ہوتا ہے اور کافی جستجو اور تلاش کے بعد اس کی سمجھ آجاتی ہے' اس لئے اسے یہ نام دیا گیا۔

المرسل لغة اسم مفعول من الارسال بمعنی الاطلاق کان المرسل اطلق الاسناد ولم یصله والخفی ضد الجلی لان هذا النوع من الارسال غیر ظاهر فلا یدرک الا بالبحث۔ (۱۱۵)

اصطلاح میں وہ حدیث ہے جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی معاصرت کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو۔

المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدث عنه بل بینه وبینه واسطة۔ (۱۱۶)

اس کی مثال یہ حدیث ہے۔

عن عمر بن عبدالعزیز عن عقبة بن عامر الجهنی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: رحم الله حارس الحرس۔ (۱۱۷) یہ حدیث مرسل خفی کی بہترین مثال ہے کیونکہ عمر بن عبدالعزیز کی ملاقات عقبہ نے ثابت نہیں۔

عن عقبہ بن عامر ویقال مرسل (۱۱۸)

تدلیس کے اثبات کے لئے معاصرت کے ساتھ ملاقات کے ضروری ہونے کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سب محدثین کے نزدیک مخضرمین (۱۱۹) ابو عثمان نہدی (۱۲۰) اور قیس بن ابی حازم (۱۲۱) کی رسول اللہ ﷺ سے روایت ارسال کے قبیل سے ہے' تدلیس نہیں ہے اگر تدلیس میں ہم زمانہ ہونا کافی ہوتا تو ان لوگوں کی روایت کو تدلیس قرار دینا چاہئے تھا کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کے ہم عصر تھے مگر یہ معلوم نہیں کہ آپ سے ان کی ملاقات ہوئی یا نہیں۔

و یدل علی ان اعتبار اللقی فی التدلیس دون المعاصرة وحدها لا بد منه اطباق اهل العلم بالحدیث علی ان روایة المخضر مین کابی عثمان النهدی وقیس بن ابی حازم عن النبی صلی الله علیه وسلم من قبیل الارسال لا من قبیل التدلیس' ولو کان مجرد المعاصرة یکتفی به فی التدلیس لکان هولاء مدلسین لانهم عاصروا النبی صلی الله علیه وسلم قطعاً ولکن لم یعرف هل لقوه ام لا۔ (۱۲۲)

مرسل خفی کے جاننے کے تین ذرائع ہیں۔

۱۔ کسی امام فن کی تصریح کہ راوی کی اس کے شیخ سے ملاقات یا سماع ثابت نہیں۔

۲۔ خود راوی اپنے بارے میں یہ تصریح کردے کہ میں نے جس سے حدیث نقل کی ہے اس سے میری ملاقات یا سماع نہیں۔

۳۔ حدیث کا دوسری سند سے زائد راوی کے ساتھ منقول ہونا۔

نص بعض الائمة علی ان هذا الراوی لم یلق من حدث عنه اولم یسمع منه مطلقًا' اخباره عن نفسه بانه لم یلق من حدث عنه او لم یسمع منه شیئا' مجیئی الحدیث من وجه آخر فیه زیادة شخص بین هذا الراوی

وبین من روی عنه (۱۲۳) ویعرف عدم الملاقاۃ باخبارہ عن نفسہ بذلک او بجزم امام مطلع۔ (۱۲۴)

ملحقات

حدیث مردود بسبب سقط اسناد کی چھ قسمیں بیان کی گئیں' لیکن حدیث معنعن اور مؤنن میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ حدیث منقطع کی قسمیں ہیں یا متصل کی؟ لہٰذا ہماری رائے میں یہ بھی حدیث مردود بسبب سقط اسناد کے باب میں بیان کی جائیں۔

ا۔ معنعن

لغت میں عنعن سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں عن عن کہنا' اصطلاح میں اس روایت کو معنعن کہا جاتا ہے جسے راوی لفظ عن کے ساتھ روایت کرے: الاسناد المعنعن وھو فلان عن فلان (۱۲۵) اس کی مثال یہ حدیث ہے:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ' ثنا معاویۃ بن ھشام' ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ وملئکتہ یصلون علی میامن الصفوف (۱۲۶)

حدیث معنعن کے بارے میں علماء کرام کے دو قول ہیں۔

ا۔ جب تک اس کا متصل السند ہونا ثابت اور محقق نہ ہو جائے اس وقت تک اسے مرسل کہا جائے گا۔

۲۔ جمہور محدثین' فقہاء اور اصولیین کا مذہب یہ ہے کہ دو شرائط کے ساتھ اسے متصل شمار کیا جائے گا۔

ا۔ عن کے ذریعے روایت کرنے والا مدلس نہ ہو۔

۲۔ جن دو راویوں کے درمیان لفظ عن آ رہا ہے ان کے درمیان ملاقات کا امکان پایا جاتا ہو:

قیل انہ مرسل' والصحیح الذی علیہ العمل وقالہ الجماھیر من اصحاب الحدیث والفقہ و لاصول انہ متصل بشروط ان لا یکون المعنعن مدلسا وبشرط امکان لقاء بعضھم بعضا (۱۲۷)

۲۔ مؤنن

لغت میں انن سے اسم مفعول ہے جس کے معنی "ان' ان" کہنا ہے اصطلاح میں وہ روایت ہے جو ان الفاظ سے مروی ہو: حدثنا فلان ان فلانًا قال۔ (۱۲۸) اس کے حجت ہونے اور حجت نہ ہونے میں محدثین کے دو قول ہیں۔

۱۔ امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت کا قول ہے کہ جب تک اتصال ثابت نہ ہو منقطع شمار ہو گی۔

۲۔ جمہور کا قول ہے کہ "ان" بھی "عن" کی مانند ہے' حدیث مؤنن کو سماع پر ہی محمول کیا جائے گا جبکہ اس میں معنعن کے لئے ذکر کردہ شرائط پائی جائیں۔

اذا قال: حدثنا الزهری ان ابن المسیب حدثه بکذا' وقال: قال ابن المسیب کذا او فعل کذا' او کان ابن المسیب یفعل وشبه ذلک' فقال احمد بن حنبل وجماعة لا تلتحق "ان" "وشبهها" "بعن" بل یکون منقطع حتی یتبین السماع' وقال الجمهور: ان کعن ومطلقه محمول علی السماع بالشرط المقدم۔ (۱۲۹)

۲۔ مردود بسبب طعن راوی

طعن کا لفظی معنی ہے: نیزہ مارنا' راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی کی عدالت و ثقاہت یعنی دین و کردار اور ضبط و حفظ کے حق میں کلام کیا جائے اور کسی وجہ سے راوی کی عدالت کو مجروح قرار دیا جائے۔ (۱۳۰)

اسباب طعن:

راوی میں اسباب طعن دس ہیں' ان میں پہلے پانچ کا تعلق عدالت راوی سے ہے اور دوسرے پانچ کا تعلق ضبط راوی ہے۔

۱۔ راوی کا جھوٹا ہونا۔

۲۔ تہمت کذب یعنی راوی پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو' ثبوت نہ ہو

۳۔ فسق۔

۴۔ بدعت۔

۵۔ جہالت۔

۶۔ فحش غلط (فاش غلطیاں کرنا)

۷۔ سوء حفظ (یادداشت کی خرابی)

۸۔ کثرت غفلت

۹۔ کثرت اوہام

۱۰۔ ثقہ راویوں کی مخالفت (۱۳۱)

۱۔ راوی کا جھوٹا ہونا.......... موضوع

۲۔ تہمت کذب.......... متروک

۳۔ فسق (راوی کا فاسق ہونا) منکر

۴۔ بدعت.......... راوی کا بدعتی ہونا خواہ اعتقادی ہو یا عملی اگر اس کی یہی روایت اس کی بدعت کی مؤید ہو تو مردود ورنہ مقبول ہو گی۔

۵۔ جہالت.......... راوی کا مجہول ہونا یعنی اس کے متعلق معین جرح یا تعدیل موجود نہ ہو۔

۶۔ فحش غلط.......... منکر

۷۔ سوء حفظ.......... شاذ

۸۔ کثرت غفلت.......... منکر

۹۔ کثرت اوہام.......... معلل

۱۰۔ مخالفت ثقات.......... منکر

موضوع

جب راوی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بنانے والا ہو، تو اس کی روایت کو موضوع یعنی جعلی کہا جاتا ہے۔

فالقسم الاول، وهو الطعن بكذب الراوى فى الحديث النبوى هو الموضوع۔ (۱۳۲)

لغت میں:

یہ وضع الشئی سے اسم مفعول ہے اور وضع کے معنی انحطاط، گراوٹ اور کمزوری کے ہیں، چونکہ ایسی روایت کا رتبہ نہایت گرا ہوا اور گھٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

اصطلاح میں:

موضوع اس روایت کو کہتے ہیں جس کو کوئی کذاب گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کردے۔

الموضوع هوالكذب المختلق المصنوع (۱۳۳) الخبر الموضوع: هوالمختلق المصنوع، وهوالذى نسبه الكذابون المفترون الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو شرانواع الرواية۔ (۱۳۴)

اہل حق علماء کا اتفاق ہے کہ جس حدیث کے جعلی اور بناوٹی ہونے کا علم ہو، وضع (اس کے بناوٹی ہونے) کی تصریح کے بغیر بیان کرنا روا نہیں۔

قال الخطيب يجب على المحدث الا يروى شيئا من الاخبار المصنوعة والاحاديث الباطلة الموضوعة، فمن فعل ذلک باء بالاثم المبين ودخل فى جملة الكذابين، كما اخبر الرسول صلى الله عليه وسلم۔ (۱۳۵)

تحرم رواية الحديث الموضوع على من عرف كونه موضوعًا او غلب على ظنه وضعه، فمن روى حديثا علم او ظن وضعه ولم يبين حال رواية وضعه فهو داخل فى هذا الوعيد مندرج فى جملة الكاذبين على رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۳۶) واتفقوا على تحريم رواية الموضوع الامقرونا ببيانه (۱۳۷)

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ موضوع روایت جس طرح عقائد و احکام میں ناقابل قبول ہے اسی طرح فضائل اعمال اور الترغیب و ترھیب وغیرہ میں اس کا پیش کرنا جائز نہیں، بلکہ غیر مقبول اور مردود ہے۔

انه لا فرق فى تحريم الكذب عليه صلى الله عليه وسلم بين ما كان فى الاحكام وما لا حكم فيه كالترغيب والترهيب والمواعظ وغير ذلک

فکله حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح با جماع المسلمین (١٣٨)
وھذا الحظر عام فی جمیع المعانیة' سواء الا حکام والقصص
والترغیب والترھیب لحدیث سمرة بن جندب والمغیرة بن شعبة قالا:
قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: من حدث عنی بحدیث یری انه
کذب فھو احد الکاذبین' رواہ مسلم فی صحیحه۔ (١٣٩)

جعلسازی جاننے کے ذرائع

جعلی حدیث جاننے کے مختلف ذرائع ہیں' جو یہاں مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

١۔ واضع خود اعتراف کرے کہ اس نے یہ حدیثیں وضع کی ہیں: ویعرف الوضع للحدیث باقرار واضعه انه وضعه (١٤٠) جیسا کہ ابو عصمہ نوح بن ابی مریم (المتوفی ١٧٣ھ / ٧٨٩م) نے جو "نوح الجامع" کے لقب سے مشہور تھا' اس سے پوچھا گیا تم عکرمہ عن ابن عباس کی سند سے قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کے فضائل کہاں سے بیان کرتے ہو؟ نوح نے خود اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے قرآن کریم کی الگ الگ سورتوں کے فضائل میں احادیث کو وضع کر کے ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کیا ہے کیونکہ لوگ فقہ ابو حنیفہ اور مغازی ابن اسحاق میں مشغول ہو چکے ہیں' ان کی راہ روکنے کے لئے میں نے ایسا کیا ہے۔

روینا عن ابی عصمة وھو نوح بن ابی مریم انه قیل له من این لک عن
عکرمة عن ابن عباس فی فضائل القرآن سورة سورة؟ فقال انی رایت
الناس قد اعرضوا عن القرآن واشتغلوا بفقه ابی حنیفة ومغازی ابن
اسحاق فوضعت ھذہ الاحادیث حسبة۔ (١٤١)

ضعیف روایتیں جو فضائل سور پر مشتمل ہیں' ثعلبی اور واحدی کی تفاسیر میں موجود ہیں' ان مفسرین سے کوئی گلہ' شکوہ نہیں' کیونکہ یہ بے چارے محدثین نہیں' شکوہ تو ان محدثین سے ہے جنہیں ان روایات کے وضعی ہونے کا علم ہوتا ہے اور پھر بھی انہیں نقل کرتے ہیں۔

ذکرہ الثعلبی فی تفسیرہ عند کل سورة وتبعه الواحدی' ولا یعجب

منهما لانهما ليسا من اهل الحديث' وانما العجب ممن يعلم بوضعه من المحدثين ثم يورده۔ (۱۴۲)

ان جعلی فضائل والی روایات کو زمخشری' قاضی بیضاوی اور قاضی ابو سعود بھی نقل کرتے رہتے ہیں حالانکہ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میرا یقین ہے کہ ان روایات کو زندیقوں نے گھڑا ہے۔

و منها ذكر فضائل السور وثواب من قرا سورة كذا فله اجر كذا' من اول القرآن الى آخره' كما يذكر ذلك الثعلبى والواحدى فى اول كل سورة' والزمخشرى فى آخرها' وكذا تبعه البيضاوى وابو السعود المفتى' قال عبدالله بن المبارك: اظن الزنادقة وضعوها' وقد اعترف بوضعها واضعها وقال: قصدت ان اشغل الناس بالقرآن عن غيره۔ (۱۴۳)

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث میں رکاکت (سطحیت) پائی جائے' حافظ ابن قیم اور ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ وضعی ہونے کی پہچان حدیث کے الفاظ کی رکاکت اور خرابی ہے جو سننے والے کو ناگوار ہو اور طبیعت اس کو قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو۔

و منها ركاكة الفاظ الحديث وسماجتها بحيث يمجهاالسمع ويد فعها الطبع ويسمج معناها للفطن (۱۴۴) مثلاً اربع لا تشبع من اربع: انثى من ذكر' وارض من مطر' وعين من نظر' وعالم من علم۔(۱۴۵)

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو۔

ان يكون كلامه لا يشبه كلام الانبياء فضلاً عن كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم' الذى هو وحى يوحى (۱۴۶) مثلاً النظر الى الوجه الحسن يجلوالبصر' وهذا ونحوه من وضع الزنادقة (۱۴۷) اور حدیث "عليكم بالوجوه الملاح' والحدق السود' فان الله يستحيى ان يعذب مليحا بالنار" فلعنة الله على واضعه الخبيث۔ (۱۴۸)

۴۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث میں بے تکی باتیں پائی جائیں۔

اشتماله على امثال هذه المجاز فات التى لا يقول مثلها رسول الله صلى الله عليه وسلم (۱۴۹) مثلاً: من قال لا اله الا الله خلق الله من تلك الكلمة

طائرا له سبعون الف لسان' لکل لسان سبعون الف لغة یستغفرون الله له (۱۵۰) او من قال سبحان الله و بحمده' غرس الله له' الف الف نخلة فی الجنة اصلها ذهب وفرعها در۔ (۱۵۱)

۵۔ روایت عقل انسانی یا حس و مشاہدہ کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

اذا رایت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول اویناقض الاصول فاعلم انه موضوع (۱۵۲) ان یکون المروی مناقضاً لصریح العقل حیث لا یقبل شئی من ذلک التاویل۔(۱۵۳)

اس کی مثال یہ راویت ہے: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا تمہارے باپ نے تمہارے دادا سے سن کر تمہیں یہ حدیث بتائی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی؟ عبدالرحمن نے کہا: ہاں یہ درست ہے:

قیل لعبدالرحمن: حدثک ابوک عن جدک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان سفینة نوح طافت بالبیت وصلت خلف المقام رکعتین؟ قال: نعم۔ (۱۵۴)

محمد بن شجاع بن الثلجی الحنفی حبان بن ہلال سے' وہ حماد بن سلمہ سے' وہ ابوالمہزم (یزید بن سفیان) وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کر کے اسے دوڑایا تو وہ پسینہ سے شرابور ہو گیا' پھر اپنے نفس کو اس سے جنم دیا

ان الله خلق الفرس فاجراها فعرقت ثم خلق نفسه منها۔ (۱۵۵)

حافظ ذہبی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ ظاہر جھوٹ تو ہے ہی' اور اس جعلسازی کی کارروائی جہمیہ نے کی ہے:

قلت: هذا مع کونه من ابین الکذب وهو وضع الجهمیة۔ (۱۵۶)

اور حافظ سیوطی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کوئی مسلم ایسی حدیث وضع نہیں کر سکتا اور نہ کوئی عقل والا ایسا کہہ سکتا ہے۔

هذا لا یضعه مسلم بل عاقل۔ (۱۵۷)

اس کو وضع کرنے کا سہرا محمد بن شجاع کے سر ہے جو سخت بے دین آدمی تھا:

والمتهم به محمد بن شجاع، وكان زائفاً في دينه۔ (۱۵۸)

نیز اس کی سند میں ابو المہزم (یزید بن سفیان) ایک جھوٹا راوی بھی ہے، جس کے بارے میں امام شعبہ کا یہ قول مشہور ہے کہ "اگر اسے ایک یا دو ٹکے دیئے جائیں تو وہ ستر حدیثیں وضع کر دے:

لو اعطاه انسان فلساً لحدثه سبعين حديثا (۱۵۹) ولو اعطوه فلسين لحدثهم سبعين حديثا۔ (۱۶۰)

۶۔ روایت کا واضع دروغ گو اور بے دین آدمی ہو اور اپنے نظریات کی تائید میں حدیثیں گھڑنے میں کوئی باک نہ سمجھتا ہو، اس کی مثال وہ عجیب تر روایت ہے جس کو حاکم نے سیف بن عمر سے نقل کیا، اس نے کہا: کہ میں سعد بن طریف کے پاس بیٹھا تھا، اس کا لڑکا مدرسہ سے روتا ہوا آیا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ لڑکے نے کہا: مجھے استاد نے پیٹا ہے، اس نے کہا میں آج انہیں رسوا کر چھوڑوں گا، مجھے عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سن کر مرفوعاً بتایا کہ تمہارے بچوں کے استاد شریر تر لوگ ہوں گے، وہ یتیم پر بہت کم رحم کرنے والے اور مسکین کے لئے بہت سخت ہوں گے:

معلموا صبيانكم شراركم، اقلهم رحمة لليتيم واغلظهم على المسكين۔ (۱۶۱)

۷۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث میں چھوٹے کام پر بڑے بھاری ثواب کی بشارت ہو:

و منها الوعد العظيم على الفعل الحقير۔ (۱۶۲)

مثلاً یہ روایت:

من اغتسل يوم الجمعة بنية حسبة كتب الله له بكل شعرة نورا يوم القيامة، و رفع الله له بكل قطرة درجة في الجنة من الدر والياقوت الزبر جد بين كل درجتين مسيرة ماية عام۔ (۱۶۳)

یا یہ روایت:

من صلی الضحی کذا و کذا اعطی ثواب سبعین نبیًا۔ (۱۶۴)

ملا علی قاری اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جھوٹے خبیث کو اتنا علم بھی نہیں' کہ اگر کوئی انسان جو نبی نہ ہو عمر نوح علیہ السلام کے برابر نماز پڑھتا رہے' اسے ایک نبی کے ثواب کے برابر ثواب نہیں ملے گا چہ جائیکہ ستر انبیاء کے ثواب کے برابر ثواب حاصل کرے:

و کان ھذا الکذاب الخبیث لم یعلم ان غیر النبی لو صلی عمر نوح علیه السلام لم یعط ثواب نبی واحد۔ (۱۶۵)

۸۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث میں چھوٹی بات پر سخت وعید کا مبالغہ ہو۔

و منھا الافراط بالوعید الشدید علی الامر الصغیر (۱۶۶) مثلاً : من نظر الی عورة اخیه المسلم متعمدا لم یقبل اللہ صلاته اربعین یوماً (۱۶۷) من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد احبط اللہ اعماله اربعین سنة۔ (۱۶۸)

۹۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایت کے خلاف ایسے صحیح شواہد موجود ہوں' جن سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

ان یکون الحدیث مم تقوم الشواھد الصحیحة علی بطلانه۔ (۱۶۹)

مثلاً: عوج بن عنق (وقیل : عوق) کے بارے میں ہے۔

ان طوله ثلاثة الاف ذراع و ثلاث مایة و ثلاثین و ثلثًا۔ (۱۷۰)

کوہ قاف کے بارے میں ہے۔

ان قاف جبل من زبر جدة خضراء تحیط بالدنیا کاحاطة الحائط بالبستان' و السماء و اضعة اکتافھا علیه' فزرقنھا منه۔ (۱۷۱)

اسی روایت پر حافظ ابن القیم تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس قسم کی روایتیں فلاسفہ کے آڑے آتی ہیں اور وہ احادیث نبویہ سے انکار کر دیتے ہیں۔

و ھذا و امثاله مما یزید الفلاسفة و امثالھم کفراً۔ (۱۷۲)

زمین کے بارے میں یہ روایت گھڑی گئی ہے۔

ان الارض علی صخرة' والصخرة علی قرن ثور' فاذا حرک الثور قرنه

تحرکت الصخرۃ فتحرکت الارض' وھی الزلزلۃ۔ (۱۷۳)

۱۰۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث حقائق کے خلاف ہو۔

و منھا ما یقترن بالحدیث من القرائن التی یعلم بھا انہ باطل۔ (۱۷۴)

مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت۔

دخلت الحمام فرایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسا فی الحمام و علیہ مئزر فھممت ان اکلمہ فقال: یا انس انما حرمت دخول الحمام بغیر مئزر۔(۱۷۵)

حالانکہ حضور ﷺ کا نہ حمام تشریف لے جانا ثابت ہے اور نہ اس وقت حمام کے رواج کا ثبوت ملتا ہے۔

فی سندہ مجھولون ولم یدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم حماما قط و لا کان عندھم حمام۔(۱۷۶)

۱۱۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث اطباء اور چٹکلا بازوں کے بیان کے زیادہ مشابہ اور لائق ہو۔

ان یکون الحدیث بوصف الاطباء والطرقیۃ اشبہ والیق (۱۷۷) مثلاً الباذنجان لما اکل لہ۔(۱۷۸)

یا یہ روایت:

فضل الکراث علی البقول کفضل البر علی الحبوب۔ (۱۷۹)

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث شہوت کی رغبت دلاتی ہو: مثلاً یہ روایت: شھوۃ النساء تضاعف علی شھوۃ الرجال (۱۸۰) یا:

فضلت المراۃ علی الرجل بتسعہ وتسعین من اللذۃ ولکن اللہ القی علیھن الحیاء (۱۸۱) یا: عقولھن فی فروجھن یعنی: النساء (۱۸۲)

۱۳۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب حدیث اصول اخلاق کے خلاف ہو' مثلاً:

من عشق وکتم وعف وصبر' غفراللہ لہ وادخلہ اللہ الجنۃ' یا یہ روایت:

من عشق فعف فمات فھو شھید۔ (۱۸۳)

۱۴۔ رسول اللہ ﷺ کی منسوب روایت صراحتِ قرآن کے خلاف ہو:

و منها مخالفة الحدیث صریح القرآن (۱۸۴) او یکون منافیا لدلالة الکتاب القطعیه او السنة المتواترة او الاجماع القطعی۔(۱۸۵)

مثلاً یہ روایت: لو حسن احدکم ظنه بحجر لنفعه (۱۸۶) حافظ ابن قیم فرماتے ہیں' یہ ان بت پرستوں کا کلام ہے جو پتھروں سے حسن ظن رکھتے ہیں۔

هو من کلام عباد الاصنام الذین یحسنون ظنهم بالاحجار۔ (۱۸۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں یہ روایت صریح منافی دین ہے' اور جاہل قبر پرستوں کے ہاں جاری و ساری ہے۔

صریح مناقض دین اسلام است' نسبت وضع عابدان اصنام مقابریه نزدیک جهال و اہل ضلال رواج یافته اند۔ (۱۸۸)

آگے شاہ صاحب فرماتے ہیں: ان جاہلوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ پتھروں اور درختوں سے حسن ظن رکھنے والوں سے جہاد کریں: ایں جاہلاں نمی فہمند جزاین نیست کہ خدائے تعالیٰ رسول را فرستادہ است تاقتل کند آناں راکہ حسن ظن سنگ ودرخت مید اشند (۱۸۹)

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایت قرآن و سنت کے اصول کے خلاف ہو' مثلاً یہ روایت:

من قضی صلاة من الفرائض فی آخر جمعة من شهر رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاة فائتة فی عمره الی سبعین سنة۔ (۱۹۰)

ملا علی قاری فرماتے ہیں: یہ روایت قطعا باطل ہے اور اجماع کے خلاف ہے' کیونکہ سالہا سال کی عبادت ایک فوت شدہ عبادت کے برابر بھی نہیں' پھر صاحب نہایہ اور دوسرے شارحین ہدایہ کا اسے بحیثیت حدیث کے نقل کرنے کے کوئی اعتبار نہیں' کیونکہ نہ تو یہ محدثین ہیں اور نہ انہوں نے حدیث کی کوئی سند بیان کی ہے۔

باطل قطعاً لانه مناقض للاجماع' علی ان شیئا من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات' ثم لا عبرة بنقل صاحب النهایة ولا بقیة شراح الهدایة' فانهم لیسوا من المحدثین' ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین۔ (۱۹۱)

اسباب وضع

۱۔ الحاد (بے دینی):

الحامل للواضع علی الوضع اما عدم الدین، کالزنادقة۔ (۱۹۲)

بعض بے دین قسم کے لوگ جس وقت کھلے طور پر دین اسلام کا مقابلہ نہ کر سکے، تو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر احادیث گھڑنے لگے تاکہ اسلام کو بدنام کریں۔ اس قسم کے کئی لوگوں کو پھانسی دی گئی، مثلاً محمد بن سعید مصلوب شامی، جسے بے دینی کے الزام میں ہی سولی دی گئی، اس نے بواسطہ حمید حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی الا ان یشاء الله۔ (۱۹۳)

اس کذاب کا یہ قول مشہور ہے کہ اچھی بات کے لئے سند وضع کرنے اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے میں کوئی حرج نہیں:

و قال محمد بن سعید المصلوب الکذاب الوضاع: لا باس اذا کان کلام حسن ان یضع له اسناد۔ (۱۹۴)

۲۔ غلبہ جہل:

بعض عابد و زاہد دینی علوم سے بے بہرہ تھے، جہالت، نادانی اور لا علمی کی وجہ سے احادیث وضع کیا کرتے تھے، چونکہ ان کی شکل و صورت نیک آدمیوں ہی کی ہوتی تھی اس لئے عوام ان کی بے سروپا روایات کو قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

او غلبة الجهل کبعض المتعبدین۔ (۱۹۵)

امام مسلمؒ فرماتے ہیں: یحیی بن سعید القطان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں: زاھد و عابد احادیث کے بارے میں جتنا جھوٹ بولتے ہیں اتنا جھوٹ کسی دوسری چیز میں نہیں بولتے:

لم تری الصالحین فی شئی اکذب منهم فی الحدیث(۱۹۶)

امام مسلم اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ اگرچہ قصداً جھوٹ نہیں بولتے بلکہ ان کی زبانوں پر ویسے ہی بلا ارادہ جھوٹ جاری ہو جاتا ہے: قال مسلم : یقول : یجری الکذب علی لسانهم ولا یتعمدون الکذب (۱۹۷) اسی طرح مالک بن دینار، محمد

بن واسع اور حسان بن ابی سنان فرماتے ہیں:

ما رایت الصالحین فی شیئی اکذب منھم فی الحدیث' لانھم یکتبون عن کل من یلقون لا تمییز لھم فیه (۱۹۸) والواضعون للحدیث' اصناف واعظمھم ضرراً قوم من المنسوبین الی الزھد' وضعوا الحدیث احتسابا فیما زعموا فتقبل الناس موضوعاتھم ثقة منھم بھم ورکونا الیھم ثم نھضت جھابذة الحدیث بکشف عوارھا ومحو عارھا والحمد لله۔ (۱۹۹)

اس قسم کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں:

و من ذلک حدیث: حضر رسول الله صلی الله علیه وسلم مجلسا للفقراء ورقص حتی شق قمیصه' فلعن الله واضعه' ما اجراہ علی الکذب السمج (۲۰۰) ومن ذلک حدیث: حضر رسول الله صلی الله علیه وسلم سماعا ورقص حتی شق قمیصه' فلعن الله واضعه' ما اجراہ علی الکذب۔ (۲۰۱)

یا یہ روایت:

اتخذوا عند الفقراء ایادی' فان لھم دولة یوم القیامة' ظاھر کلام الحافظ ابن حجر انه موضوع فانه قال: لا اصل له۔ (۲۰۲)

خرقہ صوفیاء کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف صحیح نہیں: حدیث:

لبس الخرقة الصوفیة' وکون الحسن البصری لبسھا من علی' قال ابن دحیة وابن الصلاح: انه باطل وکذا قال شیخنا: انه لیس من طرقھا ما یثبت' ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی الله علیه وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بین الصوفیة لاحد من اصحابه' ولا امر احدا من اصحابه یفعل ذلک' وکل ما یروی فی ذلک صریحاً فباطل۔(۲۰۳)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حسن بصری کو خرقہ پہنانا ثابت نہیں ہے۔

ثم ان من الکذب المفتری قول من قال: ان علیا البس الخرقة الحسن البصری' فان آئمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی رضی الله عنه

سماعًا' فضلا ان یلبسه الخرقة۔ (۲۰۴)

۳۔ مذہبی تعصب

بعض جاہل و متعصب مذہبی تعصب کی وجہ سے دوسرے مذاہب کو زچ کرنے کے لئے احادیث وضع کیا کرتے تھے: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

او فرط العصبیه کبعض المقلدین۔

اس کی مثال یہ ہے جو سیوطی نے لکھی ہے کہ مامون بن احمد ہروی سے کسی نے کہا: تم دیکھتے نہیں کہ امام شافعی کے پیرو خراسان میں کس قدر پھیلے جا رہے ہیں' اس نے فوراً کہا میں نے احمد بن عبداللہ سے سنا' اس نے عبداللہ بن معدان الازدی سے اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میری امت میں ایک شخص محمد بن ادریس (شافعی) ہو گا' وہ میری امت کیلئے ابلیس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہو گا اور میری امت میں ایک دوسرا شخص ہو گا جس کو ابو حنیفہ کہیں گے' وہ میری امت کا چراغ ہے۔

عن انس مرفوعاً یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس ویکون فی امتی رجل یقال له ابو حنیفة هو سراج امتی۔ (۲۰۵)

۴۔ حکام سے تقرب وجاہ

موضوعات کی بدترین قسم وہ احادیث ہیں جن کو علماء سوء ہر زمانہ میں برسر اقتدار طبقہ کی مدح و ثناء میں حصول تقرب اور عزوجاہ کے لئے وضع کرتے رہے ہیں غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی نے اسی طرح کیا تھا۔ ایک دفعہ وہ عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا' مہدی نے کبوتر پال رکھا تھا اور اس کے ساتھ تفریح طبع کیا کرتا تھا' وہ کبوتر بھی موجود تھا' غیاث ابن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیرالمومنین کو کوئی حدیث سنائیے تو اس نے فوراً کہا: قال رسول الله صص : لا سبق الا فی نصل اوخف اوحافر او جناح (مسابقت صرف تیر' اونٹ' گھوڑے اور پرندے میں جائز ہے) حالانکہ صحیح حدیث میں او جناح کے الفاظ نہیں' مہدی نے اسے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی دی' جب وہ اٹھا تو مہدی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کی گدی واضع حدیث کی گدی ہے' پھر کہا اس حدیث کو وضع

کرنے کی موجب صرف میری ذات ہے' چنانچہ کبوتر کو ذبح کر دیا:

قسم تقربوا لبعض الخلفاء والامراء بوضع ما یوافق فعلهم و آرائهم
غیاث بن ابراہیم حیث وضع للمهدی فی حدیث: لا سبق الا فی نصل
اوخف او حافر فزاد فیه: او جناح' وکان المهدی اذ ذاک یلحب
بالحمام فترکها بعد ذلک وامر بذبحها' وقال انا حملته علی ذلک وذکر
انه لما قام قال: اشهد ان قفاک قفا کذاب۔ (۲۰۶)

۵۔ نمائش علم:

بعض اوقات علم کی نمائش بھی احادیث کے موضوع کا موجب بنتی ہے' یہ اس وقت ہوتا ہے جب کوئی جاہل' علماء کا لباد اوڑھ کر اپنے علم کی نمائش کرنا چاہتا ہے اس کی جہالت کے مستور رہنے کی واحد صورت یہ ہوتی ہے کہ حدیثیں وضع کر کے لوگوں کے دلوں کو موہتا پھرے۔ چنانچہ علامہ ابن الجوزی اپنی سند کے ساتھ ابو جعفر بن محمد طیالسی سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن محمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین نے رصافہ کی مسجد میں نماز پڑھی' ان کے سامنے ایک واعظ وعظ کرنے لگا: مجھے احمد بن محمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے حدیث سنائی' انہوں نے عبدالرزاق سے' اس نے معمر سے' اس نے قتادہ سے' اس نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قال لا اله الا الله' یخلق من کل کلمة منها طیر' منقاره من ذهب و ریشه من مرجان.....)

(جو شخص لا الہ الا اللہ کے الفاظ کہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ ہر لفظ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے' جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور پر مرجان کے) غرض یہ کہ اس نے ضمن میں کوئی بیس اوراق سنا دیئے' یہ دونوں امام ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' امام احمد نے امام یحیی بن معین سے کہا: کیا آپ نے یہ حدیث اس کو سنائی تھی۔ امام یحیی نے کہا: بخدا میں نے تو ابھی یہ حدیث سنی ہے' جب وعظ سے فارغ ہو کر عطیے لینے لگا' تو امام یحیی نے اسے اپنے پاس بلایا' وہ سمجھا شاید عطیہ دینا چاہتے ہیں۔ امام یحیی نے کہا یہ حدیث تجھے کس نے سنائی' اس نے کہا احمد بن محمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے...... انہوں نے کہا:

میں یحیی ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے تو ایسی حدیث کبھی نہیں سنی، وہ کہنے لگا: میں سنا کرتا تھا کہ یحیی احمق ہیں، اب اس کی تصدیق ہو گئی، آپ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں دوسرا کوئی یحیی اور احمد ہے ہی نہیں سترہ احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ہیں، جن سے میں نے روایت کی ہے، امام احمد نے آستین سے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا اسے جانے دیجئے، وہ دونوں کا مذاق اڑاتے ہوئے چل دیا: فقام كالمستهزی بهما (۲۰۷) ان واعظین اور قصاصین سے لوگ علماء کی بنسبت زیادہ متاثر ہوتے ہیں، چنانچہ امام شعبی فرماتے ہیں: میں نماز پڑھنے کے لئے ایک مسجد چلا گیا، میرے قریب ایک لمبی داڑھی والا بوڑھا بیٹھا ہوا تھا، لوگ اس کو گھیرے ہوئے تھے، اس نے یوں روایت بیان کی، ہمیں فلاں نے، اس نے فلاں سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور پیدا کئے ہیں، اور ہر صور کو ایک ایک بار پھونکیں گے، ایک پھونک بے ہوشی کے لئے اور ایک پھونک قیامت کے لئے، امام شعبی فرماتے ہیں: میں ضبط نہ کر سکا، نماز پڑھنے کے بعد اسے کہنے لگا، اللہ سے ڈرو، اور غلط بیانی نہ کرو، اللہ نے صرف ایک ہی صور پیدا کیا ہے اور اسے دو بار پھونکیں گے، قیامت کے روز، اور حشر کے دن بے ہوشی کے لئے۔ اس واعظ نے مجھے کہا: اے بد تمیز مجھے یہ حدیث فلاں اور فلاں نے سنائی ہے، پھر بھی تم میری مخالفت کرتے ہو، اس نے اپنا جوتا اتار کر مجھے مارنا شروع کر دیا، لوگ بھی اسی کے ساتھ ہو لئے، انہوں نے مجھے تب چھوڑا، جب میں نے قسم اٹھا کر کہا کہ اللہ نے تیس صور پیدا کی ہیں:

فو الله ما اقلعوا عنی حتی حلفت لهم ان الله تعالىٰ خلق ثلاثين صوراً، له في كل صور نفخة فاقلعوا عنی۔ (۲۰۸)

۶۔ بعض لوگ اپنی تجارت چمکانے کی غرض سے احادیث وضع کیا کرتے تھے، مثلاً محمد بن الحجاج اللخمی جو ہریسہ فروش تھا:

و كان صاحب هريسة۔ (۲۰۹)

اس نے ہریسہ کے فضائل میں کئی جعلی احادیث بنائی ہیں۔

عن محمد بن حجاج، اخبرنا عبدالمالک بن عمیر عن ربعی عن حذیفة مرفوعًا: اطعمنی جبرئیل الهریسة لا شد بها ظهری لقیام اللیل فهذا من وضع محمد (۲۱۰) یا روایت: عن معاذ: قلت یا رسول الله صلی الله علیه

وسلم هل اتیت من الجنة بطعام؟ قال: نعم اتیت بالهریسة فاکلتها' فزادت فی قوتی قوة اربعین وفی نکاحی نکاح اربعین' قال: فکان معاذ لا یعمل طعاماً الا بدا بالهریسة۔ (۲۱۱)

۷۔ بعض بد باطن اپنے مقابل کے خاموش کرنے کے لئے احادیث وضع کرتے تھے مثلاً عبدالعزیز بن الحارث سے پوچھا گیا: مکہ معظمہ صلح سے فتح کیا گیا تھا یا (عنوۃ) زبردستی لیا گیا تھا؟ اس نے کہا عنوۃ حاصل کیا گیا' جب اس سے دلیل کے بارے میں پوچھا گیا' تو اس نے فوراً سند بنا کر حدیث سنائی' جب اس سے پوچھا گیا:

ما هذا الحدیث؟ قال لیس بشئی وانما وضعته فی الحال ادفع به عنی حجة الخصم۔ (۲۱۲)

۸۔ بعض واضعین اپنے ذاتی مصالح و مفاد کی خاطر احادیث وضع کیا کرتے تھے' مثلاً محمد بن عبدالملک الانصاری جو نابینا تھے: وکان اعمی یضع الحدیث ویکذب (۲۱۳) امام بخاری فرماتے ہیں۔

هو الذی روی من قاد اعمی اربعین خطوة وجبت له الجنة۔ (۲۱۴)

اسی طرح نفیع بن الحارث جو نابینا تھا اور لوگوں سے سوال کرتا پھرتا تھا: انما کان هذا سائلاً یتکفف الناس (۲۱۵) اس نے یہ مرفوع موضوع حدیث بنائی مامن ذی غنی الاسیود انه کان اعطی قوتًا فی الدنیا (۲۱۶)

۹۔ بعض ادعاء بزرگی و شرافت کی خاطر سند بنا کر جعلی احادیث بنایا کرتے تھے' مثلاً رتن هندی کی یہ روایت:

کنت فی زفاف فاطمة علی علی فی جماعة من الصحابة' وکان ثم من یغنی فطارت قلوبنا ورقصنا فلما کان الغد سالنا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن لیلتنا فاخبرناه فلم ینکر علینا ودعا لنا وقال: اخشوشنوا وامشوا حفاة تروا الله جهرة۔ (۲۱۷)

حالانکہ یہ خواجہ رتن هندی بڑا کذاب تھا:

رتن الهندی وما ادراک ما رتن؟ شیخ دجال بلا ریب' ظهر بعد الستمایة فادعی الصحبة' والصحابة لا یکذبون' وهذا جری علی الله ورسوله

(۲۱۸) ومن كذبه على النبى صلى الله عليه وسلم: من اعان تارک الصلوة بلقمة فكانما اعان على قتل الانبياء كلهم (۲۱۹) قال فى اللالى: موضوع وضعه رتن الهندى الكذاب۔ (۲۲۰)

متعلقہ کتب

اس سلسلہ کی کتابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ وہ کتابیں جو ضعفاء اور متروکین کے بارے میں لکھی گئیں۔

۲۔ وہ کتابیں جو کذابین کے بارے میں لکھی گئیں۔

۳۔ وہ کتابیں جن میں موضوع احادیث جمع کی گئیں۔

کتب در ضعفاء

۱۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن المدینی (۱۶۱ - ۲۳۴ھ / ۷۷۷ - ۸۴۹م) الضعفاء

۲۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم الزہری (ت ۲۴۹ھ / ۸۶۳م) الضعفاء

۳۔ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس (ت ۲۴۹ھ / ۸۶۳م) الرواۃ الضعفاء

۴۔ محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴ - ۲۵۶ھ / ۸۱۰ - ۸۷۰م) الضعفاء الصغیر

۵۔ ایضاً: الضعفاء الکبیر

۶۔ ابو اسحاق ابراہیم بن یعقوب الجوز جانی (ت ۲۵۹ھ / ۸۷۳م) احوال الرجال

۷۔ ابو عثمان سعید بن عمرو بن عمار البرذعی (ت ۲۹۲ھ / ۹۰۵م) الضعفاء والکذابون والمتروکون

۸۔ ابو جعفر احمد بن علی بن محمد ابن الجارود (ت ۲۹۹ھ / ۹۱۱م) الضعفاء

۹۔ ابو عبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب نسائی (۲۱۵ - ۳۰۳ھ / ۸۳۰ - ۹۱۵م) کتاب الضعفاء والمتروکین۔

۱۰۔ ابو یحیی زکریا بن یحیی بن عبدالرحمن الساجی (۲۲۰ - ۳۰۷ھ / ۸۳۵ - ۹۱۵م) الضعفاء

۱۱۔ ابوالبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (۲۲۴ - ۳۱۰ھ / ۸۳۹ - ۹۲۳م) الضعفاء

۱۲۔ ابو جعفر محمد بن عمرو بن موسی العقیلی (ت ۳۲۲ھ / ۹۳۴م) کتاب الضعفاء الکبیر

۱۳۔ ابو نعیم عبدالمالک بن محمد بن عدی الجرجانی (۲۴۲ - ۳۲۳ھ / ۸۵۶ - ۹۳۵م) کتاب

الضعفاء

۱۴۔ ابو علی سعید بن عثمان بن سعید بن السکن بغدادی (۲۹۴ ۔ ۳۵۳ھ / ۹۰۷ ۔ ۹۶۴م): الضعفاء

۱۵۔ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد البستی (ت ۳۵۴ھ / ۹۶۵م) کتاب المجروحین من المحدثین

۱۶۔ ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی (۲۷۷ ۔ ۳۶۵ھ / ۸۹۰ ۔ ۹۷۶م) کتاب الکامل فی ضعفاء الرجال

۱۷۔ ابوالفتح محمد بن الحسین بن احمد الازدی (ت ۳۷۴ھ / ۹۸۴م) کتاب الضعفاء

۱۸۔ ابوالحسن علی بن محمد بن احمد الدار قطنی (۳۰۶ ۔ ۳۸۵ھ / ۹۰۹ ۔ ۹۹۵م) الضعفاء والمتروکین

۱۹۔ ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان ابن شاھین (۲۹۷ ۔ ۳۸۵ھ / ۹۱۹ ۔ ۹۹۵م) الضعفاء

۲۰۔ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیسابوری (۳۲۱ ۔ ۴۰۵ھ / ۹۳۳ ۔ ۱۰۱۴م) الضعفاء

۲۱۔ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان الحازمی (۵۴۸ ۔ ۵۸۴ھ / ۱۱۵۳ ۔ ۱۱۸۸م) الضعفاء

۲۲۔ ابو یعقوب یوسف بن احمد بن ابراہیم الشیرازی (۵۲۹ ۔ ۵۸۵ھ / ۱۱۳۵ ۔ ۱۱۸۹م) کتاب الضعفاء

۲۳۔ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی المعروف ابن الجوزی (۵۰۸ ۔ ۵۹۷ھ / ۱۱۱۴ ۔ ۱۲۰۱م) اسماء الضعفاء والوضاعین

۲۴۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی (۶۷۳ ۔ ۷۴۸ھ / ۱۲۷۴ ۔ ۱۳۴۸م) دیوان الضعفاء والمتروکین

۲۵۔ ایضاً: ذیل دیوان الضعفاء

۲۶۔ ایضاً: المغنی فی الضعفاء۔

۲۷۔ ایضاً: میزان الاعتدال فی نقد الرجال

۲۸۔ علی بن عثمان ابن الترکمانی الحنفی (۶۸۳ ۔ ۷۵۰ھ / ۱۲۸۴ ۔ ۱۳۴۹م) الضعفاء والمتروکین

۲۹۔ حافظ احمد بن علی العسقلانی (۷۷۳ ۔ ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ ۔ ۱۴۴۹م) لسان المیزان

۲۔ کتب در کذابین

۱۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی کتاب ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی الکندی (ت۴۱۲ھ / ۱۰۲۱م) کی ہے، مگر تلاش بسیار کے بعد ان کی کتاب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

۲۔ ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط ابن العجمی (۷۵۳ ۔ ۸۴۱ھ / ۱۳۵۲ ۔ ۱۴۳۸م) الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث

۳۔ ابوبکر عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی (۸۴۹ ۔ ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ ۔ ۱۵۰۵م) اللمع فی اسماء من وضع

۳۔ کتب در وضعی روایات

۱۔ ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی (۴۴۸ ۔ ۵۰۷ھ / ۱۰۵۶ ۔ ۱۱۱۳م) تذکرۃ الموضوعات

۲۔ ابو عبداللہ حسین بن ابراہیم الھمذانی الجوزقانی (ت ۵۴۳ھ / ۱۱۵۸م): کتاب الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاہیر

۳۔ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی المعروف ابن الجوزی (۵۰۸ ۔ ۵۹۷ / ۱۱۱۴ ۔ ۱۲۰۱م) الموضاعات فی المرفوعات

۴۔ ایضاً: العلل المتناھیہ فی الاحادیث الواھیہ

۵۔ ایضاً: کتاب القصاص والمذکرین

۶۔ ابو حفص عمر بن بدر بن سعید الموصلی الحنفی (۵۵۷ ۔ ۶۲۲ھ / ۱۱۶۲ ۔ ۱۲۲۵م) المغنی عن الحفظ والکتاب

۷۔ ایضاً: الوقوف علی الموقوف

۸۔ ایضا: کتاب العقیدہ الصحیحہ فی الاحادیث الموضوعہ الصریحہ

۹۔ حسن بن محمد الصاغانی (۵۷۷ ۔ ۶۵۰ھ / ۱۱۸۱ ۔ ۱۲۵۲) الدر الملتقط فی تبیین الغلط و نفی اللغط

۱۰۔ شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ (۶۶۱ ۔ ۷۲۸ھ / ۱۲۶۳ ۔ ۱۳۲۸م) احادیث القصاص

۱۱۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ / ۱۲۶۳ ۔ ۱۳۲۸ء) ترتیب الموضوعات

۱۲۔ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکرابن القیم (۶۹۱-۷۵۱ھ / ۱۲۹۲ ۔ ۱۳۵۰ء) المنار المنیف فی الصحیح والضعیف

۱۳۔ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین الحافظ العراقی (۷۲۵ ۔ ۸۰۶ھ / ۱۳۲۵ ۔ ۱۴۰۴ء) الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص

۱۴۔ ابو بکر عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (۸۴۹ ۔ ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ ۔ ۱۵۰۵ء) اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ

۱۵۔ ایضاً: النکت البدیعات علی الاحادیث الموضوعات

۱۶۔ ایضاً: کتاب الزیادات علی الموضوعات

۱۷۔ ایضاً: تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص

۱۸۔ محمد بن یوسف بن علی الشامی (۹۴۲ھ / ۱۵۳۶ء) الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ

۱۹۔ علی بن محمد بن علی ابن عراق الکنانی (۹۰۷ ۔ ۹۶۳ھ / ۱۵۰۲ ۔ ۱۵۵۶ء) تنزیہ الشریعہ المرفوعہ عن الاحادیث الشنیعہ الموضوعہ

۲۰۔ محمد بن طاہر بن علی صدیقی پٹنی (۹۱۰ ۔ ۹۸۶ھ / ۱۵۰۴ ۔ ۱۵۷۸ء) تذکرۃ الموضوعات

۲۱۔ علی بن سلطان، محمد القاری (ت ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) الاسرار المرفوعہ، الموضوعات الکبری

۲۲۔ علی بن سلطان، محمد القاری (ت ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) الاسرار المرفوعہ، المصنوع فی معرفہ الموضوع

۲۳۔ ایضاً: الھیئہ السینات فی تبیین احادیث الموضوعات

۲۴۔ ابوالحسن علی بن احمد الحریشی المالکی (۱۰۴۲ ۔ ۱۱۴۳ھ / ۱۶۳۳ ۔ ۱۷۳۰ء) مختصر اللالی المصنوع

۲۵۔ ابوالفداء اسماعیل بن محمد العجلونی ۱۰۸۷ ۔ ۱۱۶۲ھ / ۱۶۷۶ ۔ ۱۷۴۹ء) کشف

الخفاء و مزیل الالباس

۲۶۔ ابوالعون محمد بن احمد السفارینی (۱۱۱۴ ۔ ۱۱۸۸ھ / ۱۷۰۲ ۔ ۱۷۷۴ء) الدرر المصنوعات فی الاحادیث الموضوعات

۲۷۔ محمد بن علی بن محمد الشوکانی (۱۱۷۳ ۔ ۱۲۵۰ھ / ۱۷۶۰ ۔ ۱۸۳۴ء) الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ

۲۸۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی (۱۲۶۴ ۔ ۱۳۰۴ھ / ۱۸۴۸ ۔ ۱۸۸۷ء) آثار المرفوعہ فی الاحادیث الموضوعہ

۲۹۔ ابوالمحاسن محمد بن خلیل القاوقجی الحنفی (۱۲۲۴ ۔ ۱۳۰۵ھ / ۱۸۰۹ ۔ ۱۸۸۸ء) اللولؤ المرصوع فیما قیل لااصل لہ اوباصلہ موضوع

۳۰۔ محمد بن بشیر ظافر الازھری (ت۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء) تحذیر المسلمین من الاحادیث الموضوعہ علی سید المرسلین

متروک

راوی میں طعن کا دوسرا سبب (تھمت الکذب) جھوٹ کی تہمت ہے' ایسے راوی پر مشتمل روایت کو متروک کہا جاتا ہے۔

لغت میں متروک ترک سے اسم مفعول ہے' جب انڈوں سے چوزے نکل آئیں تو انڈوں کے خالی خول عربی میں تریکہ کہلاتے ہیں' یعنی وہ متروک چیز جس میں کوئی فائدہ نہیں' اصطلاح میں یہ وہ روایت ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو: والقسم الثانی من اقسام المردود وهو مایکون بسبب تهمة الراوی بالکذب هو المتروک۔ (۲۲۱)

اسباب اتہام دو ہیں:

۱۔ حدیث صرف ایک آدمی سے مروی ہو اور قرآن و حدیث سے مستنبط قواعد مشہورہ کے خلاف ہو:

و لا یعرف الا من جهة ویکون مخالفًا للقواعد المعلومة۔ (۲۲۲)

۲۔ عام گفتگو میں راوی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اور حدیث کے حق میں اس کی

کذب بیانی ثابت و منقول نہ ہو:

او معروفا بالکذب فی غیر الحدیث النبوی (۲۲۳) فکل من کان متهماً فی الحدیث بالکذب او کان مغفلا یخطی الکثیر فالذی اختاره اکثر اهل الحدیث من الائمة ان لا یشتغل بالروایة عنه۔ (۲۲۴)

اس کی مثال وہ روایت ہے جسے عمرو بن شمر الجعفی الکوفی' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتا ہے کہ:

کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکبر فی صلاة الفجر یوم عرفة الی صلاة العصر من آخر ایام التشریق حین یسلم من المکتوبات۔ (۲۲۵)

اس کے راوی عمرو بن شمر کے متعلق امام نسائی اور امام دار قطنی فرماتے ہیں: متروک الحدیث (۲۲۶) امام جوز جانی فرماتے ہیں: زائغ کذاب (۲۲۷) امام بخاری اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں: منکر الحدیث (۲۲۸) امام ابن حبان فرماتے ہیں: رافضی یشتم الصحابه ویروی الموضوعات عن الثقات (۲۲۹)

منکر:

وہ حدیث منکر ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو فسق یا فحش غلط یا کثرت غفلت کے ساتھ مطعون ہو' یعنی جس میں اسباب طعن میں سے نمبر ۳ یا ۶ یا ۸ موجود ہوں۔ منکر انکار سے اسم مفعول ہے جو اقرار کی ضد ہے اور اصطلاح میں منکر (انجانی) کی دو تعریفیں کی گئی ہیں:

۱۔ منکر وہ روایت ہے جس کی سند میں ایسا راوی ہو جو فسق یا فحش غلط یا کثرت غفلت کا شکار ہو:

فمن فحش غلطه او کثرت غفلته او ظهر فسقه فحدیثه منکر۔ (۲۳۰)

اس کی مثال وہ روایت ہے جسے ابو یحیی بن محمد العنبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کی ہے کہ:

کلوا البلح بالتمر فان الشیطان اذا اکله ابن آدم غضب وقال: بقی ابن آدم فاکل الجدید بالخلق (۲۳۱) امام الذهبی فرماتے ہیں: هذا حدیث منکر۔

(٢٣٢)

امام ابن حبان اسی یحی بن محمد العنبری کے بارے میں فرماتے ہیں: صدوق یخطئی کثیرا (٢٣٣) امام ساجی فرماتے ہیں : صدوق یھم (٢٣٤) امام نسائی کا بیان ہے : کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ یہ صرف ابو زکیر(فی الاصل ابوزکریا وھو تصحیف) (٢٣٥) سے مروی ہے جو اگرچہ صالح اور نیک آدمی ہیں اور امام مسلم نے متابعات میں ان کی روایات لی ہیں مگر اس درجہ کے نہیں ہیں کہ ان کا تفرد (تنہا کسی چیز کو روایت کرنا) قابل قبول ہو بلکہ بعض ائمہ نے ان کو ضعیف اور غیر لائق احتجاج قرار دیا ہے:

قال النسائی : ھذا حدیث منکر تفرد بہ ابو زکیر' وھو شیخ صالح' اخرج لہ مسلم فی المتابعات' غیر انہ لم یبلغ مبلغ من یحتمل تفردہ' بل قد اطلق علیہ الائمة القول بالتضعیف- (٢٣٦)

٢۔ منکر کی دوسری تعریف یوں کی گئی ہے کہ اگر ضعیف راوی کا بیان ثقہ راوی کے خلاف ہو تو ضعیف راوی کے بیان کو منکر کہیں گے:

و ان وقعت المخالفة مع الضعف فالراجح یقال لہ المعروف' ومقابلہ یقال لہ المنکر- (٢٣٧)

اس کی مثال وہ روایت ہے جسے حبیب بن ابی حبیب اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کرتا ہے: من اقام الصلوة و آتی الزکاة وحج البیت وصام وقری الضیف دخل الجنہ (٢٣٨) یہ حدیث منکر ہے کیونکہ : حبیب حدث باحادیث لایرویھا غیرہٗ من الثقات (٢٣٩) قال ابوحاتم : ھو منکر' لان غیرہ من الثقات رواہ عن ابن عباس موقوفًا وھو المعروف (٢٤٠)

شاذ

"شذ" سے اسم فاعل ہے' جس کے معنی ہیں سب سے الگ تھلگ' اصطلاح میں وہ حدیث ہے جسے کوئی مقبول راوی ایسے راوی کے خلاف روایت کرے جو مرتبہ میں اس سے فائق ہو:

ان الشاذ مارواہ المقبول مخالفا لمن ھو اولی منہ ای: فی الضبط حقیقة

او حکما۔(۲۴۱)

شاذ کی دو قسمیں ہیں

۱۔ شاذ السند

وہ حدیث ہے جس کی سند میں شذوذ ہو' مثلاً ابوبکر محمد بن احمد' موسیٰ بن ہارون سے' وہ قتیبہ بن سعید سے' وہ لیث بن سعد سے' وہ یزید بن ابی حبیب سے وہ ابوالطفیل سے اور وہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم کان فی غزوۃ تبوک اذا ارتحل قبل زیغ الشمس اخر الظھر حتی یجمعھا الی العصر فیصلیھا جمیعا' واذا ارتحل بعد زیغ الشمس صلی الظھر والعصر جمیعا ثم سار وکان اذا ارتحل قبل المغرب اخر المغرب حتی یصلیھا مع العشاء واذا ارتحل بعد المغرب عمل العشاء فصلاھا مع المغرب۔(۲۴۲)

امام حاکم اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی اگرچہ ثقہ ہیں مگر اس کا متن و اسناد دونوں شاذ ہیں' کیونکہ یزید بن ابی حبیب کی ابوالطفیل سے کوئی روایت ثابت نہیں' نیز یہ کہ ابوالطفیل کے شاگردوں میں سے کوئی بھی اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان نہیں کرتا اور نہ ان لوگوں میں سے اس کی کوئی تائید ہے جنہوں نے یہ حدیث بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ از ابوالطفیل بیان کی ہے اس لئے ہم نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ یہ حدیث شاذ ہے۔(۲۴۳)

۲۔ شاذ المتن:

وہ حدیث ہے جس کے متن میں شذوذ ہو' مثلاً عبدالواحد بن زیاد' اعمش سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ:

اذا صلی احدکم رکعتی الفجر فلیضطجع علی یمینہ۔(۲۴۴)

حافظ ابن القیم فرماتے ہیں: عبدالواحد بن زیاد اس میں منفرد ہیں' نیز وہ غلطی کا شکار ہو گئے ہیں' تفرد بہ عبدالواحد بن زیاد وغلط فیہ (۲۴۵) امام بیہقی فرماتے ہیں: عبدالواحد نے اس روایت میں سے بہت سے راویوں کی مخالفت کی ہے' اس لئے کہ دیگر

راویان حدیث نے فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے کو رسول اللہ ﷺ کے فعل کی حیثیت سے روایت کیا ہے قول کے طور پر نہیں۔ صرف عبدالواحد نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

قال البیهقی : خالف عبدالواحد العدد الکثیر فی هذا فان الناس انما رووه من فعل النبی صلی الله علیه وسلم لا من قوله' وانفرد عبدالواحد من بین ثقات اصحاب الاعمش بهذا اللفظ-(۲۴۶)

معلل

اس کو معلول بھی کہتے ہیں' جیسا کہ بخاری' ترمذی اور حاکم کے یہاں مستعمل ہے' لغۃً بہتر یہ ہے کہ معلل ایک لام سے بولا جائے اس لئے کہ یہ اعل ماضی سے اسم مفعول ہے' معلل علل فعل ماضی سے اسم مفعول ہے۔ علل کے معنی ہیں: کسی چیز کے ساتھ مشغول رکھنا اور عل یعل کے معنی ہیں: مریض ہونا' بیمار پڑ جانا وہمی راوی کی روایت کو معلل کہتے ہیں' اور محدثین کی زبان میں معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی ایسی علت کا پتہ چلے جس سے حدیث میں قدح وارد ہو جاتی ہو اگرچہ بظاہر وہ حدیث علل سے سالم و محفوظ نظر آتی ہو:

و یسمونه المعلول وهو لحن' والعلة عبارة عن سبب غامض قادح مع ان الظاهر السلامة منه (۲۴۷) و هی عبارة عن اسباب خفیة غامضة قادحة فیه-(۲۴۸)

حدیث کی علت معلوم کرنے کے لئے وسعت علم' قوت حافظہ اور فہم دقیق کی ضرورت ہے:

اعلم ان معرفة علل الحدیث من اجل علوم الحدیث وادقها واشرفها' وانما یضطلع بذلک اهل الحفظ والخبرة والفهم الثاقب-(۲۴۹)

علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ بسا اوقات علوم حدیث میں مہارت رکھنے والوں کو بھی نہیں چلتا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ علم حدیث کے نہایت دقیق و عصویص (مشکل) علوم میں سے ہے علت کی پہچان میں صرف وہی شخص ماہر ہو سکتا ہے جس کو اللہ

تعالیٰ نے روشن دماغی، قوت حافظہ مراتب رواۃ کی پہچان اور اسانید و متون میں مہارت تامہ سے نوازا ہو۔

و هو من اغمض انواع علوم الحديث وادقها، ولا يقوم به الا من رزقه الله تعالیٰ فهما ثاقبا وحفظا واسعا ومعرفة تامة بمراتب الرواة وملكة قوية بالاسانيد والمتون۔ (۲۵۰)

اس علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدی اللولوی (۱۳۵ ۔ ۱۹۸ھ / ۷۵۲ ۔ ۸۱۴م) کا قول ہے: اگر مجھے ایک حدیث کی علت کا پتہ چل جائے تو یہ بات مجھے بیس نئی حدیثیں لکھنے سے زیادہ عزیز ہے۔

لان اعرف علة حديث هو عندی احب الی من ان اكتب عشرين حديثا ليس عندی۔ (۲۵۱)

انہوں نے یہ بھی فرمایا حدیث کی علت کی پہچان ایک الہام ہے۔ اگر تم کسی علل حدیث کے عالم سے کہو کہ فلاں علت کی دلیل کیا ہے؟ تو وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے گا۔

قال ابن مهدی فی معرفة علم الحديث الهام، لوقلت للعالم بعلل الحديث: من اين قلت هذا؟ لم يكن له حجة۔ (۲۵۲)

ان سے پوچھا گیا:

انک تقول للشیء: هذا صحيح وهذا لم يثبت فعمن تقول ذلک؟ فقال: ارايت لو اتيت الناقد فاريته دراهمک فقال: هذا جيد وهذا بهرج (ردی) اكنت تسال عن ذلک؟ او تسلم له الامر، قال: فهذا كذلک، بطول المجالسة والمناظرة والخبرة۔ (۲۵۳)

علت کبھی سند کی حد تک ہوتی ہے جبکہ متن بے داغ، صحیح اور معتبر ہوتا ہے:

قد يقدح فی الاسناد خاصة و يكون المتن معروفا صحيحا۔ (۲۵۴)

اس کی مثال یعلی بن عبید کی روایت ہے جو سفیان ثوری سے بواسطہ عمرو بن دینار عن ابن عمر مرفوعا مروی ہے: البيعان بالخيار مالم يتفرقا اس میں یعلی کو سفیان ثوری کے استاد کے بارے میں وہم ہو گیا، اور عبداللہ بن دینار کی جگہ عمرو بن دینار کا نام لیا ہے،

اس لئے یہ سند اس غلطی کی وجہ سے مجروح ہے' لیکن متن مقبول اور معتبر ہے کیونکہ اصل ثقہ کی جگہ دوسرے ثقہ کا نام لیا گیا ہے۔ نیز دوسری صحیح ترین اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت کتب حدیث میں موجود ہے۔ (۲۵۵)

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ علت متن میں واقع ہو' جیسے نماز میں جھرا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی روایت جو صحیح مسلم اور موطا امام مالک میں موجود ہے' یہ حدیث متعدد وجوہ سے معلل ہے۔ (۲۵۶)

معلل حدیث کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کے تمام طرق و اسانید کو جمع کر کے راویوں کے اختلاف اور ضبط و اتقان کو دیکھا جائے:

والطريق الى معرفة العلل جمع طرق الحديث والنظر فى اختلاف رواته وفى ضبطهم واتقانهم۔ (۲۵۷)

متعلقہ کتب:

چونکہ علل حدیث کا فن نہایت دقیق و عویص ہے اور اس میں بڑی طویل ممارست کی ضرورت ہے' اس لئے اس موضوع پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔

وهو من اغمض انواع علوم الحديث وادقها ولا يقوم به الا من رزقه الله تعالٰى فهما ثاقبا' وحفظا واسعا' ومعرفة تامة بمراتب الرواة' وملكة قوية بالاسانيد والمتون' ولهذا لم يتكلم فيه الا قليل من اهل هذا الشان۔ (۲۵۸)

۱۔ یحیٰی بن معین (۱۵۸ ۔ ۲۳۳ھ / ۷۷۸ ۔ ۸۴۸م) التاریخ والعلل
۲۔ علی بن عبداللہ المدینی (۱۶۱ ۔ ۲۳۴ھ / ۷۷۷ ۔ ۸۴۹م) علل الحدیث معرفہ الرجال۔
۳۔ احمد بن حنبل (۱۶۴ ۔ ۲۴۱ھ / ۷۸۰ ۔ ۸۵۵م) علل الحدیث
۴۔ یعقوب بن شیبہ السدوسی (۱۸۲ ۔ ۲۶۲ھ / ۷۹۸ ۔ ۸۷۵م) المسند المعلل
۵۔ محمد بن عیسی الترمذی (۲۰۹ ۔ ۲۷۹ھ / ۸۲۴ ۔ ۸۹۲م) العلل الکبیر
۶۔ ایضاً: العلل الصغیر
۷۔ حافظ عبدالرحمن بن محمد ابی حاتم الرازی (۲۴۰ ۔ ۳۲۷ھ / ۸۵۴ ۔ ۹۳۸م) علل

الحدیث علی معرفۃ الرجال

۸۔ حافظ علی بن عمر الدار قطنی (۳۰۶ ۔ ۳۸۵ھ / ۹۱۹ ۔ ۹۹۵م) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ

۹۔ حافظ احمد بن حجر العسقلانی (۷۷۳ ۔ ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ ۔ ۱۴۴۹م) الزھر المطلول فی الخبر المعلول

بدعت:

راوی میں طعن کا چوتھا سبب بدعت ہے۔ بدعتی راوی کی روایت کو خاص نام سے موسوم نہیں کیا گیا ہے' ہاں اقسام مردود میں داخل ہے۔

لغت میں بدعت ابتداع کا اسم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے جیسا کہ رفعت ارتفاع کا اور خلفت اختلاف کا اسم ہے۔

البدعة اسم من ابتداع الامر اذا ابتداه واحدثه' کالرفعة اسم من الارتفاع والخلفة اسم من الاختلاف۔ (۲۵۹)

اصطلاح شریعت میں بدعت کا اطلاق ایسے قول و فعل پر کیا جاتا ہے' جس کا قائل و فاعل صاحب شریعت کے نقش قدم پر نہ چلتا ہو اور شریعت کی سابق مثالوں اور اس کے محکم اصولوں پر گامزن نہ ہوتا ہو۔

والبدعة فی المذهب ایراد قول لم یستن قائلها وفاعلها فیه بصاحب الشریعة وامثالها المتقدمة واصولها المتقنة۔ (۲۶۰)

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ایسی بدعت جو باعث تکفیر ہو' ایسے راوی کی روایت قابل قبول نہیں ہو گی:

من کفر ببدعته لم یحتج به بالاتفاق۔ (۲۶۱)

شریعت کے کسی متواتر اور مشہور عام حکم کے انکار یا اس کے خلاف اعتقاد پر تکفیر کا حکم ہو گا:

فالمعتمد ان الذی ترد روایته من انکر امرا متواترا من الشرع' معلوما من الدین بالضرورة وکذا من اعتقد عکسه۔ (۲۶۲)

۲۔ ایسی بدعت جو باعث فسق ہو، ایسے راوی کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوتی ہے:

ا۔ راوی اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو۔

۲۔ اپنی بدعت کی مؤید اور اس کو رواج دینے والی کسی چیز کی روایت نہ کرے:

یتحج به ان لم یکن داعیة الی بدعته، ولا یحتج به ان کان داعیة (۲۶۳)

ومنهم زائغ عن الحق صدوق اللهجة قد جری فی الناس حدیثه اذ کان مخذولا فی بدعته مامونا فی روایته، فهولاء عندی لیس فیهم حیلة الا ان یؤخذ من حدیثهم ما یعرف اذا لم یقوبه بدعته فیتهم عند ذلک۔ (۲۶۴)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: بدعت کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ بدعت صغری، مثلاً بغیر غلو و تحریف کے تشیع، کیونکہ اس قسم کا تشیع تابعین اور تبع تابعین میں کثرت سے پایا جاتا تھا، حالانکہ سلف بڑے دین دار، متقی اور زاہد تھے، اگر بدعت صغیر کی وجہ سے حدیث کو رد کیا جائے تو احادیث نبویہ کا معتدبہ حصہ ختم ہو جائے گا۔

اور یہ بات واضح البطلان ہے اور بدترین فساد ہے:

ان البدعة علی ضربین : فبدعة صغری کغلو التشیع، او کالتشیع بلاغلو ولا تحرف، فهذا کثیر فی التابعین وتابعیهم مع الدین والورع والصدق، فلورد حدیث هؤلاء لذهب جملة من الاثار النبویه، وهذه مفسدة بینة۔

(۲۶۵)

۲۔ بدعت کبری، مثلاً رفض کامل میں غلو اور حضرات شیخین (صدیق و عمر) رضی اللہ عنہما پر حملے، دعوت رفض، اسی بدعت میں مبتلا لوگ ناقابل احتجاج ہیں:

ثم بدعة کبری کالرفض الکامل والغلو فیه والحط علی ابی بکر و عمر رضی الله عنهما والدعاء الی ذلک، فهذا النوع لا یحتج بهم ولا کرامة۔

(۲۶۶)

جہالت:

راوی میں طعن کا پانچواں سبب جہالت راوی ہے۔ لغت میں جہالت علم کا متضاد ہے۔ اصطلاح میں راوی کی ذات یا صفات کے غیر معروف ہونے کو جہالت کہتے ہیں۔

عدم معرفة عين الراوى او حاله۔(۲۶۷)

اسباب جہالت:

راوی میں جہالت کے اسباب تین ہیں:

۱۔ کبھی راوی کی صفات بہت زیادہ ہوتی ہیں' اور راوی کا تذکرہ کسی خاص مقصد کے لئے اس کی مشہور صفت کے علاوہ کسی اور صفت سے کیا جائے' خواہ وہ حقیقی نام و کنیت ہو یا لقب و وصف یا نسب و پیشہ:

ان الراوى قد تكثر نعوته من اسم او كنية او لقب او صفة او حرفة او نسب فيشتهر بشئ منها فيذكر بغير ما اشتهر به لغرض من الاغراض فيظن انه آخر فيحصل الجهالة بحاله۔ (۲۶۸)

محمد بن سائب بن بشر الکلبی کو بعض نے دادا کی طرف منسوب کر کے محمد بن بشر کہا ہے۔ بعض نے ان کا نام حماد ذکر کیا ہے' بعض نے ان کی کنیت ابو نصر' بعض نے ابو سعید اور بعض نے ابو ہشام استعمال کی ہے۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پوری ایک جماعت کے نام ہیں' حالانکہ ان سب کا مصداق ایک ہی ہے۔

و من امثلته محمد بن السائب بن بشر الكلبى' نسبه بعضهم الى جده فقال محمد بن بشر وسماه بعضهم حماد بن السائب' وكناه بعضهم : ابا النصر وبعضهم: ابا سعيد' وبعضهم ابا هشام' فصار يظن انه جماعة' وهو واحد۔ (۲۶۹)

اس کی مثال یہ روایت ہے:

قال ابو المنذر: وقد بلغنا ان النبى صلى الله عليه وسلم ذكر العزى يوما فقال لقد اهتديت للعزى شاة عضراء (خاکی رنگ کی بکری) وانا على دين قومى (۲۷۰) اب ابو المنذر' ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کی کنیت ہے:

ابو المنذر' هو هشام بن محمد بن السائب الکلبی (۲۷۱) قال الدار قطنی وغیرہ: متروک' وقال ابن عساکر: رافضی لیس بثقة۔ (۲۷۲)

۲۔ نام نہ لینے کی وجہ سے جہالت: کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اسناد حدیث میں اس کا نام نہیں لیا جاتا' بلکہ شیخ رجل ثقہ یا صاحب لنا وغیرہ مبہم کلمات سے ذکر کیا جاتا ہے' ایسے غیر مسمی رواۃ مبہم کہلاتے ہیں اور ان کے تعارف کیلئے محدثین نے (مبہمات) نامی کتابیں لکھی ہیں جن سے ان کی تعیین ہوتی ہے۔

اولا یسمی الراوی اختصارا من الراوی عنه کقوله: اخبرنی فلان' او شیخ او رجل او بعضهم او ابن فلان۔ (۲۷۳)

راوی مجہول الاسم کی حدیث قابل قبول نہیں' کیونکہ جب اس کا نام ہی معلوم نہیں تو اس کا ہونا یا عادل نہ ہونا کیسے معلوم ہو گا۔

و لا یقبل حدیث المبهم مالم یسم' لان شرط قبول الخبر عدالة رواته ومن ابهم اسمه لا تعرف عینه فکیف عدالته۔ (۲۷۴)

۳۔ قلیل الحدیث ہونے کی وجہ سے جہالت: کبھی راوی مجہول اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم روایات مروی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے اس سے اخذ و استفادہ کرنے والے تلامذہ بہت کم ہوتے ہیں اور اس سے عام واقفیت نہیں ہوتی۔ ایسے راوی کا اگرچہ نام لیا جائے تاہم وہ پہچانا نہیں جاتا' ایسے مبہم رواۃ کو جاننے کیلئے محدثین نے وحدان (ایک شاگرد والے۔ یا ایک حدیث والے رواۃ) نامی کتابیں لکھی ہیں' جن سے ایسے رواۃ کا حال معلوم ہوتا ہے' مثلاً ابو العشراء الدارمی تابعی جن سے روایت کرنے والے صرف حماد بن سلمہ ہیں۔ (۲۷۵)

ایسے مجہول رواۃ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مجہول العین: وہ مقل (قلیل الحدیث) راوی ہے جس سے نام لے کر صرف ایک ہی راوی نے روایت کی ہو۔

فان سمی الراوی وانفرود او واحد بالراویة عنه فهو مجهول العین۔ (۲۷۶)

راوی مجہول العین کی حدیث قابل قبول نہیں لیکن اگر ائمہ جرح و تعدیل میں سے کسی نے س کی توثیق کی ہو تو پھر وہ قابل قبول ہو گی' یا اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو

اور وہ ہمیشہ ثقہ ہی سے روایت کرتا ہو تو وہ حدیث مقبول ہو گی:

الا ان یوثقه غیر من انفرد عنه علی الاصح وکذا من انفرد عنه اذا کان متاهلا لذلک۔ (۲۷۷)

۲۔ مجہول الحال: وہ مقل راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو مگر کسی امام نے اس کی توثیق نہ کی ہو' مجہول الحال کو مستور بھی کہتے ہیں:

وان روی عنه اثنان فصاعداولم یوثق فهو مجهول الحال' وهو المستور۔ (۲۷۸)

مستور کی حدیث امام ابو حنیفہ' ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان (استاد امام ابو حنیفہ) کے نزدیک معتبر ہے' ان حضرات کا کہنا ہے کہ ہم اپنی ناواقفیت کی وجہ سے مجہول الحال (مستور) کی حدیث کو رد نہیں کریں گے' الا یہ کہ ہمیں اس کا کوئی نقص معلوم ہو جائے (۱ ۲۷۸)۔

و قد قبل روایته جماعة منهم ابو حنیفة و تبعه ابن حبان اذ العدل عند من لا یعرف فیه الجرح' قال والناس فی احوالهم علی الصلاح والعدالة حتی یظهر منهم ما یوجب الجرح' ولم یکلف الناس بما غاب عنهم وانما کلفوا بالحکم بالظاهر۔ (۲۷۹)

جمہور محدثین کے نزدیک مستور کی روایت مقبول نہیں ہے۔ وہ اسی وقت روایت قبول کرتے ہیں جب راوی کا ثقہ ہونا مستحقق ہو جائے اور مستور کا حال مخفی ہے پس اس کی روایت مقبول نہ ہو گی' تحقیقی بات یہ ہے کہ مستور کی روایت اس وقت تک مقبول یا مردود نہیں ہو گی جب تک کہ اس کی حالت واضح نہ ہو جائے۔

و قد قبل روایته جماعة قید' وردها الجمهور' والتحقیق ان روایه المستور ونحوه مما فیه الاحتمال لا یطلق القول بردها ولا بقبولها' بل هی موقوفة الی استبانه حاله کما جزم به امام الحرمین۔ (۲۸۰)

متعلقہ کتب:

۱۔ امام مسلم بن الحجاج القشیری (۲۰۴ ۔ ۲۶۱ھ / ۸۲۰ ۔ ۸۷۵م) المنفردات والوحدان۔

۲۔ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی (۳۹۲ - ۴۶۳ھ / ۱۰۰۲ - ۱۰۷۲م) موضح اوھام الجمع والتفریق

۳۔ ایضاً، الاسماء المبھمہ فی الانباء المحکمہ

۴۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی (۰۰۰ - ۷۴۱ھ / ۰۰۰ - ۱۳۴۰م) المستفاد من مبھمات المتن والاسناد۔

سوء حفظ

راوی میں طعن کا ساتواں سبب سوء حفظ یعنی یادداشت کی خرابی ہے۔ جس راوی کا حافظہ خراب ہو اسے سی الحفظ کہتے ہیں۔ اصطلاح محدثین میں سئ الحفظ وہ راوی ہے جس کی اصابت و درست گوئی غلطی و خطا پر راجح و غالب نہ ہو۔

والمراد به من لم یرجح جانب اصابته علی جانب خطائه۔ (۲۸۱)

سوء حفظ کی دو قسمیں ہیں

۱۔ سوء حفظ لازم:

وہ ہے جو ہمیشہ سے ہو اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی روایت کو بعض محدثین "شاذ" کہتے ہیں:

و هو علی قسمین : ان کان لازما للراوی فی جمیع حالاته فهو الشاذ علی رأی بعض اهل الحدیث (۲۸۲) ایسے راوی کی روایت مردود ہے۔

سوء حفظ طاری:

وہ ہے جو بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے پیش آگیا ہو۔ مثلاً وہ کتابیں جن سے راوی روایت کرتا تھا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا جس کی وجہ سے کتابیں نہیں دیکھ سکتا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت میں کمی آگئی ایسے راوی کی حدیث کو مختلط کہتے ہیں او ان کان سوء الحفظ فساء فهذا هو المختلط (۲۸۳) مختلط نے جو راویتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ مقبول ہیں اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ غیر مقبول ہیں اور جن کے قبل اور بعد کا علم نہ ہو سکے وہ حصول علم پر موقوف رہیں گی:

و الحکم فیہ ان ما حدث بہ قبل الاختلاط اذا تمیز قبل' واذ الم یتمیز - توقف فیہ وکذا من اشتبہ الامر فیہ۔ (۲۸۴)

متعلقہ کتب:

۱۔ اسی سلسلہ کی قدیم ترین کتاب امام ابو بکر محمد بن موسی الحازمی (۵۴۸ ۔ ۵۸۴ھ / ۱۱۵۳ ۔ ۱۱۸۸م) کی ہے' جس کا ذکر امام سیوطی نے ان الفاظ میں کیا ہے: قد الف فیہ الحازمی تالیفا لطیفا رایتہ۔ (۲۸۵)

۲۔ امام صلاح الدین خلیل بن کیکلدی العلائی (۶۹۴ ۔ ۷۶۱ھ / ۱۲۹۵ ۔ ۱۳۵۹م) نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے (۲۸۶)

۳۔ حافظ برھان الدین ابراہیم بن محمد سبط ابن العجمی (۷۵۳ ۔ ۸۴۱ھ / ۱۳۵۲ ۔ ۱۴۳۸م) الاغتباط بمعرفہ من رمی بالاختلاط' ان کی کتاب کا تذکرہ علامہ احمد محمد شاکر نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

و قد راینا کتابا آخر فیہ' وھو الاغتباط بمعرفہ من رمی بالاختلاط تالیف الحافظ برھان الدین سبط ابن العجمی المتوفی سنۃ ۸۴۱ھ' وقد طبعہ العلامہ الشیخ محمد راغب الطباخ بمطبعتہ فی حلب سنۃ ۱۳۰۰ھ۔ (۲۸۷)

مخالفت ثقات:

راوی میں طعن کا آخری سبب مخالفت ثقات یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت ہے۔

مخالفت ثقات کی اقسام:

(۱) مدرج (۲) مقلوب (۳) المزید فی متصل الاسانید (۴) مضطرب (۵) مصحف و محرف

۱۔ مدرج

لغت میں مدرج ادرجت الشئی فی الشئی سے اسم مفعول ہے' جس کے معنی ہیں: داخل کیا ہوا' شامل کیا ہوا اور اصطلاح میں وہ روایت ہے جس کی سند یا متن میں ایسے اضافہ کا پتہ چلے جو دراصل اس میں نہ ہو:

ما کانت فیہ زیادۃ لیست منہ (۲۸۸)

مدرج کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ مدرج الاسناد

وہ روایت ہے جس میں سیاق سند بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کی مخالفت ہو جائے۔

المخالفة ان کانت واقعة بسبب تغییر السیاق ای سیاق الاسناد فالواقع فیه ذلک التغییر هو مدرج الاسناد۔ (۲۸۹)

اس کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم:

متعدد اساتذہ سے مختلف سندوں کے ساتھ ایک حدیث سنی مگر بیان کے وقت ہر ایک استاد کی سند علیحدہ بیان نہ کی سب کی سندوں کو ملا کر ایک سند کر دی۔

الاول : ان یروی جماعة الحدیث باسانید مختلفة' فیرویه عنهم راو' فیجمع الکل علی اسناد واحد من تلک الاسانید ولا یبین الاختلاف۔ (۲۹۰)

دوسری قسم:

شیخ نے حدیث کسی سند سے روایت کی اور اس کا کچھ حصہ دوسری سند سے بیان کیا' راوی نے پوری روایت پہلی ہی سند سے روایت کر دی۔ یا ایک حدیث ایک شیخ سے سنی اور اس کا کچھ حصہ اس شیخ کے کسی شاگرد سے سنا پھر پوری حدیث شیخ کی سند سے روایت کر دی اور اس شاگرد کا واسطہ حذف کر دیا:

الثانی : ان یکون المتن عند راو الا طرفا منه' فانه عنده باسناد آخر' فیرویه عنه راو تاما بالاسناد الاول' ومنه ان یسمع الحدیث من شیخه الا طرفاً منه فیسمعه عن شیخه بواسطة فیرویه راو عنه تاما بحذف الواسطه۔ (۲۹۱)

تیسری قسم:

کسی راوی کے پاس دو حدیثیں مختلف سندوں سے تھیں مگر بیان کے وقت ایک ہی سند سے دونوں کو روایت کر دیا' یا ایک حدیث کو اسی کی مخصوص سند سے بیان کیا مگر

دوسری حدیث کا کوئی حصہ اس میں شامل کر دیا:

الثالث : ان یکون عندالراوی متنان مختلفان باسنا دین مختلفین فیرویهما راو عنه مقتصرا علی احد اسنادین' او یروی احد الحدیثیں باسناده الخاص به' لکن یزید فیه من المتن الاخر ما لیس فی الاول۔ (۲۹۲)

چوتھی قسم:

شیخ نے کسی حدیث کی سند بیان کی' پھر اس کا متن بیان کرنے سے پہلے کوئی کلام کیا شاگرد نے غلط فہمی سے اس کلام کو اس سند کا متن سمجھا اور اس سند سے روایت کیا:

الرابع : ان یسوق الراوی الاسناد فیعرض له عارض فیقول کلاما من قبل نفسه فیظن بعض من سمعه ان ذلک الکلام هو متن ذلک الاسناد فیرویه عنه ذلک۔ (۲۹۳)

۲۔ مدرج المتن:

حدیث کے متن میں کچھ اور داخل کرنا:

و اما مدرج المتن فهو ان یقع فی المتن کلام لیس منه۔ (۲۹۴)

مگر اس طرح کہ اصل متن اور اس مدرج میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔ امام سمعانی فرماتے ہیں: جو شخص دانستہ ادراج کا مرتکب ہوتا ہے وہ ساقط العدالت ہے اور ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں وہ کذابین کے زمرہ میں شامل ہے:

والادراج حرام باقسامه باجماع اهل الحدیث والفقه' وعبارة السمعانی وغیره: من تعمد الادراج فهو ساقط العدالة' وممن یحرف الکلم عن مواضعه وهو ملحق بالکذابین۔ (۲۹۵)

امام سیوطی فرماتے ہیں: میرے خیال میں کسی مشکل لفظ کی تفسیر کے لئے ادراج ممنوع نہیں جیسا کہ امام زہری اور دوسرے محدثین نے کیا ہے۔

و عندی ان ما ادرج لتفسیر غریب لا یمنع ولذلک فعله الزهری وغیره واحد من الائمة۔ (۲۹۶)

مدرج فی المتن کی قسمیں:

پہلی قسم : ادراج آغاز حدیث میں ہو' مثلاً راوی اپنے کسی قول پر حدیث سے استدلال کرنا چاہتا ہے تو اس قول کو ذکر کر کے پھر حدیث کو نقل کرتا ہے' سننے والا پورے مجموعہ کو حدیث سمجھ کر اسی حیثیت سے روایت کرتا ہے' مثلاً وہ روایت جیسے ابو قطن و شبابہ نے بواسطہ شعبہ از محمد بن زیادہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار' اس میں اسبغوا الوضوء کا ٹکڑا مدرج ہے جو کہ آغاز حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اس لئے کہ صحیحین میں اس حدیث کو یوں نقل کیا گیا ہے کہ:

اسبغوا الوضوء فان ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم قال : ویل للاعقاب من النار۔ (۲۹۷)

دوسری قسم : ادراج درمیان روایت میں ہو' مثلاً آغاز وحی کے بارے میں مشہور روایت ہے: کہ

و کان یخلو بغار خراء فیتحنث فیہ' وھو التعبد العدد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ۔ (۲۹۸)

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اس میں "وھو التعبد" امام زہری کا ادراج ہے (۲۹۹)

تیسری قسم : ادراج روایت کے آخر میں مثلاً:

ان من الشعر حکمۃ' واذا التبس علیکم شئ من القرآن فالتمسوہ من الشعر فانہ عربی۔ (۳۰۰)

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ " ان من الشعر حکمہ " کے علاوہ آخری ٹکڑا مدرج ہے جو دراصل ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (۳۰۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت ہے کہ:

للعبد المملوک الصالح اجران' والذی نفسی بیدہ لو لا الجہاد فی سبیل اللہ والحج وبر امی لا حببت ان اموت وانا مملوک۔ (۳۰۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں : داؤدی اور ابن بطال نے تصریح کی ہے کہ والذی نفسی

بیدہ سے آخر تک مدرج ہے اور یہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے' اس لئے رسول اللہ ﷺ کی والدہ ان دنوں زندہ نہ تھیں۔ (۳۰۳)

اسباب ادراج:

۱۔ کسی شرعی حکم کا بیان جیسا کہ قسم اول کی مثال میں ہے۔

۲۔ حدیث میں آنے والے کسی غیرمانوس اور اجنبی لفظ کی تشریح جیسا کہ قسم دوم کی مثال میں ہے۔

۳۔ کسی حدیث پر کسی مفید مضمون کی تصریح' جیسا کہ قسم سوم کی مثال میں ہے۔

ادراج کیسے معلوم کیا جائے؟

حافظ ابن حجر اور امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ادراج کا علم متعدد امور سے ہوتا ہے جو یہ ہیں:

۱۔ کسی دوسری روایت میں "مدرج" حصے کا ممتاز ہو کر آنا۔

۲۔ خود راوی کا اقرار اور اس کی تصریح

۳۔ کسی واقف کار امام فن کی تصریح

۴۔ استحالہ' یعنی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہونے کا عدم امکان' جیسا کہ قسم سوم مثال میں مذکور ہے (۳۰۴)

ادراج کا حکم:

تمام محدثین و فقہاء کا اتفاق ہے کہ ادراج کی تمام قسمیں حرام ہیں:

الادراج باقسامه حرام باجماع اهل الحدیث والفقه۔ (۳۰۵)

امام ابن السمعانی فرماتے ہیں کہ جو کوئی قصداً بالارادہ ادراج کا مرتکب ہو جائے تو وہ ساقط العدالۃ' تحریف کرنے والا اور جھوٹا ہے:

و عبارة السمعانی وغیره من تعمد ادراج فهو ساقط العدالة' وممن یحرف الکلم عن مواضعه وهو ملحق بالکذابین۔ (۳۰۶)

امام سیوطی فرماتے ہیں میرے نزدیک اگر کسی نامانوس لفظ کی شرح کے طور پر ہو تو اجازت ہے: وعندی ان ماادرج لتفسیر غریب لایمنع (۳۰۷) قواعد التحدیث میں الفیه

السیوطی میں لکھا ہے:

وکل ذا محرم و قادح و عندی التفسیر قد یسامح۔(۳۰۸)

متعلقہ کتب

۱۔ اس سلسلہ کی اولین تصنیف علامہ خطیب بغدادی کی "الفصل للوصل المدرج فی النقل" ہے، جس کے بارے میں حافظ سیوطی فرماتے ہیں۔

و صنف فیه الخطیب کتابا شفی و کفی علی مافیه من اعواز۔(۳۰۹)

۲۔ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب تقریب المنہج بترتیب المدرج' ہے جو دراصل خطیب کی کتاب کی تلخیص اور اس پر اضافہ ہے۔

۳۔ حافظ سیوطی' المدرج الی المدرج کی تصنیف ہے جس میں صرف "مدرج المتن" روایات جمع کی گئی ہیں' علامہ عجاج الخطیب لکھتے ہیں۔

اقتصر فیه علی مدرج المتن دون مدرج الاسناد وله فیه زیادات۔(۳۱۰)

مقلوب

لغت میں اس کے معنی ہیں "پلٹا ہوا" اور اصطلاح محدثین میں مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کسی راوی سے متن حدیث کا کوئی لفظ یا سند میں کسی راوی کا نام و نسب بدل گیا ہو یا مقدم کو موخر یا مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو یا ایک چیز کی جگہ دوسری رکھ دی گئی ہو' اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلب کی دو قسمیں ہیں۔

مقلوب السند

وہ حدیث ہے جس کی سند میں تقدیم و تاخیر کے ذریعہ ردو بدل کیا جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ کسی راوی اور اس کے والد کے نام میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے جیسے "کعب بن مرۃ" کو "مرۃ بن کعب" کر دینا۔(۳۱۱)

۲۔ کسی حدیث کے مشہور راوی کی جگہ دوسرے کا نام لینا' جیسے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول کسی روایت کو نافع سے نقل کرنا۔ مثلاً حماد بن عمرو نصیبی کذاب' امام اعمش سے روایت کرتا ہے وہ ابو صالح سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً

روایت کرتے ہیں:

اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدء وھم بالسلام واضطروھم الی اضیقھا۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: حالانکہ معروف روایت سہیلؒ بن ابی صالح عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ہے (۳۱۲) امام ذہبی نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کچھ یوں ہے:

حدثنا عبدالعزیز عن سھیل عن ابیه عن ابی ھریرۃ' ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: لا تبدوا الیھود ولا النصاری بالسلام' فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروہ الی اضیقه۔ (۳۱۳)

جب راوی قصداً ایسا کرتا ہو تو محدثین اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ احادیث کی چوری کرتا ہے۔

و ھذا الصنیع یطلق علی فاعله انه یسرق الحدیث اذا قصد الیه۔ (۳۱۴)

کبھی کبھار ثقہ راوی بوجہ غلطی "قلب" کا شکار ہو جاتا ہے' مثلاً امام مسلم اپنی سند کے ساتھ بروایت یحیی بن سعید۔

عن حجاج الصواف' حدثنا یحی بن ابی کثیر عن ابی سلمة و عبداللّٰه بن ابی قتادۃ عن ابی قتادۃ قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: اذا قیمت الصلاۃ فلا تقوموا حتی ترونی۔ (۳۱۵)

اس روایت کے ساتھ جریر بن حازم وہم کے شکار ہوئے' حالانکہ وہ ثقہ راوی تھے' انہوں نے اسے ثابت عن انس کی روایت سے نقل کیا ہے۔ (۳۱۶)

مقلوب المتن

وہ حدیث ہے جس کے متن میں تقدیم و تاخیر کے ذریعے ردو بدل کر دیا جائے' اس کی مثال مسلم کی وہ روایت ہے جس میں ان سات آدمیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو روز قیامت سایہ رحمت الہیہ کے نیچے ہوں گے' اس حدیث میں مذکور ہے کہ:

و رجل تصدق بصدقة فاخفاھا حتی لا تعلم یمینه ما تنفق شماله۔ (۳۱۷)

حالانکہ صحیح الفاظ یہ ہیں:

و رجل تصدق بصدقه فاخفاها حتی لا تعلم شماله ما تنفق یمینه۔ (۳۱۸)

حافظ سیوطی نے تدریب الراوی (۳۱۹) میں امام بلقینی سے نقل کیا ہے کہ اس کی ایک اور مثال یہ ہے:

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا واذا اذن بلال فلا تاکلوا ولا تشربوا۔ (۳۲۰)

یہ روایت مقلوب ہے' صحیح روایت یوں ہے۔

ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم۔ (۳۲۱)

قلب کے اسباب و حکم

۱۔ دوسروں پر اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کے لئے ہو تو اس کے عدم جواز میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس صورت میں تعمدا بغیر کسی معقول شرعی ضرورت و اجازت کے حدیث کو بدل دیا جاتا ہے یہ حرکت "وضاعین" کرتے ہیں اور ایسی حدیث' احادیث موضوعہ کے قبیل سے شمار ہو گی۔

۲۔ امتحان کی غرض سے جائز ہے بشرط یہ کہ اختتام مجلس سے پہلے اصل صورت کو بیان کر دیا جائے ورنہ سننے والے غلط صورت میں روایت کریں گے۔

۳۔ خطاء و سہو عذر ہے' اس کی بناء پر قلب کرنے والا معذور ہے' البتہ اگر کوئی بکثرت اس کا شکار ہو جائے تو اس کا "ضبط" مجروح ہو گا اور وہ ضعیف قرار پائے گا اور روایت بھی ضعیف و مردود ہو گی۔ (۳۲۲)

متعلقہ کتب

علامہ خطیب بغدادی کی تصنیف رافع الارتیاب فی المقلوب من الاسماء والالقاب ہے۔

۳۔ المزید فی متصل الاسانید

لغت میں "مزید" بمعنی زیادہ کیا ہوا "متصل" بمعنی ملا ہوا اور "اسانید" سند کی جمع ہے یعنی "متصل اسانید میں جس کو زائد کیا جائے "اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس کی سند متصل میں کسی راوی نے وہم سے کسی واسطہ کا اضافہ کیا ہو۔

و ان کانت المخالفة بزیادة راو فی اثناء الاسناد' ومن لم یزدها اتقن ممن زادها فهذا هو المزید فی متصل الاسانید۔ (۳۲۳)

اس کی مثال عبداللہ بن مبارک کی یہ روایت ہے۔

قال : حدثنا سفیان عن عبدالرحمن بن یزید حدثنی بسر بن عبیدالله قال سمعت ابا ادریس قال: سمعت واثلة یقول سمعت ابا مرثد یقول :سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیها۔ (۳۲۴)

امام بخاری فرماتے ہیں' اس حدیث کی سند میں دو جگہ زیادتی ہے' ایک سفیان اور دوسری ابو ادریس کی' یہ زیادتی محض وہم کی وجہ سے ہے' سفیان کی زیادتی ابن المبارک سے نقل کرنے والوں کے وہم کی وجہ سے ہے اس لئے کہ ثقہ راویوں کی ایک کثیر تعداد نے براہ راست عبدالرحمن ابن یزید سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور بعض نے "عن" کی بجائے صریح لفظ "اخبر" استعمال کیا ہے جبکہ "ابو ادریس" کی زیادتی خود ابن مبارک کا وہم ہے اس لئے کہ ان کے استاد عبدالرحمن بن یزید سے روایت کرنے والوں میں سے ثقات کی ایک تعداد نے "ابو ادریس" کا ذکر نہیں کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ "بسر" نے "واثلہ" سے براہ راست سنا ہے۔ (۳۲۵)

ایسی روایت وہم کی بناء پر مردود ہوتی ہے بشرط یہ کہ زیادتی نہ کرنے والا' زیادتی کرنے والے سے اتقان و پختگی میں فائق ہو' نیز زیادتی کی جگہ میں دوسرے طریق میں راوی سے سماع کی تصریح کی ہو' اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں موجود نہ ہوں تو زیادتی راجح اور مقبول قرار پاتی ہے اور جو سند اس زیادتی سے خالی ہو وہ منقطع قرار پاتی ہے لیکن اس کا "انقطاع خفی" ہوتا ہے اور اس کو "مرسل خفی کہتے ہیں (۱۔ ۳۲۵)

متعلقہ کتب

خطیب بغدادی کی "تمیزالمزید فی متصل الاسانید" ہے۔

۴۔ مضطرب

مضطرب "اضطرب الموج" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں : موجوں کی کثرت اور

تھپیڑوں کا چلنا' اصطلاح میں مضطرب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی متعدد روایات ہوں جن میں اختلاف ہو اور تعدد کے باوجود ان میں اس طرح کی مساوات پائی جاتی ہو کہ کسی طرح بھی ایک روایت کو دوسری کے مقابلہ میں ترجیح نہ دی جاسکتی ہو۔ بعض اوقات ایک ہی راوی اس حدیث کو دو یا دو سے زیادہ مرتبہ روایت کرتا ہو' یا دو سے زیادہ راوی اس حدیث کو روایت کرتے ہوں۔

هو الحديث الذی يروی من وجوه يخالف بعضها بعضا' مع عدم امكان ترجيح احدها علی غيره' سواء كان راوی هذه الوجوه واحد ام اكثر۔

(۳۲۶)

حدیث مضطرب کے ضعف کی وجہ اس کے رواۃ کا وہ اختلاف ہے جو ان کے حفظ و ضبط میں پایا جاتا ہو:

و منشا الضعف فيه ما يقع من الاختلاف حول حفظ رواته وضبطهم۔

(۳۲۷)

شروط تحقق اضطراب

۱۔ اختلاف ایسا شدید ہو کہ ان کے درمیان تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو۔

۲۔ قوت و مرتبہ میں مساوات و برابری ایسی ہو کہ ایک کی دوسری پر ترجیح ممکن نہ ہو۔

اگر جمع کی کوئی مقبول و معتبر صورت ممکن یا ترجیح کا کوئی باعث موجود ہو تو "اضطراب" برقرار نہیں رہے گا اور جمع کی صورت میں تمام روایات پر اور ترجیح کی صورت میں "راجح" روایت پر عمل کیا جائے گا۔ (۳۲۸)

مضطرب کی اقسام

موقع اضطراب کے اعتبار سے "مضطرب" کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مضطرب السند

وہ حدیث ہے جس کی سند میں اضطراب ہو' اس کی مثال حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے:

اسماعیل بن امیة عن ابی عمرو بن محمد بن حریث عن جده عن ابی هریرة مرفوعاً' اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجهه شیئا' فان لم یجد فلینصب عصا' فان لم یکن معه عصاً فلیخطط خطا ثم لا یضره ما مر امامه۔ (۳۲۹)

اس سند میں اسماعیل کے روایت کرنے میں اختلاف ہے۔ (۳۳۰) حافظ ذہبی فرماتے ہیں: تفرد عنه اسماعیل بن امیه' اضطرب فیه (۳۳۱)۔

۲۔ مضطرب المتن:

وہ حدیث ہے جس کے متن میں اضطراب ہو' اس کی مثال یہ روایت ہے:

عن شریک عن ابی حمزة عن الشعبی عن فاطمة بنت قیس رضی الله عنها قالت: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الزکاة فقال: ان فی المال حقا سوی الزکاة۔ (۳۳۲)

ابن ماجہ نے اس کو اسی سند سے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

لیس فی المال حق سوی الزکاة۔ (۳۳۳)

حافظ سیوطی ان دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ ایسا اضطراب ہے کہ اس کی توجیہ ممکن نہیں: فهذا اضطراب لا یحتمل التاویل (۳۳۴) چونکہ اضطراب راوی کے ضبط کی کمزوری یا عدم ضبط کو بتاتا ہے اس لئے مضطرب روایت ناقابل احتجاج ہوتی ہے اور اس پر صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کا مرتبہ "مقلوب" کے بعد ہے۔

متعلقہ کتب:

حافظ ابن حجر کی المقترب فی بیان المضطرب مشہور کتاب ہے۔

۵۔ مصحف و محرف:

"تصحیف و تحریف" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں: پڑھنے اور لکھنے میں غلطی کرنا' اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں سند اور متن کی صورت تو بدستور باقی رہے مگر ایک یا چند حرف بدل جانے کی وجہ سے ثقہ کے ساتھ مخالفت ہو جائے' پھر اگر حرف کا تبدل

صرف نقطوں کے ذریعہ ہو جیسے "من صام رمضان واتبعه ستامن شوال" کی بعض روات نے "شیئًا من شوال" سے تصحیف کر دی تو یہ مصحف روایت ہے اور اگر ایک حرف کی دوسرے حرف سے شکل بدل گئی ہو تو وہ محرف ہے، جیسے "عاصم الاحول" کی تحریف "عاصم الاحدب" ہے:

ان كانت المخالفة بتغيير حروف او حروف مع بقاء صورة الخط فى السياق فان كان ذلک بالنسبة الى النقط فالمصحف او ان كان بالنسبة الى شكل فالمحرف۔ (۳۳۵)

مصحف و محرف کی قسمیں:

مصحف و محرف کی درج ذیل تین اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے۔

اقسام مصحف باعتبار منشا:

منشا اور باعث کے اعتبار سے مصحف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مصحف البصر: وہ ہے جس کی تصحیف کا باعث اشتباہ خط ہو، خواہ خرابی خط کے باعث ہو یا نقطوں کے نہ ہونے کی وجہ سے، اکثر یہی صورت درپیش ہوتی ہے، جیسے

من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر۔ (۳۳۶)

ابوبکر صولی نے اس میں تصحیف کر کے یوں روایت کی: من صام رمضان ثم اتبعه شيئا من شوال یعنی لفظ "ستا" کو شیئا سمجھا۔ (۳۳۷)

۲۔ مصحف السمع: وہ ہے جس کی تصحیف کا باعث سننے میں اشتباہ ہو، خواہ سماعت کی کمزوری کی وجہ سے ہو، یا بیان کرنے والے سے دور رہ کر سننے کی وجہ سے ہو، سننے والا صرفی وزن کے اتحاد کی بنا پر لفظ کو سمجھتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے جیسا کہ "عاصم الاحول" (بھینگا) میں بعض روات نے تصحیف کر کے اسے "عاصم الاحدب" کبڑا" بنا دیا (۳۳۸)

۲۔ اقسام مصحف باعتبار محل:

محل کے اعتبار سے مصحف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مصحف السند:

وہ ہے جس کی سند میں تصحیف واقع ہو، مثلاً:

شعبة عن العوام بن مراجم عن ابی عثمان النھدی عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : "لتودن الحقوق الی اھلھا حتی یقضی للشاۃ الجماء من الشاۃ القرناء تطحنھا"

میں "عوام بن مراجم" کو امام یحیی بن معین نے مصحف کر کے "عوام بن مزاحم" بنایا اس لئے محدثین نے اس سلسلے میں اس کا رد کر دیا۔ (۳۳۹)

مصحف المتن:

وہ ہے جس کے متن میں تصحیف واقع ہو، مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجر فی المسجد "میں لفظ "احتجر" (گود میں لیا) کو مصحف کر کے ابن لھیعہ (عبداللہ بن لھیعہ) نے "احتجم" (پچھنے لگوانے) بنایا (۳۴۰) اہل علم، امام حاکم کی کتاب معرفہ علوم الحدیث کی قسم ۳۴ کی مراجعت فرمائیں، وہاں اس قسم کی بہت سی مثالیں لکھی ہیں۔

۳۔ اقسام مصحف باعتبار لفظ و معنی

لفظ و معنی کے اعتبار سے مصحف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مصحف اللفظ ۲۔ مصحف المعنی

۱۔ مصحف اللفظ، وہ ہے جس کے لفظ میں تصحیف واقع ہو، اکثر یہی صورت درپیش ہوتی ہے، گزشتہ تمام مثالیں اسی قبیل کی ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مصحف الشکل، وہ ہے جس کے خط کی شکل باقی رہے مگر حرف کی حرکت بدل جائے، مثلاً عرفطہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "یوم کلاب" کو "یوم کلاب" بتانا۔

۲۔ مصحف النقط، وہ ہے جس کے خط کی صورت باقی رہے جیسے "مراجم" کو "مزاحم" بنانا

۲۔ مصحف المعنی، وہ ہے جس کے معنی کو اصل معنی مراد سے پھیر دیا گیا ہو، جیسا کہ ابو موسی محمد بن المثنی العنزی کا بیان ہے کہ: ہماری قوم کو بڑا شرف حاصل ہے اس لئے

ہمارا تعلق "قبیلہ عنزہ" سے ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہے' اپنے اس بیان سے وہ اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنزۃ (۳۴۱) حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد چھوٹا نیزہ ہے۔

امام حاکم فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک اعرابی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کو سترہ بنا کر نماز پڑھی' لوگوں نے دلیل کے بارے میں پوچھا تو اس نے "عنزۃ" میں تصحیف کر کے "عنزۃ" پڑھا' جس کے معنی "شاۃ" (بکری) کے ہیں۔ (۳۴۲)

اگر کسی راوی سے اتفاقاً یہ عمل سرزد ہو جائے تو اس وجہ سے اس کا "ضبط" متاثر نہیں ہوتا کیونکہ تھوڑی بہت غلطی سے تو شاذو نادر کوئی بچتا ہے' اور اگر بکثرت ہو تو عیب شمار ہوتا ہے اور اس سے راوی کا "ضبط" مجروح ہوتا ہے۔

متعلقہ کتب:

۱۔ حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری المتوفی (۳۸۲ھ / ۹۹۳م) شرح ما یقع فیہ التصحیف والتحریف

۲۔ علی بن عمر بن احمد الدار قطنی (المتوفی ۳۸۵ھ / ۹۹۵م)' التصحیف

۳۔ حمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی البستی (المتوفی ۳۸۸ھ / ۹۹۸م)' اصلاح خطاالمحدثین۔

چہارم کا خلاصہ

قبول ورد کے لحاظ سے تقسیم حدیث: ❶ مقبول ❷ مردود

مقبول کی دو اقسام ہیں۔ ❶ صحیح ❷ حسن

صحیح کی دو اقسام: ❶ صحیح لذاتہ ❷ صحیح لغیرہ

حسن کی دو اقسام: ❶ حسن لذاتہ ❷ حسن لغیرہ

مقبول بحیثیت معمول بہ وغیر معمول بہ: ❶ محکم ❷ مختلف الحدیث ❸ ناسخ و منسوخ ❹ راجح و مرجوح ❺ متوقف فیہ

مردود کی دو اقسام: ❶ مردود بسبب طعن راوی ❷ مردود بسبب سقط دراسناد

❶ مردود بسبب طعن راوی کی اقسام: ❶ موضوع ❷ متروک ❸ منکر ❹ شاذ ❺ معلل ❻ مدرج ❼ مقلوب ❽ مزید فی متصل الاسناد ❾ المضطرب ❿ مصحف و محرف

مردود بسبب اسناد کی اقسام: ا۔ جلی ۲۔ خفی

جلی کی اقسام: ا۔ معلق ۲۔ مرسل ۳۔ معضل ۴۔ منقطع ۵۔ معنعن ۶۔ مؤنن

خفی کی اقسام: ا۔ مرسل معنعن ۲۔ مدلس

مدلس کی اقسام: ا۔ تدلیس الاسناد ۲۔ تدلیس الشیوخ

تدلیس الاسناد کی اقسام: ا۔ تدلیس العطف ۲۔ تدلیس السکوت ۳۔ تدلیس التسویہ ۴۔ تدلیس البلاد

باب پنجم

مسند الیہ (مصدر خبر) کے لحاظ سے حدیث کی قسمیں

منبع و مصدر یا مسند الیہ یا منتہی کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔

❶ حدیث قدسی ❷ حدیث مرفوع ❸ حدیث موقوف ❹ حدیث مقطوع

حدیث قدسی:

"القدس" بمعنی پاکیزگی کی طرف منسوب ہے' اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو:

و ھو ماورد من الاحادیث الا لھیة و تسمی: القدسیة۔ (۱)

علامہ طیبی فرماتے ہیں: قرآن عزیز کے الفاظ و معانی بواسطہ جبریل' رسول اللہ ﷺ پر نازل کئے گئے جبکہ حدیث قدسی وہ ہے جس کے معنی سے رب کریم نے اپنے نبی کریمؐ کو الہام یا خواب کے ذریعے آگاہ کیا:

قال الطیبی: القرآن ھو اللفظ المنزل بہ جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' والقدسی اخبار اللہ معناہ بالالھام او بالمنام' فاخبر النبی امتہ بعبادۃ نفسہ' وسائر الاحادیث لم یضفھا الی اللہ تعالیٰ' ولم یروھا عنہ تعالی۔ (۲)

علامہ کرمانی (محمد بن یوسف) شارح بخاری فرماتے ہیں: قرآن معجز کلام ہے اور بواسطہ جبریل منزل ہے' جبکہ حدیث قدسی غیر معجز اور بغیر واسطہ کے من جانب اللہ ہے' ایسی حدیث کو حدیث قدسی' حدیث الٰہی اور حدیث ربانی کہا جاتا ہے' اب اگر کوئی پوچھے کہ سب احادیث من جانب اللہ ہیں' کیونکہ ارشاد ربانی ہے کہ: وماینطق عن الھوی ؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث قدسیہ کی نسبت براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی

ہے۔(۳)

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق

۱۔ قرآن عزیز معجز ہے اور حدیث قدسی معجز نہیں۔

۲۔ تلاوت قرآن کے بغیر نماز نہیں ہوتی لیکن اگر نماز میں حدیث قدسی پڑھی جائے تو نماز ادا نہ ہوگی۔

۳۔ قرآن عزیز کا منکر کافر ہے' حدیث قدسی اگر متواتر نہ ہو تو اس کا منکر کافر نہیں بلکہ مبتدع ہے۔

۴۔ قرآن عزیز کا نزول بواسطہ جبرئیل ہوا ہے' جبکہ حدیث قدسی کا معاملہ یہ نہیں۔

۵۔ قرآن عزیز کا الفاظ و معانی دونوں اللہ کی جانب سے ہوتے ہیں جبکہ حدیث قدسی کے معانی اللہ کی جانب سے اور الفاظ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں اور بعض اوقات اللہ کے ہوتے ہیں لیکن یہ کلام الٰہی قرآن کا درجہ نہیں پاتا۔

۶۔ قرآن کریم کا باوضو چھونا زیادہ مناسب ہے جبکہ حدیث قدسی کا یہ معاملہ نہیں۔(۴)

متعلقہ کتب:

۱۔ محمد عبدالروف المناوی القاھری (المتوفی ۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۲ء) الاتحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ اس میں ۲۷۲ احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۲۔ محمد بن محمود الطربزونی المدنی الحنفی (المتوفی ۱۲۰۰ھ / ۱۷۹۵ء) الاتحاف السنیہ فی الاحادیث القدسیہ اس میں ۸۶۳ احادیث جمع کی گئی ہیں' اس تصریح کے ساتھ اگر کوشش کی جائے تو تعداد ان سے بڑھ سکتی ہے۔

۳۔ الاحادیث القدسیہ' مرتب و شائع کردہ المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ القاھرۃ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء) یہ مجموعہ ۴۰۰ احادیث پر مشتمل ہے۔

۳۔ مرفوع:

"رفع" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں "بلند کیا ہوا" اصطلاح میں مرفوع اس قول (بات)' فعل (کام) اور تقریر (تائید) کو کہتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی جانب

منسوب ہو۔ خواہ اس کی نسبت آپ کی طرف صحابی نے کی ہو یا تابعی نے یا کسی اور نے' اور خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ ہو:

هو ما اضيف الى النبى صلى الله عليه وسلم خاصة' من قول او فعل او تقرير سواء كان متصلاً او منقطعًا۔ (۵)

مرفوع کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں: ❶ مرفوع حقیقی ❷ مرفوع حکمی

مرفوع حقیقی: وہ حدیث ہے جو صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو' اس کی چار قسمیں ہیں: ❶ مرفوع قولی ❷ مرفوع فعلی ❸ مرفوع تقریری ❹ مرفوع وصفی

مرفوع قولی:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی ارشاد منقول ہو' خواہ لفظ "قال" کے ذریعہ ہو' جیسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: انما الاعمال بالنيات۔ (٦)

خواہ لفظ "امر" کے ذریعہ ہو' جیسے ام شریک رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الوزغ۔ (٧)

خواہ لفظ "نہی" کے ذریعہ ہو' جیسے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ:

ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن قتل جنان البيوت۔ (٨)

یا لفظ "قضی" کے ذریعہ ہو' جیسے ان النبی ﷺ قضی بالیمین مع الشاھد۔(۹)

۲۔ مرفوع فعلی:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کا بیان ہو' خواہ لفظ "فعل" کے ذریعہ ہو' جیسے:

عن سعيد بن جبير قال: كنت مع ابن عمر حيث افاض من عرفات فلما اتى جمعًا جمع بين المغرب والعشاء' فلما فرغ قال: فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم فى هذا المكان مثل هذا۔ (١٠)

خواہ لفظ "توضا" کے ذریعہ ہو' جیسے:

عن المغیرة بن شعبة' ان رسول الله صلی الله علیه وسلم توضا ومسح علی الجوربین والنعلین۔ (۱۱)

خواہ "صلی" کے ذریعہ ہو' جیسے:

عن یزید بن الثابت' ان النبی صلی الله علیه وسلم مر علی امراة بعد ما دفنت' فصلی علیها' وکبر اربعا۔ (۱۲)

یا لفظ "صام" کے ذریعے ہو' جیسے:

عن ابن عباس' ان النبی صلی الله علیه وسلم صام عام الفتح حتی بلغ الکدید ثم افطر۔ (۱۳)

مرفوع تقریری:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی حیات یا مجلس و موجودگی میں کسی کام کے کئے جانے کا ذکر ہو اور آپ کا انکار مذکور نہ ہو' جیسے:

عن ابن عمر قال: کنا ناکل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نمشی ونشرب ونحن قیام۔ (۱۴)

۴۔ مرفوع وصفی:

وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے جسمانی یا روحانی و اخلاقی اوصاف و احوال میں سے کسی کا تذکرہ ہو' مثلاً:

عن ابن عباس قال: کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اجود الناس' وکان اجود مایکون فی رمضان (۱۵) عن انس' قال: کان النبی صلی الله علیه وسلم احسن الناس خلقا۔(۱۶)

مرفوع حکمی:

وہ حدیث ہے جو بظاہر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو' لیکن اس میں چونکہ اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی' اس لئے وہ حکماً رسول اللہ ﷺ کی طرف ہی نسبت رکھتی ہے' جیسے:

عن عبداللہ بن مسعود' قال: من اتی ساحراً او کاھنًا او عرافاً فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد صلی اللہ علیه وسلم۔(١٧)

٣۔ موقوف:

وقف سے اسم مفعول ہے بمعنی ''روکا ہوا'' اصطلاح میں وہ حدیث ہے جو صحابی کی طرف منسوب ہو خواہ قول ہو یا فعل ہو' خواہ اس کی سند متصل ہو یا منقطع:

و ھو مطلقًا ماروی عن الصحابی من قول او فعل' متصلاً کان او منقطعاً۔ (١٨)

حدیث موقوف کی اقسام

موقوف کی تین قسمیں ہیں:

❶ موقوف قولی ❷ موقوف فعلی ❸ موقوف تقریری

١۔ موقوف قولی:

وہ حدیث ہے جس میں کسی صحابی کا کوئی ارشاد منقول ہو' مثلاً:

قال علی: حدثوا الناس بما یعرفون' اتحبون ان یکذب اللہ ورسوله۔ (١٩)

٢۔ موقوف فعلی:

وہ حدیث ہے جس میں کسی صحابی کا کوئی فعل منقول ہو' جیسے بخاری کا قول ''ام ابن عباس وھو متیمم'' (٢٠)

٣۔ موقوف تقریری:

وہ حدیث ہے جس میں کسی صحابی کی تائید سکوتی منقول ہو' جیسے کسی تابعی کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں صحابی کے سامنے یا ان کے زمانے میں ایسا کام کیا اور انہوں نے مجھ پر انکار نہیں کیا۔ موقوف روایت کبھی صحیح ہوتی ہے' کبھی حسن اور کبھی ضعیف' موقوف روایت اگر صحیح بھی ثابت ہو جائے تو اس سے احتجاج درست نہیں:

و ھو لیس بحجة علی الاصح' و ان اتصل۔(٢١)

البتہ اس سے احادیث ضعیفہ کو تقویت ملتی ہے کیونکہ صحابہ کرام اپنے ہر قول و فعل

میں سنت کا لحاظ و اہتمام کرنے والے تھے۔

لکنھا ان ثبت فانھا تقوی بعض الاحادیث الضعیفة' لان الصحابة کان لھم العمل بالسنة۔(۲۲)

۴۔ مقطوع:

"قطع" سے اسم مفعول ہے بمعنی "کٹا ہوا" اصطلاح میں وہ قول و فعل ہے جس کی کسی تابعی کی طرف نسبت کی جائے۔

ھو ما جاء عن التابعین من اقوالھم و افعالھم موقوفا علیھم۔(۲۳)

حدیث مقطوع کی اقسام:

❶ مقطوع قولی ❷ مقطوع فعلی

مقطوع قولی:

وہ ہے جس میں کسی تابعی کا قول منقول ہو' جیسے حسن بصری تابعی کا قول: صل وعلیہ بدعتہ (۲۴)

۲۔ مقطوع فعلی:

وہ ہے جس میں کسی تابعی کا فعل منقول ہو' جیسے:

کان مسروق یرخی الستر بینه وبین اھله ویقبل علی صلاته ویخلیھم ودنیاھم۔(۲۵)

متعلقہ کتب

موقوف و مقطوع پر کوئی باقاعدہ کتاب نہیں لکھی گئی' البتہ مندرجہ ذیل کتب میں موقوف اور مقطوع روایات بکثرت پائی جاتی ہیں۔

۱۔ حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ / ۸۲۷م) المصنف

۲۔ حافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ' (المتوفی ۲۳۵ھ / ۸۴۹م) الکتاب المصنف فی الاحادیث والاثار

۳۔ حافظ محمد بن جریر بن یزید الطبری (المتوفی ۳۱۰ھ ۹۲۳م) جامع البیان فی تفسیر القرآن

۴۔ امام محمد بن ابراہیم المنذر النیسابوری (المتوفی ۳۱۹ھ / ۹۳۱م) تفسیر القرآن
۵۔ حافظ عبدالرحمن بن محمد ابی حاتم الرازی (المتوفی ۳۲۷۔ ۹۳۸م) تفسیر القرآن

باب پنجم کا خلاصہ:

❶ حدیث قدسی۔ ❷ حدیث مرفوع۔ ❸ حدیث موقوف ❹ حدیث مقطوع

حدیث مرفوع کی اقسام:

❶ مرفوع حقیقی ❷ مرفوع حکمی

مرفوع حقیقی کی اقسام:

❶ مرفوع قولی ❷ مرفوع فعلی ❸ مرفوع تقریری ❹ مرفوع وصفی

حدیث موقوف کی اقسام:

❶ موقوف قول ❷ موقوف فعل ❸ موقوف تقریری

حدیث مقطوع کی اقسام:

❶ مقطوع قولی ❷ مقطوع فعلی

باب ششم

مشترک مابین مقبول و مردود

درج ذیل اقسام حدیث مقبول اور مردود دونوں قسموں میں سے ہو سکتی ہیں:

ا۔ المسند

"مسند" محدثین کی خاص اصطلاح ہے' کہا جاتا ہے: "هذا حديث مسند" اس کی جمع مسانید ہے۔ "اسنده في الجبل" کے معنی ہیں: "پہاڑ پر چڑھانا" "مسند (اسم مفعول) کے لغوی معنی ہیں "چڑھایا ہوا" اور اصطلاحی معنی ہیں: "وہ بات جس کی سند قائل تک پہنچائی گئی ہو"۔ اور "مسند" (اسم فاعل) کے لغوی معنی ہیں "چڑھانے والا" اور اصطلاحی معنی ہے "باسند بیان کرنے والا" یعنی "مدار سند" جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "مسند الهند" ہیں کیونکہ آپ محدثین ہند کی سند کا مدار ہیں کسی محدث کی سند آپ سے گزرے بغیر نہیں جاتی۔ "مسند" (میم کے زبر کے ساتھ) غلط تلفظ ہے' اس لفظ کے معنی ہیں "ٹیک لگانے کی جگہ"۔

مسند وہ حدیث ہے جو کسی صحابی نے مرفوعاً بیان کی ہو اور ایسی سند سے مروی ہو جو بظاہر متصل ہو' پس وہ حدیث جس میں انقطاع خفی ہو وہ بھی مسند کہلائے گی۔

و المسند في قول اهل الحديث: هذا حديث مسند' هو مرفوع صحابي بسند ظاهره الاتصال۔(۱)

مثلاً امام بخاری کی روایت:

حدثنا عبدالله بن يوسف عن مالك عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا شرب الكلب في اناء احدكم فليغسله سبعا۔(۲)

یہ حدیث مرفوع ہے اور اس کی سند کا اول و آخر متصل ہے۔

۲۔ متصل

یہ "اتصل" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، جس کے معنی ہیں "ملنے والا" اسے موصول بھی کہتے ہیں، جو اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی ملا ہوا اصطلاح میں وہ مرفوع یا موقوف حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، یعنی اس کے تمام رواۃ مذکور ہوں، کوئی رہ نہ گیا ہے:

المتصل و یسمی الموصل ایضًا وهو ما اتصل اسناده، مرفوعا کان الی النبی صلی الله علیه وسلم او موقوفاً علی من کان۔ (۳)

المتصل کبھی مرفوع ہوتی ہے، جیسے:

مالک عن ابن شهاب، عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلٰوة رفع یدیه حذو منکبیه، واذا رفع راسه من الرکوع رفعهما کذلک ایضاً، وقال: سمع الله لمن حمده، وکان لا یفعل ذلک فی السجود۔(۴)

اس روایت کی سند امام مالک سے رسول اللہ ﷺ تک پوری مذکور ہے۔

متصل کبھی موقوف ہوتی ہے، جیسے:

مالک حدثنا ان عبدالله عمر کان اذا سئل: هل یقرأ احد خلف الامام؟ قال اذ صلی احدکم خلف الامام الخ (۵)

اقوال تابعین یعنی حدیث مقطوع اگر سند متصل کے ساتھ مروی ہو تو اگرچہ لغت میں اس پر متصل کا اطلاق کیا جا سکتا ہے مگر اصطلاح میں اس کو مطلق متصل نہیں کہہ سکتے ہیں بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں تک متصل ہے:

و اما اقوال التابعین اذا اتصلت الاسانید الیهم فلا یسمونها متصلة فی حالة الاطلاق، اما مع التقیید فجائز وواقع فی کلامهم، کقولهم: هذا متصل الی سعید بن المسیب او الی الزهری او الی مالک ونحو ذلک۔

۳۔ زیادتی ثقات

زیادتی ثقات سے مراد ثقہ راویوں کی احادیث میں منقول وہ زائد کلمات ہیں' جو دوسروں سے منقول نہ ہوں۔ یہ فن نہایت لطیف و باریک ہے' اس لئے بہت کم محدثین نے اس سلسلہ میں لکھا ہے' امام ابن الصلاح نے صرف تین علماء کے نام لکھے ہیں (۷)

"زیادتی ثقات" دراصل "مخالفت ثقات" کا ایک پہلو ہے' لیکن چونکہ اس کے کئی عناوین ہیں اس لئے محدثین کرام "زیادتی ثقات" کو مستقل ایک علم و فن قرار دے کر اس سے بحث کرتے ہیں' یہ زیادتی کبھی کبھار متن میں کسی کلمہ یا جملہ کی زیادتی سے کی جاتی ہے اور کبھی سند میں راوی کا اضافہ ہوتا ہے تو موقوف کو مرفوع اور مرسل کو موصول کیا جاتا ہے۔

متن میں زیادتی

متن میں زیادتی کی تین صورتیں ہیں۔

❶ زیادتی منافی ❷ زیادتی غیر منافی ❸ زیادتی منافی از بعض وجوہ

ا۔ زیادتی منافی

ایسی زیادتی جو کہ دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی و معارض ہو' ایسا اضافہ مردود ہے جیسا کہ "شاذ" کا حکم ہے:

ان یقع مخالفاً منافیًا لم رواہ سائر الثقات فھذا حکمہ الرد کما سبق فی نوع الشاذ (۸) مثلاً: حدثنا موسی بن علی بن رباح عن ابیہ عن عقبۃ بن عامر قال: قال رسول اللہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : یوم عرفۃ ویوم النحر و ایام التشریق عیدنا اھل الاسلام' وھی ایام اکل و شرب۔ (۹)

اس میں "یوم عرفہ" کی زیادتی صرف موسیٰ بن رباح نے اپنے والد کے واسطے سے عقبہ بن عامر سے نقل کیا ہے' باقی تمام طرق میں یہ منقول نہیں۔

۲۔ زیادتی غیر منافی:

وہ زیادتی جو دوسرے ثقات یا اوثق کی روایت کے منافی و معارض نہ ہو' یہ زیادتی ثقہ کی مستقل روایت کے درجہ میں مقبول ہوتی ہے۔

ان لا یکون فیه منافاۃ و مخالفۃ اصلا لما رواہ غیرہ کالحدیث الذی تفرد بروایۃ جملۃ ثقۃ ولا تعرض فیه لما رواہ الغیر بمخالفۃ اصلاً' فھذا مقبول۔ (۱۰)

مثلاً اعمش نے بواسطہ ابو رزین وابوصالح' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے' جسے ان کے تمام شاگردوں نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے کہ:

اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیغسله سبع مرار۔ (۱۱)

لیکن اعمش کے شاگردوں "علی بن مسہر" نے "فلیرقہ" کی زیادتی ذکر کی ہے۔ (۱۲)

۳۔ زیادتی از بعض وجوہ

وہ زیادتی جو پورے طور پر منافی نہ ہو بلکہ بعض وجوہ سے منافی ہو' جیسے ابومالک اشجعی سے بواسطہ ربعی' حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔

فصففنا علی الناس بثلاث: جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ' وجعلت لنا الارض کلها مسجدا' وجعلت تربتها لنا طهورا اذا لم نجدا الماء۔ (۱۳)

اس میں "تربتها" کے الفاظ صرف ابومالک سے مروی ہیں' کسی اور سے نہیں:

فھذہ الزیادۃ تفرد بها ابو مالک سعد بن طارق الاشجعی وسائر الروایات "وجعلت لنا الارض مسجدا وطھورا" (۱۴)

امام مالک بواسطہ نافع' ابن عمر رضی اللہ عنہما مرفوعا نقل کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فرض زکاۃ الفطر من رمضان علی الناس صاعاً من تمر اوصاعًا من شعیر علی کل حر او عبد' ذکر او انثی من المسلمین۔ (۱۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام مالک نے اس میں "من المسلمین" کی زیادتی کی ہے۔ (۱۶)

اس زیادتی کے ذریعہ کبھی عام کی تخصیص اور کبھی مطلق کی تقیید ہوتی ہے کہ عام لفظ عموم سے نکل جاتا ہے اور "مراد" اس سے "خاص" ہوتی ہے اور "مطلق" میں "قید" لگ جاتی ہے' امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ زیادتی مقبول ہے اور احناف

کے نزدیک بھی تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ مقبول ہے۔ (۱۷)

سند میں زیادتی

سند میں زیادتی کی کئی صورتیں ہیں جن کی تفصیلات "المزید فی متصل الاسانید کے تحت ذکر کی گئی ہیں' مثلاً "لانکاح الا بولی" کو یونس بن ابی اسحاق السیعی نے روایت کیا ہے' جس سے ان کے لڑکے اسرائیل اور قیس بن ربیع نے سند کے ساتھ' اور سفیان الثوری اور شعبہ بن حجاج نے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (۱۸)

اس کے حکم کے بارے میں محدثین کے چار اقوال ہیں:

۱۔ اکثر رواۃ کا اعتبار ہو گا۔

۲۔ احفظ یعنی حفظ و ضبط میں فائق رواۃ کا اعتبار ہو گا۔

۳۔ اکثر محدثین کا مذہب ہے کہ زیادتی قبول نہیں ہو گی۔

۴۔ جمہور فقہاء و محدثین و اصولیین کے نزدیک زیادتی مقبول ہے' خطیب نے اس قول کو پسند کیا ہے: هذا القول هو الصحيح عندنا (۱۹)۔

۴۔ اعتبار' متابع اور شاہد:

اعتبار:

"اعتبار" کے لغوی معنی ہیں چند چیزوں پر غور کرنا' تاکہ ایک جنس کی کئی چیزوں کی معرفت اور پہچان ہو جائے۔ اصطلاح میں کسی حدیث کے سامنے آنے پر' اس کی حیثیت کو جاننے کے لئے دوسری احادیث پر غور کرنا اور فکروتدبر کرنا کہ کسی دوسرے نے اس کو روایت کیا ہے یا نہیں' اگر کسی دوسرے نے روایت کیا ہے' تو اس کی نوعیت کیا ہے' دونوں بات میں موافقت ہے یا مخالفت' اگر موافقت ہے تو لفظی ہے یا معنوی' نیز یہ کہ دونوں کی روایت ایک ہی صحابی سے ہے یا دو الگ الگ صحابیوں سے' اگر مخالفت ہے تو دونوں کے راویوں میں باہم کیا نسبت ہے' کہ جس کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو:

الاعتبار هوالنظر فی حال الحدیث' هل تفرد به روایة ام لا؟ وهل هو معروف ام لا؟(۲۰)

اگر تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ اس حدیث کو کسی دوسرے نے نہیں روایت کیا تو وہ "فرد و غریب" کہلاتی ہے جس کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں اور اگر کسی دوسرے نے موافقت کی ہے تو حسب تفصیل دوسری حدیث کو "متابع" اور "شاہد" کہتے ہیں:

ان وافقه غيره فهو المتابع بكسر الموحدة۔ (۲۱)

اور اگر روایت مخالفت کے ساتھ ہے تو وہ تفصیلات ہوں گی جو آپ "شاذ" اور "منکر" کے تحت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

متابع:

وہ حدیث ہے کہ جس کے راوی کی دوسرا راوی تائید کرتا ہو۔ اور تائید کرنے والا اس قابل ہو کہ اس کی روایت تسلیم کی جائے۔ تائید کرنے والا پہلے راوی کے شیخ یا شیخ الشیخ سے ایسے الفاظ میں روایت کرے جو پہلے راوی کے بیان کردہ الفاظ سے ملتے جلتے ہوں:

و هو ما وافق رواية راو آخر' ممن يصلح ان يخرج حديثه' فرواه عن شيخه او من فوقه۔(۲۲)

شاہد:

اس کی تعریف یہ ہے کہ دوسرا راوی یوں تو اس کی تائید کرتا ہو مگر وہ دوسرے صحابی سے روایت کرتا ہو۔ اور اس کی یہ روایت لفظ و معنی دونوں میں یا صرف معنی میں پہلے راوی کی روایت سے ملتی جلتی ہو:

و هو ما وافق راو رواية عن صحابى آخر۔(۲۳)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

و ان وجد متن يروى من حديث صحابى آخر يشبهه فى اللفظ والمعنى' او فى المعنى فقط فهو الشاهد۔(۲۴)

متابعت:

لغت میں اس کے معنی "موافقت" کے ہیں' جبکہ اصطلاح میں اس کے معنی کسی راوی کا دوسرے راوی کے ساتھ کسی حدیث کی روایت میں شریک ہونا ہیں۔ اس کی دو

قسمیں ہیں۔

۱۔ متابعت تامہ: آغاز سند سے اخیر تک موافقت، یعنی دوسرے راوی کے شیخ سے لے کر اخیر تک:

ان حصلت للراوی نفسه، فهی التامة۔ (۲۵)

۲۔ متابعت قاصرہ: درمیان سند سے اخیر تک موافقت، یعنی دوسرے راوی کے شیخ الشیخ یا اور اوپر چل کر موافقت:

و ان حصلت لشیخه فمن فوقه فهی القاصرة ویستناد منه التقویة۔ (۲۶)

امثلہ: حافظ ابن حجر نے ایک ہی حدیث کے متعدد طرق کو جمع کر کے سب کی مثال پیش کی ہے (۲۷) امام شافعی نے "کتاب الام" میں ایک حدیث ذکر کی ہے، امام مالک سے نقل کرتے ہوئے بواسطہ عبداللہ بن دینار، ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے:

الشهر تسع وعشرون، لاتصوموا حتی تروا الهلال، ولا تفطروا حتی تروه، فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین۔ (۲۸)

اس روایت کے آخری کلمات "فاکملوا العدة ثلاثین" سے بحث ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی متفرد ہیں، امام مالک کے دوسرے شاگردوں نے اسی سند سے "فان غم علیکم فاقدروا له" کے الفاظ ذکر کئے ہیں، لیکن جب "اعتبار" کا طریقہ اپنایا گیا تو معلوم ہوا کہ امام شافعی کی روایت کا "متابع" بھی "متابعت" کی دونوں اقسام اور "شاہد" کے ساتھ موجود ہے۔

متابعت تامہ بایں طور کہ بخاری کی روایت بواسطہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی امام مالک سے اسی سند کے ساتھ بعینہٖ انہی الفاظ یعنی "فاکملوا العدة ثلاثین" کے ساتھ ہے۔ (۲۹)

اس میں دوسرے راوی عبداللہ بن مسلمہ کے شیخ و استاد امام مالک پر جو کہ خود امام شافعی کے بھی استاد ہیں موافقت ہو گئی۔ (۳۰)

اس روایت کی متابعت قاصرہ بھی موجود ہے، صحیح مسلم میں ہے:

حدثنا اسماعیل عن ایوب عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انما الشهر تسع وعشرون، فلا تصوموا حتی

تروہ، ولا تفطروا حتی تروہ، فان غم علیکم فاقدروا لہ۔ (۳۱)

اس روایت کا شاہد لفظ بھی موجود ہے، نسائی نے بروایت محمد بن حنین انہوں نے ابن عباسؓ سے انہوں نے نبی کریم ﷺ نقل کیا ہے۔ (۳۲) یہ اس حدیث کے بالکل مطابق ہے جو عبداللہ بن دینار نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے (۳۳)۔

باب ششم کا خلاصہ

مشترک مابین مقبول و مردود کی اقسام

❶ المسند ❷ متصل ❸ زیادتی ثقات ❹ اعتبار، متابع ❺ اور شاہد

باب ہفتم

شرائط مقبولیت راوی

جمہور محدثین و فقہاء کا اتفاق ہے کہ کسی راوی کی روایت کرنے کے لئے اس میں چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

۱۔ عقل ۲۔ ضبط ۳۔ عدالت ۴۔ اسلام (۱) اگر راوی میں ان تمام یا بعض شرائط کا فقدان ہو تو اس کی روایت ناقابل قبول ہو گی۔ متقدمین اور متاخرین حدیث کے اقوال و آراء کا خلاصہ یہی ہے۔ البتہ متاخرین کی وضع کردہ اصطلاحات میں زیادہ باریک بینی پائی جاتی ہے' کیونکہ انہوں نے بنظر غائر متقدمین کے افکار و آراء کا جائزہ لیا اور ان میں سے جس کو بہتر سمجھا اختیار کیا۔ شعبہ بن حجاج (ت ۱۶۰ھ) سے پوچھا گیا کہ کس راوی کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے؟ انہوں نے جواباً کہا: جب کوئی راوی معروف رواۃ حدیث سے اکثر غیر معروف احادیث بیان کرے تو اس کی روایت کو قبول نہ کیا جائے یا جب وہ متہم ہو یا اکثر غلطیاں کرتا ہو تو اس کی روایت رد کی جائے گی' اسی طرح جب وہ کوئی ایسی حدیث روایت کرے جو بالاتفاق غلط ہو تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی' ایسے راوی کو چھوڑ کر دوسرے تمام راویوں کی روایات قابل قبول ہوں گی:

> قیل لشعبة: من الذی یترک حدیثه؟ قال: اذا روی عن المعروفین مالا یعرفه المعروفون فاکثر ترک حدیثه' فاذا اتهم بالحدیث ترک حدیثه' فاذا اکثر الغلط ترک حدیثه واذا روی حدیثا اجتمع علیه انه غلط ترک حدیثه' وماکان غیر هذا فاروو اعنه۔(۲)

مذکورہ عبارت میں شعبہ نے مقبول الروایہ راوی کے لئے دو شرطوں کی تصریح کی ہے' ضبط اور عدالت' اس لئے کہ کثرت اغلاط ضبط کے خلاف ہے اور متہم فی الحدیث ہونا

منافی عدالت ہے۔ شعبہ نے اسلام اور عقل کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اسلام کے بغیر عدالت کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا' اسی طرح عقل و تمیز کے بغیر ضبط کا کوئی وجود نہیں۔

ا۔ عقل

راوی میں عقل کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ محدثین کے نزدیک تمیز و شعور کے ہم معنی ہے اس لئے ضمناً اس سے سمجھا جاتا ہے کہ راوی کا اخذ روایت اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کے وقت بالغ ہونا ضروری ہے۔ البتہ جو بچہ شعور و تمیز رکھتا ہو وہ اس عمر میں حدیث اخذ تو کر سکتا ہے البتہ بیان نہیں کر سکتا نظربریں عقل کی شرط لگانے سے بلوغت کی شرط ضمنی طور پر سمجھی گئی' اس لئے کہ بچہ روایت کو اخذ تو کرے گا مگر اس کو دوسروں تک اس وقت پہنچائے گا جب بالغ ہو جائے۔ (۳)

حضرت انس بن مالک' حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم ان صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ جنہوں نے عالم طفولیت میں حدیثیں سنیں اور بڑے ہو کر بیان کیں۔ یہ کثیر الروایات صحابہ میں شامل ہیں' محمود بن الربیع بن سراقہ الانصاری رضی اللہ عنہ کو یہ یاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں لٹکے ہوئے ایک ڈول سے پانی لے کر منہ میں ڈالا اور پھر (ازراہ مزاح و تبرک) ان کے چہرے پر ڈال دیا' اس وقت ان کی عمر چار پانچ سال تھی:

و عقل مجة مجها رسول الله صلى الله عليه وسلم من دلو فى بئرهم وحفظ ذلک وله اربع سنين وقيل خمس سنين۔ (۴)

محمود بن الربيع قال: عقلت من النبى صلى الله عليه وسلم مجة مجها فى وجهى وانا ابن خمس سنين من دلو۔ (۵)

محدثین اس مسئلہ میں مختلف الرائے ہیں کہ کس عمر کو پہنچ کر حدیث بیان کرنا چاہئے' بعض محدثین پندرہ سال اور بعض تیرہ سال کہتے ہیں۔ جمہور علماء کا خیال ہے کہ حدیث کا سماع اس سے کم عمر میں بھی صحیح ہے' خطیب بغدادی نے آخری رائے کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "ہمارے نزدیک یہی رائے درست ہے۔" (۶)

سماع حدیث میں عمر کی قید و شرط مختلف بلاد و اقالیم کے زیر اثر عائد کی جاتی ہے۔

اہل بصرہ کا دستور تھا کہ بچہ دس سال کی عمر کو پہنچتا تو اس کو حدیثیں لکھنے اور سننے کی اجازت دے دیتے (۷)

کوفہ والے بیس سال کی عمر میں روایت حدیث کی اجازت دیتے تھے۔ اس سے پہلے وہ حفظ قرآن اور عبادات سیکھنے میں مشغول رہتا(۸) اہل شام تیس سال سے چھوٹی عمر کے شخص کو احادیث لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ (۹)

۲۔ ضبط:

محدثین کے نزدیک ضبط سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو سنا' بہت اچھی طرح سے سمجھا اور ایسے طریقہ سے ذہن میں محفوظ رکھا ہو جس میں شک و شبہ کی کوئی مجال نہ ہو' نیز یہ کہ وقت سماع سے لے کر روایت کرنے تک اس میں کوئی فرق نہ آیا ہو (۱۰) خلاصہ یہ ہے کہ ضبط میں دو چیزیں ملحوظ رکھی جاتی ہیں ا۔ قوت حافظ ۲۔ غورو فکر اور دقت نظر۔

راوی کا ضبط معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب اس کی روایت کا مقابلہ اصحاب حفظ و ضبط اور ثقہ راویوں کی روایت کے ساتھ کیا جائے تو اس کی روایت ان کے مطابق ہو' اگر اس کی روایت کردہ حدیث صرف معنی ہی میں ضابط راویوں کے مطابق ہو' اگرچہ الفاظ مختلف ہوں' تو اس کو ضابط راوی قرار دیں گے' تھوڑا بہت اختلاف چنداں قابل اعتناء نہیں ہے' اگر یہ راوی ضابط و ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو اور تطابق و توافق کے مواقع کم ہوں تو اس کا ضبط خلل پذیر سمجھا جائے گا اور اس کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جائے گا:

یعرف کون الراوی ضابطا بان نعتبر روایاته بروایات الثقات المعروفین بالضبط والاتقان' فان وجدنا روایاته موافقة ولو من حیث المعنی لروایاتهم او موافقة لها فی الاغلب' والمخالفة نادرة عرفنا حینئذ کونه ضابطا ثبتاً' وان وجدنا کثیر المخالفة لهم عرفنا اختلال ضبطه ولم نحتج بحدیثه۔ (۱۱)

ضبط پر اثر انداز ہونے والے امور

ضبط پر اثر انداز ہونے والے کئی امور ہیں:

۱۔ زیادتی غلط

۲۔ خرابی یادداشت

۳۔ غفلت

۴۔ زیادتی وہم

۵۔ معتبرو معتمد راویوں کی مخالفت

ان پانچوں کا تفصیلی بیان "اسباب طعن" میں ہو چکا ہے۔

۶۔ تساہل (سستی) میں مشہور و معروف ہونا' خواہ یہ تساہل سننے میں ہو' مثلاً یہ کہ سنتے وقت نیند سے بچنے کا اہتمام نہ کیا جائے' یا سنانے اور بیان کرنے میں ہو' مثلاً یہ کہ ایسے کسی نوشتہ سے حدیث بیان کی جائے جس کا اصل نسخہ سے تقابل نہ کیا گیا ہو۔

۷۔ قبول تلقین: (لقمہ لینے) میں معروف ہونا' یعنی حدیث کے بیان کرتے وقت درمیان میں کسی لفظ کی تلقین یعنی بطور لقمہ کسی لفظ کے ذکر پر غور کئے بغیر کہ وہ لفظ اس حدیث کا ہے جسے بیان کیا جا رہا تھا یا نہیں؟ اس لفظ کو بھی حدیث میں شامل کر کے ذکر کرنا ان امور کی بنا پر ضبط مجروح قرار پاتا ہے اور جو راوی ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو' اس کی روایت غیر مقبول قرار پاتی ہے۔

۳۔ عدالت

عدالت راوی سے مرای یہ ہے کہ وہ دینی امور میں استقامت کی راہ پر گامزن اور فسق اور غیر اخلاقی و غیر شرعی امور سے کنارہ کش ہو:

هي ان يكون الراوى بالغاً' مسلماً' عاقلاً' سليمًا من اسباب الفسق وخوارم المروة۔ (۲۱)

خطیب بغدادی نے عدالت کی تعریف یوں کی ہے کہ "عادل وہ شخص ہے جو فرائض و اوامر کی تعمیل کرتا' منکرات و فواحش سے گریزاں رہتا' افعال و معاملات میں حق کا طالب اور غیر شرعی و غیر اخلاقی امور سے بچنے والا ہو' جس آدمی میں یہ اوصاف پائے جاتے ہوں وہ دین میں عادل اور روایت حدیث میں صادق کہلانے کا مستحق ہے:

من عرف باداء فرائضه ولزوم ما امربه' وتوقى ما نهى عنه' وتجنب

الفواحش المسقطة وتحری الحق والواجب فی افعاله ومعاملته' والتوقی فی لفظه بما یثلم الدین والمروة فمن کانت هذه حاله فهو الموصوف بانه عدل فی دینه و معروف بالصدق فی حدیثه۔ (۱۳)

ذرائع ثبوت عدالت

ذرائع ثبوت عدالت دو ہیں:

۱۔ علماء تعدیل کی تصریح' خواہ ایک کی ہو یا چند کی

۲۔ اہل علم کے درمیان مدح و ثنا اور اعتبار و اعتماد کی شہرت' جس کے ساتھ پھر مستقلاً تصریح کی ضرورت نہیں رہ جاتی' جیسے ائمہ اربعہ واصحاب صحاح:

و تثبت العدالة بتنصیص عدلین علیها او بالاستفاضة (۱۴) فمن اشتهرت عدالته بین اهل النقل او نحوهم من اهل العلم وشاع الثناء علیه بالثقة والامانة استغنی فیه بذلک عن بینة شاهدة بعدالته تنصیحاً۔(۱۵)

جو آدمی کسی راوی کی تعدیل و توثیق کرتا ہے' اس کی عدالت کی بحث و تحقیق اسی طرح ضروری ہے جس طرح شاہد کی عدالت معلوم کرنے کے لئے گہری طلب و تلاش ناگزیر ہے' بلکہ روایت کردہ حدیث کو اسی صورت میں معتبر سمجھا جائے گا جب تعدیل کرنے والا راوی کی توثیق کردے' مندرجہ ذیل واقعہ ملاحظہ ہو۔

"کسی شخص نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عدالت میں گواہی دی' آپ نے فرمایا میں تمہیں نہیں پہچانتا' کوئی ایسا شخص لائیے جو تجھے پہچانتا ہو "ایک شخص نے حاضرین میں سے کہا: میں اسے پہچانتا ہوں" آپ نے فرمایا "یہ کیسا آدمی ہے" اس نے کہا "یہ شخص امین اور عدل ہے" آپ نے فرمایا "کیا یہ شخص تمہارا پڑوسی اور رشتہ دار ہے جس کو تم شب و روز جانتے ہو اور اس کی آمدورفت سے پوری طرح خبر ہو" اس نے کہا نہیں "آپ نے فرمایا" کیا اس نے تمہارے ساتھ روپے پیسے کا معاملہ کیا ہے جس سے آدمی کے ورع و تقویٰ کا پتہ چلتا ہے اس نے کہا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا! کیا یہ شخص تمہارا رفیق سفر رہا ہے کہ تم اس کے اخلاق سے باخبر ہو؟ اس نے کہا "نہیں" آپ نے کہا: تو آپ اسے پہچانتے نہیں "پھر اس آدمی سے کہا" کوئی ایسا شخص لاؤ جو تجھے جانتا ہو۔(۱۶)

۴۔ اسلام

رواۃ حدیث میں اسلام کی شرط محتاج بیان نہیں۔ اسی طرح اس شرط کی غایت و مقصد بھی پوشیدہ نہیں۔ اس لئے کہ راوی ایسی احادیث و اخبار بیان کرتا ہے جو دین کے احکام و تشریحات اور حکم و مصالح سے متعلق ہوتی ہیں۔ بنابریں احتیاط کا تقاضا ہے کہ ان کا بیان کرنے والا بھی ایسا شخص ہونا چاہیئے جو جانتا ہو کہ ان احکام کا لوگوں تک پہنچانا اور سمجھانا کس حد تک ضروری ہے۔ البتہ اسلام کی شرط کا راوی میں پایا جانا روایت کے پہنچانے کے وقت ضروری ہے' استاد سے روایت اخذ کرتے وقت نہیں(۱۷)

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبول کرلی گئی تھی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطور پڑھتے سنا تھا' حالانکہ وہ اساری بدر میں شامل تھے اور جنگ بدر تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے اور جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ جبیر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں ایمان کے احساس نے کروٹ لی "عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیه رضی الله عنه قال: سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقرافی المغرب بالطور' فلما بلغ هذه الایه: ام خلقوا من غیر شئی ام هم الخالقون---- کاد قلبی ان یطیر۔ (۱۸)

خلاصہ باب ہفتم

شرائط مقبولیت راوی

۱ عقل ۲ ضبط ۳ عدالت ۴ اسلام

باب ہشتم

باعتبار قلت وسائط سند

سند کے راویوں کی تعداد کے کم ہونے کا نام "علو" (بلندی) ہے' اس اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ علو مطلق (بلاقید) ۲۔ علو نسبی (کسی چیز کی بہ نسبت) اگر کوئی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے کم ہو وہ "عالی کہلاتی ہے اور جس سند میں وسائط کی تعداد سب سے زیادہ ہو وہ "نازل" کہلاتی ہے اور جن سندوں میں وسائط کی تعداد برابر ہو وہ "مساوی" کہلاتی ہیں۔

۱۔ علو مطلق

اگر رجال سند کی تعداد کم ہو اور سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو تو یہ علو مطلق ہے:

فان قل عدده ای: عدد رجال السند' فان ینتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذلک العدد القلیل بالنسبۃ الی سند آخر' فھذا ھو العلو المطلق۔

(۱)

یہ علو کی سب سے اعلیٰ قسم ہے' اس لئے کہ راوی اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان واسطے جتنے کم ہوں اتنا ہی اعتماد زیادہ ہوتا ہے۔

اجلھا القرب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حیث العدد باسناد صحیح نظیف بخلاف ما اذا کان مع ضعف فلا التفات الی ھذا العلو۔(۲)

اگر ضعیف ہو گی تو اسے ناقابل التفات قرار دیا جائے گا' خصوصاً جب کہ اس میں پچھلے زمانہ کے ایسے جھوٹے راوی موجود ہوں جو صحابہ سے سماع کے دعویٰ دار تھے مثلاً

ابن ہدبہ، دینار، خراش، نعیم بن سالم، یعلی بن الاشدق اور ابوالدنیاالاشج، اس لئے حافظ ذہبی فرماتے ہیں: جب کسی محدث کو دیکھو کہ ایسے راویوں کی سند عالی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ جاہل آدمی ہے:

متی رایت المحدث یفرح بعوالی ہو لاء فاعلم انه عامی۔ (۳)

۲۔ علو نسبی:

علو نسبی یہ ہے کہ راوی سے لے کر کسی امام فن حدیث تک وسائط کم ہوں خواہ اس امام کے بعد رسول اللہ تک وسائط زاید ہی کیوں نہ ہوں:

النسبی ھو ما یقل العدد الی ذلک الامام، ولو کان العدد من ذلک الامام الی منتهاہ کثیراً۔ (۴)

سند عالی نسبی کی متعدد صورتیں ہیں، مشہور ترین صورت یہ ہے کہ بخاری کی روایت کردہ ایک حدیث کو لے کر کسی دوسری سند سے اس طرح روایت کیا جائے کہ وہ امام بخاری کے شیخ یا شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور اس سند میں بخاری کی سند کے مقابلہ میں راویوں کی تعداد کم ہو:

و صورته: ان تاتی لحدیث رواہ البخاری مثلاً فترویه باسنادک الی شیخ البخاری، او شیخ شیخه، وھکذا، ویکون رجال اسنادک فی الحدیث اقل عددا ممالو رویته من طریق البخاری۔ (۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے "سند عالی" کو چار قسموں میں منقسم کیا ہے:

۱ موافقت ۲ بدل ۳ مساواۃ ۴ مصافحہ

۱۔ موافقت

موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں۔

و ھی الوصول الی شیخ احد المصنفین من غیر طریقه۔ (۶)

مثلاً امام بخاری ایک حدیث قتیبہ سے اور وہ مالک سے روایت کرتے ہیں کوئی دوسرا شخص کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے بیان کرے اور اس سند میں امام بخاری کی

نسبت راویوں کی تعداد کم ہو(۷)

۲۔ بدل

اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے تو اس کو بدل کہتے ہیں:

البدل: هو الوصول الی شیخ شیخه کذلک۔(۸)

مثلاً سند مذکورہ بالا مندرجہ در موافقت کو کوئی شخص ایک اور سند سے قعنبی از مالک روایت کرے اواس صورت میں قعنبی گویا قتیبہ کا بدل ہو گا۔(۹)

۳۔ مساواۃ

مساواۃ کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف کتاب نے ایک حدیث کو ایک خاص سند سے روایت کیا ہو۔ ایک دوسرا شخص کسی دوسری سند سے یہ حدیث بیان کرے اور دونوں میں راویوں کی تعداد برابر ہو:

وهی استواء عدد الاسناد من الراوی الی آخره ای اسناد العلو النسبی مع اسناد احد المصنفین۔ (۱۰)

اس کی مثال بقول حافظ ابن حجر یہ ہے کہ فرض کیجئے امام نسائی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور اس کی سند میں ان سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک گیارہ راوی ہوں۔ ہم یہی حدیث کسی اور سند سے بیان کریں اور اس میں بھی اتنے ہی راوی ہوں تو گویا ہم اس صورت میں امام نسائی کے مساوی ہوں گے اگرچہ ان کی سند ہماری سند سے الگ ہے۔ (۱۱)

امام نسائی نے "قل هو الله احد" کی فضیلت میں حدیث نقل کی ہے "قل هو الله احد ثلث القرآن" (۱۲)۔ یہ حدیث انہوں نے دس وسائط سے روایت کی ہے یہ روایت "الحدیث العشاری" کہلاتی ہے، صحاح میں یہ سب سے لمبی سند ہے:

قال ابو عبدالرحمن: ما اعرف اسنادا اطول من هذا۔ (۱۳)

علامہ ابن الصلاح فرماتے ہیں: ہمارے عصر میں مساواۃ سے مراد یہ ہے کہ کسی سند میں راویوں کی مساواۃ صرف امام مسلم یا دیگر مؤلفین کے شیخ الشیخ تک پہنچنے کے اعتبار سے نہیں بلکہ صحابی یا تابعی بلکہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کی نسبت سے ہو۔ مثلاً کسی

حدیث کو روایت کرنے والے اور صحابی کے درمیان اتنے ہی راوی ہوں جتنے امام مسلم اور اس حدیث کے صحابی کے درمیان اس طرح وہ روایت کنندہ قرب اسناد اور عدد رجال میں امام مسلم کے برابر ہو گا(۱۴)

۴۔ مصافحہ

مصنف کتاب کے تلمیذ کے ساتھ مساواۃ کو مصافحہ کہتے ہیں:

ھی الاستواء مع تلمیذ ذلک المصنف علی الوجہ المشروع اولاً۔ (۱۵)

مصافحہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے جب دو آدمی ملتے ہیں تو وہ باہم مصافحہ کرتے ہیں (۱۶) اگر تلمیذ مصنف نے تمہارے شیخ کی برابری کی ہو تو گویا تم نے مصنف کتاب سے مصافحہ کیا اور ان سے روایت کی اور اگر مساواۃ تمہارے شیخ الشیخ کے ساتھ ہوئی تو مصافحہ کرنے والا تمہارا شیخ ہو گا اور اگر مساواۃ تمہارے شیخ کے شیخ الشیخ کے ساتھ ہوئی تو مصافحہ کرنے والا تمہارا شیخ الشیخ ہوا۔ (۱۷)

علو نسبی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ راوی اپنے استاد سے قبل فوت ہو جائے' اگرچہ دونوں سندیں راویوں کی تعداد کے لحاظ سے مساوی ہوں' مثلاً: جس نے مسند احمد کا سماع بطریق احمد علی الحلاوی از ابوالعباس الحلبی از نجیب کیا ہو۔ وہ اس شخص کی نسبت عالی ہو گا جس نے الجمال الکنانی از العرضی از زینب بنت مکی کی سند سے مسند کا درس لیا ہو' اس لئے کہ اول الذکر تینوں راوی مؤخرالذکر سے پہلے وفات پا چکے تھے (۱۸) اور اسی لئے اول الذکر راوی امام احمد اور اس کی مسند سے قریب تر ہیں۔

علو نسبی تقدم سماع سے بھی ثابت ہوتا ہے(۱۹) چنانچہ جس نے کسی شیخ سے پہلے سنا ہے وہ بعد میں آنے والے سے اعلیٰ ہو گا' مثلاً دو شاگردوں نے ایک ہی استاذ سے استفادہ کیا ہو۔ ایک کو اس سے استفادہ کیے ہوئے ساٹھ برس گزرے اور دوسرے کو چالیس' تو اندریں صورت پہلا دوسرے سے اعلیٰ ہو گا(۲۰)

متعلقہ کتب

محض اسناد عالی کے بیان میں مستقل کتابیں نہیں لکھی گئیں' البتہ بعض خاص پہلوؤں پر کچھ لکھے گئے رسائل موجود ہیں۔

۱۔ وحدانیات

وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود محض ایک واسطہ سے نقل کیا گیا ہو جیسے "الوحدانیات لابی حنیفہ" جسے ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد الطبری المقری الشافعی نے جمع کیا ہے۔ لیکن اس کی اسانید ضعیف اور غیر مقبول ہیں' اور پکی بات یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے روایت نہیں لی ہے: لیکن

باسانید ضعیفة غیر مقبولة' والمعتمد انه لا روایة له عن احد من الصحابة۔ (۲۱)

۲۔ ثنائیات

وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوصف محض دو واسطوں سے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا گیا ہو' جیسے "عوالی مالک" امام حاکم نیشاپوری اور حافظ ابن عساکر کی' جس میں امام مالک کی ایسی مرویات کو جمع کیا گیا ہے۔ موطا مالک میں کئی ثنائیات ہیں۔

۳۔ ثلاثیات

ان سے وہ احادیث مراد ہیں جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود کسی مصنف نے صرف تین واسطوں سے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہو' جیسے حافظ ابن حجر کی "ثلاثیات بخاری" ایسے ہی "ثلاثیات احمد بن حنبل" بخاری میں بائیس ثلاثیات ہیں جن میں سے گیارہ مکی بن ابراہیم سے مروی ہیں' چھ ابوعاصم النبیل' تین محمد بن عبداللہ الانصاری' ایک عصام بن خالد حمصی اور ایک خلاد بن یحیی کوفی سے مروی ہے' ترمذی میں صرف ایک ثلاثی حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں پانچ ثلاثیات ہیں لیکن اس کا راوی متکلم فیہ ہے' دیگر صحاح میں ثلاثیات نہیں ہیں(۲۲)

رباعیات

وہ مرویات جن کو زمانہ کی دوری کے باوجود محض چار واسطوں سے نقل کیا گیا ہو' جیسے "رباعیات صحاح" یا "رباعیات امام شافعی" مرتبہ امام ابوالحسن الدار قطنی یا رباعیات امام نسائی (۲۳)

خلاصہ باب ہشتم

باعتبار قلت وسائط سند

۱ علو مطلق ۲ علو نسبی

علو نسبی کی صورتیں:

۱ موافقت ۲ بدل ۳ مساوات ۴ مصافحہ

باب نہم

تقسیم باعتبار رواۃ حدیث

روایت کرنے کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ روایت اقران:

"اقران" "قرین" کی جمع ہے جس کے معنی مصاحب کے ہیں، روایت اقران یہ ہے کہ راوی (شاگرد) اور مروی عنہ (استاذ) روایت حدیث سے تعلق رکھنے والی کسی بات میں شریک ہوں، مثلاً دونوں ہم عمر ہوں یا دونوں استاذ بھائی ہوں (۱) مثلاً سلیمان تیمی کی مسعر بن کدام سے روایت، یہ دونوں باہم قرین تھے۔

۲۔ روایت مدبج:

"مدبج" کے معنی "مزین" کے ہیں "تدبیج" دیباجتی الوجہ" (چہرے کے دونوں رخسار) سے ماخوذ ہے، جس طرح دونوں رخسار ایک جیسے ہوتے ہیں، اسی طرح "مدبج" کے راوی اور مروی عنہ برابر ہوتے ہیں، اصطلاح میں وہ روایت ہے جسے ہر ایک قرین اپنے قرین سے روایت کرے: وان روی کل منهما ای القرنيين عن الاخر فهو المدبج (۲) مثلاً صحابہ میں سے عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حضرت عائشہؓ سے روایت تابعین میں زہری کی ابوالزبیر سے اور ابوالزبیر کی زہری سے روایت، اور تبع تابعین میں مالک کی اوزاعی سے اور اوزاعی کی مالک سے روایت (۳)

خیال رہے کہ "مدبج" خاص ہے اور "روایت اقران" میں یہ شرط نہیں ہے۔ ایک جانب سے بھی روایت کافی ہے، پس ہر مدبج، اقران ہے مگر ہر اقران مدبج نہیں۔

اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ ہم زمانہ دو راویوں کے ایک سند میں ہونے کی وجہ سے سند میں زیادتی کا گمان نہ ہو اور یہ خیال نہ ہو کہ نیچے کے راوی نے "و" کی جگہ "عن" ذکر کیا ہے:

و من فوائد هذا النوع: ان لا يظن الزيادة فى الاسناد او ابدال "عن"

بالواو۔" (۴)

۳۔ روایۃ الاکابر عن الاصاغر

یعنی بڑوں کی چھوٹوں سے روایت' اصطلاح میں وہ روایت ہے جسے بڑا' چھوٹے سے روایت کرے' خواہ وہ بڑا عمر کے لحاظ سے ہو یا علم و ضبط کے اعتبار سے:

وان روی الراوی عمن ھو دونہ فی السن او فی اللقاء او فی المقدار فھذا النوع ھو روایۃ الاکابر عن الاصاغر۔(۵)

اس کی تین قسمیں ہیں:

ا۔ راوی اپنے استاذ سے عمر میں بڑا اور طبقہ میں مقدم ہو جیسے صحابہ کی تابعین سے روایت' یا تابعی کی اپنے تبع تابعی سے نقل کردہ روایت' جیسے یحیٰ بن سعید الانصاری کی امام مالک سے نقل کردہ روایت' یا الازہری ابوالقاسم عبیداللہ بن احمد کی خطیب بغدادی سے نقل کردہ روایت (۶)

۲۔ راوی مرتبہ میں شیخ سے بڑا ہو' اگرچہ عمر میں چھوٹا ہو' جیسے امام مالک کی عبداللہ بن دینار سے روایت' یا احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہو یہ دونوں کی عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے روایت ہے(۷)

۳۔ راوی عمر اور مرتبہ دونوں میں شیخ سے بڑا ہو' جیسے برقانی' جو کہ عمر و مرتبہ میں خطیب سے بڑے تھے' ان کی خطیب سے روایت' ایسے ہی بخاری کی ترمذی سے روایات' کیونکہ بخاری' ترمذی سے عمر اور مرتبہ میں بڑے تھے' اگرچہ باعتبار زمانہ دونوں کا طبقہ ایک تھا(۸)

۴۔ روایۃ الاصاغر عن الاکابر

قسم سابق کا برعکس ہے' یعنی چھوٹے کا بڑے سے روایت کرنا۔ اس قسم کا وقوع بہت زیادہ ہے کیونکہ عام طور پر روایات اسی قبیل سے ہے۔

متعلقہ کتب:

ا۔ عبداللہ بن محمد جعفر بن حبان (المتوفی ۳۶۹ھ / ۹۷۹م)' ذکر الاقران و روایاتھم عن بعضھم بعضا

۲۔ علی بن عمر بن احمد الدار قطنی (المتوفی ۳۸۵ھ / ۹۹۵م) المدبج

۳۔ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم (المتوفی ۴۰۳ھ) ماروواہ الاکابر عن الاصاغر

خلاصہ باب نہم

تقسیم باعتبار رواۃ حدیث

❶ روایت اقران ❷ روایت مدبج

❸ روایۃ الاکابر عن الاصاغر

❹ روایۃ الاصاغر عن الاکابر

باب دہم

اخذ حدیث کے طریقے

اساتذہ سے اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں:

ا۔ سماع (استاد کی زبان سے سننا)

اخذ حدیث کے آٹھ طرق میں سماع کا طریقہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے' محدثین کے نزدیک سماع سے مراد یہ ہوتا ہے کہ شاگرد استاذ کے الفاظ سنے' خواہ استاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظہ سے۔ اور خواہ وہ شاگرد کو لکھوائے یا نہ لکھوائے:

سماع لفظ الشیخ وھو املاء وغیرہ ای تحدیث من غیر املاء وکل منھما یکون من حفظ الشیخ الومن کتاب له' وھو ارفع الاقسام ای: اعلی طرق التحمل عندالجماھیر۔(ا)

عربی زبان میں یہ بات عام طور سے معروف ہے کہ حدیث کا راوی حدثنا' اخبرنا' انبانا یا قال لنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاذ نے مجھے حدیث سنائی' حدیث بیان کرتے وقت مفرد صیغہ استعمال کرنا' یعنی حدثنی' اخبرنی' اور سمعت وغیرہ حافظ ابن کثیر کے نزدیک سب سے بہتر ہے' اس لئے کہ جمع کے صیغوں یعنی حدثنا' اخبرنا' اور سمعنا وغیرہ میں اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ راوی کے ساتھ بہت سے لوگ شریک ہوں اور استاذ نے قصداً اس کو حدیث نہ سنائی ہو۔ بخلاف ازیں مفرد صیغہ میں استاذ قصداً سامع کو حدیث سناتا ہے۔(۲)

۲۔ قراءت: (استاذ کے سامنے پڑھنا)

قراءت کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں' لفظ قراءت سے جو حقیقت سمجھ میں

آتی ہے وہ یہ ہے کہ شاگرد کو کوئی چیز یاد ہو اور وہ استاد کو سنائے یا کتاب سے پڑھ کر سنائے، چونکہ اخذ حدیث کی اس خاص قسم میں شاگرد استاذ کو پڑھ کر سناتا ہے، اس لئے اس کو قراءت علی الشیخ، خواندن بر شیخ اور عرض یعنی پیش کرنا بھی کہتے ہیں۔

القراءة علی الشیخ ویسمیها اکثر المحدثین عرضاً من حیث ان القاری یعرض علی الشیخ ما یقرؤه کما یعرض القرآن علی المقری۔(۳)

جب شاگرد اپنے حافظہ یا کتاب سے پڑھ کر نہ سنائے بلکہ کوئی دوسرا استاذ کو پڑھ کر سنا رہا ہو اور وہ سنتا جاتا ہو تو اس صورت میں شیخ کے لئے ضروری ہے کہ پڑھی جانے والی عبارت اس کو یاد ہو، یا اگر ضرورت پڑے تو معتبر تلامذہ یا کم از کم ایک شاگرد کے سامنے اس کو اپنی صحیح کتاب پر پرکھ کر دیکھ سکتا ہو:

سواء فی ذلک اکان الراوی یقرا من حفظه، ام من کتابه، ام سمع غیره یقرا کذلک علی الشیخ، بشرط ان یکون الشیخ حافظا لما یقرا علیه، او یقابل علی اصله الصحیح، او یکون الاصل بیدالقاری اوبید احد المستمعین الثقات۔(۴)

کتاب سے پڑھ کر سنانا افضل ہے کیونکہ حافظہ سے سنانے کی نسبت یہ زیادہ قابل اعتماد اور مامون عن الخطاء ہے، اسی لئے امساک کو بہرکیف حفظ پر ترجیح حاصل ہے۔

ینبغی ترجیح الامساک فی الصور کلها علی الحفظ لانه خوان۔(۵)

امساک سے مراد یہ ہے کہ شاگرد کے پاس کتاب موجود ہو اور وہ اس میں سے پڑھ کر سنائے۔ اکثر محدثین اس کو جائز قرار دیتے ہیں کہ شاگرد حدیث بیان کرتے وقت یوں کہے حدثنا الشیخ قراۃ علیه "یا یوں کہے" اخبرنا قراءة علیه یا اس طرح کہے "سمعت من الشیخ قراءة علیه" ان سب الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ استاذ کو پڑھ کر سنایا گیا اور انہوں نے سنا۔ پڑھ کر سنانے "کے الفاظ کا ذکر کرنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کے عدم ذکر کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ شاید یہ استاذ نے شاگر کو پڑھ کر سنایا ہو، جسے "سماع" کہتے ہیں جو اخذ وتحمل حدیث کی افضل ترین صورت ہے۔

۳۔ اجازۃ: (اجازت)

اس سے مراد یہ ہے کہ استاذ شاگرد کو اس بات کی اجازت دے دے کہ وہ اس کی مسموعات (شنیدہ روایات) یا مؤلفات (جمع کردہ کتب) کو روایت کرے۔ اگرچہ یہ مسموعات نہ شاگرد نے استاذ سے سنی ہوں اور نہ یہ کتب استاذ کو پڑھ کر سنائی ہوں۔ اسی بناء پر محدث ابن حزم "اجازہ" پر معترض ہوتے اور اسے "ناروا بدعت" قرار دیتے ہیں:

قال ابن حزم: انها بدعة غير جائزة۔ (۶)

بعض محدثین اس سے بڑھ کر تشدد کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اجازت دی کہ تم مجھ سے وہ روایات بیان کرو جو مجھ سے نہیں سنیں تو گویا اس نے کہا میں نے تجھے اپنی ذات پر جھوٹ باندھنے کی اجازت دے دی۔ اس لئے کہ شریعت غیر مسموع روایات بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی:

قال بعضهم: ان من قال لغيره: اجزت لک ان تروی عنی مالم تسمع' فكانه قال: اجزت لک ان تكذب علی' لان الشرع لا يبيح روايه مالم يسمع۔ (۷)

لیکن جمہور محدثین کے نزدیک اس کی یہ صورت بلاشک و شبہ مقبول ہے کہ ایک محدث کسی ایک شخص یا اشخاص کو ایک خاص کتاب یا متعدد کتب کے روایت کرنے کی اجازت دیدے' مثلاً محدث یوں کہے کہ میں نے تجھے یا تم کو یا فلاں آدمی کو (اس کا الگ نام لے کر) صحیح مسلم یا سنن ابی داؤد یا اپنی کتب مدونہ جو کہ فلاں فلاں کتاب ہے کے روایت کرنے کی اجازت دے دی۔

اگر یہ بات ہو کہ ایک نامعلوم شخص دوسرے غیر معروف آدمی کو اجازت دے' یا کوئی متعین کسی متعین یا غیر متعین اور مجاہیل کو اپنی تمام روایات یا دوسری غیر متعین روایات کی اجازت دے تو اس کے عدم جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

و اما الا جازات العامة كان يقول: اجزت لاهل عصری او اجزت لمن شاء اولمن شاء فلان او للمعدوم او نحو ذلک فانی لا اشک فی عدم جوازها۔ (۸)

۴۔ مناولہ

مناولہ کے لفظی معنی دینے اور عطاء کرنے کے ہیں' اصطلاح میں "مناولہ" سے مراد یہ ہے کہ استاذ اپنے شاگرد کو کوئی کتاب یا تحریر شدہ کوئی حدیث دے کر کہے کہ اس کو میری طرف سے روایت کیجئے' مناولہ کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ مناولہ مع الاجازۃ:

مناولہ کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ محدث کسی طالب علم کو اپنی کوئی تحریر' نوشتہ و کتاب یہ کہہ کر دے کہ یہ میری فلاں سے نقل کردہ روایات ہیں تم ان کو میرے واسطے سے نقل کرو' خواہ وہ تحریر اسے ہدیہ کر دے یا نقل کے بعد واپس لے لے:

و من صورها وهو اعلاها كما صرح به عياض وغيره ان يدفع الشيخ الى الطالب اصل سماعه او فرعا مقابلاً به ويقول له: هذا اسماعى او روايتى عن فلان او لا يسميه ولكن اسمه مذكور فى الكتاب المناول فاروه عنى او اجزت لک روايته عنى ثم يبقيه معه تمليكًا او لينسخه ويقابل به ويرده۔ (۹)

بعض محدثین نے اس کو سماع سے بھی ارفع و اعلیٰ قرار دیا ہے' اس لئے کہ استاذ کی کتاب جب اجازت کے ساتھ مقرون ہو تو سماع کی نسبت زیادہ لائق اعتماد ہے کیونکہ سماع کی صورت میں سننے اور سنانے والے کے درمیان وہم کا اندیشہ ہوتا ہے جو اس صورت میں نہیں ہے:

و منهم من ذهب الى انها اوفى من السماع' والظاهر ان المناولة احوط من الاجازة' لان اقل درجاتها انها اجازة مخصوصة محصورة فى كتاب بعينه' يعلم الشيخ ما فيه يقينًا او قريبًا من اليقين' بخلاف الاجازة على ان الشيخ يشترط فى المناولة والاجازة: البراة من الغلط والتصحيف والتزام شروط رواية الحديث۔ (۱۰)

مگر امام نووی یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا درجہ سماع و قرأت سے فروتر ہے' یہی ثوری' اوزاعی' ابن المبارک' ابو حنیفہ' شافعی' بویطی" مزنی' احمد' اسحاق اور

یحیی بن یحیی کا قول ہے۔(۱۱)

مناولہ بغیر اجازت:

محدث اپنی کوئی تحریر کسی کو دے اور زبان سے کچھ نہ کہے، ایسی صورت میں امام نووی اور حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ روایت جائز نہیں:

المناولة المجردة عن الاجازة بان يناوله الكتاب كما تقدم مقتصرا على قوله هذا سماعى او من حديثى، ولا يقول له اروه عنى، ولا اجزت لك روايته ونحوذلك، فلا تجوز الرواية بها على الصحيح الذى قاله الفقهاء واصحاب الاصول، وعابوا المحدثين المجوزين لها۔ (۱۲)

۵۔ مکاتبہ

محدثین کی اصطلاح میں مکاتبہ سے مراد یہ ہے کہ شیخ خود لکھ کر یا کسی سے اپنی مرویات لکھوا کر ایک حاضر اور موجود شاگرد کو دے یا غیر موجود کو بھجوا دے:

و هو ان يكتب الشيخ الى الطالب وهو غائب شيئا من حديثه بخطه او يكتب له ذلك وهو حاضر، ويلتحق بذلك ما اذا امر غيره بان يكتب له ذلك عنه اليه۔ (۱۳)

بعض محدثین نے "مکاتبہ" میں تشدد سے کام لیا ہے اور اس کے مقرون بالاجازۃ ہونے کی شرط عائد کی ہے، مگر یہ ناروا تشدد ہے، اس لئے کہ اکابر محدثین نے "مکاتبہ" کو کافی قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ اجازت کی شرط نہیں لگائی، مثلاً امام بخاری کتاب الایمان والنذور میں روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن بشار کو حدیثیں لکھ کر بھیجیں اور ان کی حدیثیں روایت کیں۔ (۱۴)

حافظ سیوطی نے تدریب الراوی (۱۵) میں اس کی ایک اور مثال یہ پیش کی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد کون سی دعا پڑھا کرتے تھے تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

لا اله الا لله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شئى

قدیر' اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ (۱۶)

اس میں شبہ نہیں کہ اگر مکاتبہ کے ساتھ اجازت بھی شامل ہو جائے تو اس کا مرتبہ قوی تر ہو جائے گا بلکہ بعض محدثین نے مکاتبہ مع الاجازہ کو سماع پر بھی ترجیح دی ہے:

و المکاتبة مع الاجازة ارجح من المناولة مع الاجازة' بل اری انها ارجح من السماع واوثق' وان المکاتبة بدون اجازة ارجح من المناولة بالاجازة او بدونها۔ (۱۷)

۶۔ اعلام

اس کے لغوی معنی اعلان کرنے اور خبر دینے کے ہیں' اصطلاح میں اعلام کے معنی یہ ہیں کہ شیخ تلمیذ کو صرف یہ بتادے کہ فلاں کتاب یا حدیث ان کی مرویات یا مسموعات میں سے ہے' اگر اس اطلاع کے ساتھ وہ روایت کی اجازت بھی دے تب تو بالاتفاق روایت جائز ہے' ورنہ اکثر محدثین اور فقہاء واصولیین جواز کے اور کئی محدثین عدم جواز کے قائل ہیں' اور نووی وابن صلاح وغیرہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے' البتہ اگر سند صحیح ہو تو ایسی حدیث پر عمل سب کے نزدیک جائز ہے۔ (۱۸)

۷۔ وصیت

وصیت اخذ و تحمل حدیث کی ایک نادر قسم ہے' وصیت کا مطلب یہ ہے کہ شیخ دوران سفر یا بستر مرگ پر صراحتاً یوں کہے کہ فلاں شخص کو فلاں کتاب کے روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں:

هی ان یوصی الشیخ عند موته او سفره لشخص بکتاب یرویه ذلک الشیخ۔ (۱۹)

بعض علماء سلف کا قول ہے کہ موصی لہ (جس کو وصیت کی گئی ہو) موصی (وصیت کنندہ) کی کتاب سے حدیثیں روایت کر سکتا ہے۔ ان کے نزدیک "وصیت" میں ایک طرح کا "اعلام" اور "مناولہ" کی ایک نوع پائی جاتی ہے' گویا شیخ نے وصیت کر کے تلمیذ کو ایک خاص چیز دے دی اور اسے بتا دیا کہ یہ اس کی مرویات میں سے ہے' البتہ وہ

صراحتاً ایسے الفاظ استعمال نہیں کرے گا جن سے یہ مفہوم ظاہر ہو۔ (۲۰)

حافظ ابن صلاح مشابہت و مماثلت کی کوئی وجہ نہیں سمجھتے اور ان لوگوں کی سخت تردید کرتے ہیں جو "وصیت" اور "اعلام" و "مناولہ" کو ایک دوسرے کے مماثل قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ: بعض لوگوں نے وصیت کو اعلام و مناولہ کے مماثل قرار دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں، جو لوگ اعلام و مناولہ کی بناء پر روایت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل ہم بیان کر چکے ہیں۔ مگر وصیت میں ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں پائی جاتی (۲۱) تاہم وصیت کی بنا پر روایت کی اجازت دینے والے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ اخذ حدیث کی تمام صورتوں کی نسبت کمزور ترین صورت ہے۔ وصیت کا درجہ "اعلام" اور "مناولہ" دونوں سے فروتر ہے، البتہ بعض وجوہ سے "وصیت" ان سے مماثلت رکھتی ہے۔

۸۔ وجادہ

وجادہ بکسرالواو ایک جدید الاستعمال مصدر ہے اور عربوں سے نہیں سنا گیا:

الوجادة: وهی بکسر الواو، مصدر لوجد، مولد غیر مسموع من العرب۔

(۲۲)

محدثین کی اصطلاح میں وجادہ کے معنی یہ ہیں کہ سماع، اجازہ اور مناولہ کے بغیر کسی کتاب یا صحیفہ سے علم حاصل کیا جائے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی محدث کے ہاتھ کی لکھی ہوئی حدیثیں دیکھے اور سابقہ ملاقات کی بناء پر خوب اچھی طرح پہچان لے کہ یہ اسی کی تحریر کردہ ہیں، ایسی حدیث منقطع و مرسل احادیث کے قبیل سے ہے (۲۳)

خلاصہ باب دہم:

اخذ حدیث کے طریقے:

❶ سماع ❷ قراءت ❸ اجازۃ

❹ مناولۃ ❺ مکاتبہ ❻ اعلام

❼ وصیت ❽ وجادۃ

باب یازدہم

جرح و تعدیل

علم جرح و تعدیل

یہ اس علم کا نام ہے جو خاص الفاظ کے ذریعے راویوں کی عدالت و ثقاہت یا ان کے عیب و ضعف سے بحث کرتا ہے' امام حاکم نے لکھا ہے کہ جرح و تعدیل کا علم درایت حدیث کے فن کا ثمرہ اور اس کی بہت بڑی سیڑھی ہے:

معرفة الجرح والتعديل' هما في الاصل نوعان' كل نوع منهما علم برأسه وهو ثمرة هذا العلم والمرقاة الكبيرة منه۔ (۱)

بہت سے علماء اس فن میں عصر صحابہ سے لے کر متاخرین کے عہد تک گفتگو کرتے چلے آئے ہیں' چنانچہ ترتیب ادوار کے مطابق ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

صحابہ میں سے ابن عباس (ت ۶۸ھ) اور انس بن مالک (ت ۹۳ھ) رضی اللہ عنہما تابعین میں سے شعبی (ت ۱۰۴ھ) اور محمد بن سیرین۔ (ت ۱۱۰ھ)

عصر تابعین کے آخر میں اعمش (ت ۱۴۸ھ) اور شعبہ (ت ۱۶۰ھ) اور مالک (ت ۱۷۹ھ) ان کے قریبی طبقہ میں مندرجہ ذیل اصحاب شامل ہیں:

ابن المبارک (ت ۱۸۱ھ) سفیان بن عیینہ (ت ۱۹۷ھ) اور عبدالرحمن بن مہدی (ت ۱۹۸ھ) علم جرح و تعدیل مندرجہ ذیل اصحاب کے عہد میں اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گیا:

یحیی بن معین (ت ۲۳۳ھ) علی بن المدینی (ت ۲۳۴ ھ) احمد بن محمد بن حنبلؒ (ت ۲۴۱ھ بخاری ۲۵۶ھ)

۱۔ جرح

راوی کی عدالت یا ضبط پر ایسی تنقید کا نام ہے' جس سے اس کی حیثیت داغدار و مجروح ہو جائے۔

جرح کے مراتب:

مراتب جرح کا جاننا ضروری ہے' کیونکہ جرح کبھی ہلکی ہوتی ہے اور کبھی بھاری' اور اسی بناء پر حدیث کے درجات متفاوت ہو جاتے ہیں۔

۱۔ بدترین جرح یہ ہے کہ ماہر فن حدیث کسی راوی کے متعلق اسم تفصیل کا صیغہ استعمال کرے' مثلاً "اکذب الناس" لوگوں میں سب سے جھوٹا' یا الیہ المنتھی فی الکذب "جھوٹ کا منتہا ہے یا" ھو رکن الکذب" اساطین جھوٹ میں سے ہے' یا "منبع الکذب" معدن الکذب" جھوٹ کا منبع و معدن ہے(۲)

کبھی کبھار "جبل فی الکذب" یا "کذاب جبل" یعنی جھوٹ کا پہاڑ ہے کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں' مثلاً عیسی بن مہران کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں: رافضی کذاب جبل (۳)۔

کبھی "جراب الکذب" یعنی جھوٹ کا تھیلا کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں' مثلاً محمد بن الحسن الاھوازی کے متعلق محدث احمد بن علی کا قول ہے "کنا نسمیہ جراب الکذب" (۴) اسی طرح محمد بن عبداللہ بن القاسم الرازی کے متعلق ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: کان یقال لہ جراب الکذب۔(۵)

۲۔ درجہ اول سے کم' وہ الفاظ جن میں جھوٹ یا اس جیسی کسی چیز کے ساتھ اتصاف کا تذکرہ ہو:

الثانیة ما ھو دون ذلک' کالدجال والکذاب والوضاع' فانھا وان اشتملت علی المبالغة لکنھا دون الاولی' وکذا یضع او یکذب۔(۶)

اسی طرح "افتہ فلان" بھی اسی درجہ سے متعلق ہے' احمد بن محمد المخرمی کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

فالا افة لمخرمی او شیخه۔(۷)

حافظ برہان الدین الحلبی فرماتے ہیں:

الظاھر قولھم ان آفتہ فلان کنایة عن الوضع۔(۸)

اسی طرح "الحمل فیه علی فلان" کے معنی ہیں کہ "فلاں اس کا گھڑنے والا ہے"

خطیب بغدادی احمد بن الحسن ابو جیش کے متعلق لکھتے ہیں:

قال الخطیب: الحمل فیه علی ابی حبیش۔ (۹)

البلاء فیه من فلان اور "البلیلة من فلان" کے الفاظ بھی اسی درجہ دوم سے متعلق ہیں، حسین بن الحسن الاشقر کے متعلق حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: والبلاء عندی من الحسین الاشقر۔ (۱۰)۔

فلان له بلایا" کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس راوی کی روایات گھڑی ہوئی ہیں۔

قولهم: فلان له بلایا، او هذا الحدیث من بلایا فلان، قال الحافظ برهان الدین الحلبی: هو کنایة عن الوضع فیما احسب، لان البلیلة: المصیبة۔ (۱۱)

"حدث بنسخه فیها بلایا" بھی اسی درجہ سے متعلق ہے، عیسیٰ بن مہران کے متعلق حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

رافضی کذاب جبل، وقع الی کتاب من تصنیفه فی الطعن فی الصحابة وتکفیرهم، فلقد قف شعری، وعظم تعجبی مما فیه من الموضوعات والبلایا۔ (۱۲)

۳۔ درجہ دوم سے قریب: جس میں فلان یسرق الحدیث (حدیث کی چوری کرتا ہے) فلان متهم بالکذب (فلاں پر جھوٹ کا الزام ہے) اوالوضع (یا اس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے) اوساقط (یا ساقط الاعتبار ہے) یا متروک، ہالک اور ذاهب الحدیث جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں (۱۳)

۴۔ درجہ سوم سے قریب: وہ الفاظ جس میں کسی کی حدیث نہ لکھنے کی یا اس سے ملتی جلتی تصریح کی گئی ہو مثلاً

فلان رد حدیثه، مردود الحدیث، ضعیف جدا، واه بمرة، طرحوه، مطروح الحدیث، مطروح، لا یکتب حدیثه، لا تحل کتابة حدیثه، لا تحل الروایة عنه، لیس بشئی وغیرہ۔ (۱۴)

ان چار اقسام کے بارے میں: حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کی روایت کردہ حدیث نہ تو قابل احتجاج ہے، نہ قابل استشهاد اور نہ قابل اعتبار:

والحکم فی المراتب الاربعة هذه انه لا یحتج بواحد من اهلها ولا یستشهد به ولا یعتبربه۔(۱۵)

۵۔ وہ الفاظ جن میں حجت و دلیل نہ بنانے یا اس سے ملتے جلتے مفہوم کی تصریح ہو' جیسے:

فلان لا یحتج به' ضعفوه' مضطرب الحدیث' له مناکیر' منکرالحدیث اور ضعیف وغیرہ۔ (۱۶)

۶۔ نرم ترین جرح: وہ الفاظ جو تساہل پر دلالت کریں' جیسے:

فیه مقال' ضعف' لیس بذلک لیس بالقوی' لیس بالحجة' لیس بالمتین' لین الحدیث وغیرہ۔(۱۷)

ان آخری دو قسموں کی روایات لکھی تو جائیں گی مگر ان کو دلیل و حجت نہیں بنایا جائے گا بلکہ ان سے اعتبار یعنی شاہد و تابع کی تحقیق کا کام لیا جائے گا۔ (۱۸)

۲۔ تعدیل

تعدیل کے مراتب جاننے بھی ضروری ہیں کیونکہ تعدیل بھی کبھی ہلکی اور کبھی بھاری ہوتی ہے اور اس سے بھی احادیث کے درجے متفاوت ہو جاتے ہیں' تعدیل کے مندرجہ ذیل مراتب و درجات ہیں۔

۱۔ تعدیل کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ میں تعدیل کی جائے جو ثقاہت و اعتماد میں مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں۔

ارفعها عندالمحدثین الوصف بما دل علی المبالغة او عبر عنه بافعل کاوثق الناس' و اضبط الناس' والیه المنتهی فی التثبت' ولا اعرف له نظیرا فی الدنیا۔(۱۹)

۲۔ وہ الفاظ جو ثقاہت و اعتماد کے بیان میں مکرر لائے جائیں' جیسے:

ثقة' ثقة ثبت ثبت وغیرہ۔ (۲۰)

۳۔ وہ الفاظ جو بغیر تاکید ثقاہت پر دلالت کریں' جیسے:

ثقة مامون' ثبت' حجة اور صاحب حدیث وغیرہ۔(۲۱)

ان تین مراتب کی روایات کو حجت بنایا جائے گا۔

۴۔ وہ الفاظ جو صرف عدالت کے ثبوت کو بتائیں، جیسے: صدوق، محلّہ الصدق ومامون وغیرہ (۲۲)

۵۔ وہ الفاظ جن میں نہ جرح کا کوئی بیان ہو اور نہ تعدیل کا، جیسے: فلان شیخ (۲۳)
ان دو مراتب کی احادیث کو اوپر کے مراتب کے رواۃ کی احادیث کی روشنی میں پرکھا جائے گا اور جو ان کے موافق ہوں وہ مقبول ہوں گی۔

۶۔ وہ الفاظ جو جرح سے قرب کو ظاہر کریں، جیسے: فلان صالح الحدیث (۲۴)
چھٹے مرتبہ کی احادیث کو "اعتبار" کے لئے لکھا جائے گا:

فانہ یکتب حدیثہ للاعتبار و ینظر فیہ۔ (۲۵)

متعلقہ کتب

۱۔ محمد بن سعد بن منیع الزہری (ت ۲۳۰ھ / ۸۴۵م): الطبقات الکبری
۲۔ یحی بن معین بن عون بن زیاد (ت ۲۳۳ھ / ۸۴۸م): التاریخ
۳۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری (ت۲۵۶ھ / ۸۷۰م): التاریخ الصغیر
۴۔ ایضا: التاریخ الکبیر
۵۔ ایضا: التاریخ الاوسط
۶۔ ایضا: الضعفاء الصغیر
۷۔ ایضا: الضعفاء الکبیر
۸۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (ت۲۵۹ھ / ۸۷۳م): احوال الرجال
۹۔ حافظ احمد بن عبداللہ العجلی (ت۲۶۱ھ / ۸۷۵م) تاریخ الثقات
۱۰۔ احمد بن علی بن شعیب النسائی (ت ۳۰۳ھ / ۹۱۵م) کتاب الضعفاء والمتروکین
۱۱۔ الحافظ الکبیر محمد بن عمرو بن موسی العقیلی (ت۳۲۲ھ / ۹۳۴م) الضعفاء
۱۲۔ عبدالرحمن بن محمد ابو حاتم الرازی (ت۳۲۷ھ / ۹۳۸م) کتاب الجرح والتعدیل
۱۳۔ محمد بن حبان (ت۳۵۴ھ / ۹۶۵م) الثقات
۱۴۔ ایضا: المجروحین

۱۵۔ حافظ عبداللہ بن عدی الجرجانی (ت۳۶۵ھ / ۹۷۶م) الکامل فی ضعفاء الرجال
۱۶۔ امام علی بن عمرالدار قطنی (ت۳۸۵ھ / ۹۹۵م) کتاب الضعفاء والمتروکین
۱۷۔ امام محمد بن عبداللہ الحاکم (ت۴۰۵ھ / ۱۰۱۴م) المدخل الی الصحیح
۱۸۔ عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی (ت۵۹۷ھ / ۱۲۰۱م) الضعفاء والمتروکین
۱۹۔ عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی (ت۶۰۰ھ / ۱۲۰۳م) الکمال فی اسماء الرجال
۲۰۔ جمال الدین یوسف المزی (ت۷۴۲ھ / ۱۳۴۱م) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال
۲۱۔ حافظ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (ت۷۴۸ھ / ۱۳۴۸م) میزان الاعتدال
۲۲۔ ایضا: تذکرۃ الحفاظ
۲۳۔ ایضاً: العبر فی خبر من غبر
۲۴۔ ایضا: الکاشف
۲۵۔ ایضا: سیر اعلام النبلاء
۲۶۔ حافظ احمد بن علی العسقلانی (ت۸۵۲ھ / ۱۴۴۹م) تہذیب التہذیب
۲۷۔ ایضا: تقریب التہذیب
۲۸۔ ایضا: لسان المیزان
۲۹۔ ایضا: طبقات المدلسین
۳۰۔ حافظ احمد بن عبداللہ الخزرجی (۹۲۳ھ / ۱۵۱۷م) خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال۔

خلاصہ باب یازدھم علم جرح و تعدیل کی تعریف

1. جرح اور اس کے مراتب
2. تعدیل اور اس کے مراتب

حواشی تقدیم

۱۔ آل عمران (۳)، ۱۰۲
۲۔ النساء (۴)، ۱
۳۔ الاحزاب (۳۳)، ۷۰۔ ۷۱
۴۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ۳۹۰
۵۔ التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ۱، ۲۸
۶۔ الحج (۲۲)، ۷۵
۷۔ الزخرف (۴۳)، ۳۲
۸۔ الانعام (۶)، ۱۲۴
۹۔ العلق (۹۶)، ۱
۱۰۔ الاعلیٰ (۸۷)، ۶۔ ۷
۱۱۔ القیامہ (۷۵) ۱۹
۱۲۔ الحجر (۱۵)، ۸۸
۱۳۔ بنی اسرائیل (۱۷)، ۲۹.
۱۴۔ الکھف (۱۸)، ۲۸
۱۵۔ طٰہٰ (۲۰)، ۱۳۱
۱۶۔ لقمان (۱۸)، ۳۱
۱۷۔ المائدۃ (۵)، ۶۷
۱۸۔ الترمذی، السنن، ۲، ۱۳۵
۱۹۔ بنی اسرائیل (۱۷)، ۷۴
۲۰۔ الحاقہ (۶۹)، ۴۴۔ ۴۶

۲۱۔ النجم (۵۳)، ۳

۲۲۔ النساء (۴)، ۱۰۵

۲۳۔ الاحزاب (۳۳)، ۲۱

۲۴۔ التوبہ (۹)، ۱۲۸

۲۵۔ الشعراء (۲۶)، ۳

۲۶۔ الاحزاب (۳۳)، ٦

۲۷۔ الاحزاب (۳۳)، ٦

۲۸۔ الحجرات (۴۹)، ۱

۲۹۔ النور (۲۴)، ٦۳

۳۰۔ الحجرات (۴۹)، ۲

۳۱۔ اعلام الموقعین، ۱، ۴۲

۳۲۔ الفتح (۴۸)، ۱۰

۳۳۔ البقرۃ (۲)، ۲۷۹

۳۴۔ النساء (۴)، ۸۰

۳۵۔ آل عمران (۳)، ۳۱

۳٦۔ آل عمران (۳)، ۱۵۹

۳۷۔ البقرۃ (۲)، ۱۲۹

۳۸۔ البقرۃ (۲)، ۱۵۱

۳۹۔ آل عمران (۳)، ۱٦۴

۴۰۔ الجمعہ (٦۲)، ۲

۴۱۔ النساء (۴)، ۱۱۳

۴۲۔ الجمعہ (٦۲)، ۲

۴۳۔ الاحزاب (۳۳)، ۳۴

۴۴۔ کتاب الام، ۷، ۲۵۱

۴۵۔ المصدر السابق

۴۶۔ آل عمران (۳)' ۳۱۔ ۳۲
۴۷۔ تفسیر القرآن الجلیل' ۱' ۲۰۹
۴۸۔ الاحزاب (۳۳)' ۲۱
۴۹۔ النساء (۴)' ۶۱
۵۰۔ النساء (۴)' ۶۵
۵۱۔ النساء (۴) ۵۹
۵۲۔ النحل (۱۶)' ۴۴
۵۳۔ آل عمران (۳) ۳۲
۵۴۔ النساء (۴) ۴۲
۵۵۔ الانفال (۸)' ۱
۵۶۔ النور (۲۴)' ۵۴
۵۷۔ النور (۲۴)' ۵۶
۵۸۔ الاحزاب (۳۳)' ۶۶
۵۹۔ التغابن (۶۴)' ۱۲
۶۰۔ النساء (۴)' ۱۴
۶۱۔ النساء (۴)' ۱۱۵
۶۲۔ الانفال (۸)' ۱۳
۶۳۔ التوبہ (۹)' ۶۳
۶۴۔ النور (۲۴)' ۶۳
۶۵۔ مفتاح الجنہ عن الاحتجاج بالسنہ' ۳۳۔ ۳۴
۶۶۔ الاحزاب (۳۳)' ۳۶
۶۷۔ الدارمی' السنن' ۱' ۹۵

طاؤس بن کیسان الیمانی (۳۳۔ ۱۰۶ھ = ۶۵۳۔ ۷۲۴م)' آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ خود فرماتے ہیں: میں نے پانچ سو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے حالت حج میں وفات پائی' آپ کی نماز جنازہ خلیفہ ھشام بن عبدالملک نے پڑھائی

(البدایہ والنھایہ، ۹، ۲۴۴۔ ۲۵۴، صفہ الصفوۃ، ۲۔ ۲۸۴۔ ۲۹۰، تھذیب التھذیب، ۵، ۸
۔۱۰، الاعلام، ۳، ۲۲۴)
۶۸۔ الدارمی، السنن، ۱، ۹۶
۶۹۔ الاحزاب (۳۳)، ۳۶
۷۰۔ محمد (۴۷)، ۳۳
۷۱۔ الجن (۷۲)، ۲۳
۷۲۔ البقرۃ (۲)، ۱۴۳
۷۳۔ البقرۃ (۲)، ۱۸۷
۷۴۔ البقرۃ (۲)، ۲۳۸۔ ۲۳۹
۷۵۔ الشوریٰ (۴۲)، ۵۱
۷۶۔ البقرۃ (۲)، ۹۷
۷۷۔ الحشر (۵۹)، ۵
۷۸۔ الجمعہ (۶۲)، ۹
۷۹۔ الجمعہ (۶۲)، ۱۱
۸۰۔ التحریم (۶۶)، ۳
۸۱۔ الاحزاب (۳۳)، ۳۷
۸۲۔ الانفال (۸)، ۷
۸۳۔ الانفال (۸)، ۹
۸۴۔ المائدہ (۵)، ۴
۸۵۔ المعارج (۷۰)، ۲۴۔ ۲۵۔
۸۶۔ البقرہ (۲)، ۱۸۷
۸۷۔ البخاری، الجامع الصحیح، جلد۱ / ۲۵۷، جلد۲ / ۶۴۷
۸۸۔ النساء (۴)، ۱۲۳
۸۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد۲ / ۳۱۹، احمد، المسند، جلد۲ / ۲۴۸، الترمذی، السنن، جلد۲ /
۱۳۴

۹۰۔ الانعام (٦)' ۸۲
۹۱۔ لقمان (۳۱)' ۱۳
۹۲۔ البخاری' الجامع الصحیح' جلد۱ / ۱۰' ۴۲۴' ۴۸۷' جلد ۲ / ۷۰۴' ۱۰۲۲' ۱۰۲۵
۹۳۔ التوبہ' (۹)' ۳۱
۹۴۔ الترمذی' السنن' ج۲' ۱۴۰' ابن کثیر' جلد ۲ / ۳۰۲
۹۵۔ احسن التفاسیر' جلد ۲ / ۴۳۱
۹۶۔ التوبہ (۹)' ۱۱۸
۹۷۔ البخاری' الجامع الصحیح' جلد ۲ / ٦۷۵' الترمذی' السنن جلد ۲ / ۱۴۱
۹۸۔ مریم (۱۹)' ۲۸
۹۹۔ مسلم الجامع الصحیح' جلد ۲ / ۲۰۷' الترمذی' السنن' جلد۲ / ۱۴۸' احمد' المسند' جلد ۲ / ۲۵۲
۱۰۰۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' جلد۲ / ٦۲
۱۰۱۔ الاحکام' جلد۱ / ۱۱۴
۱۰۲۔ الحاکم' المستدرک' جلد۱ / ۲
۱۰۳۔ مسلم' الجامع الصحیح' جلد۱ / ۹' الخطیب التبریزی' مشکوۃ المصابیح' جلد۱ / ۵۵' ۱۵۴
۱۰۴۔ ابن الصلاح' المقدمہ' ۴۷
۱۰۵۔ ابوداؤد' السنن' جلد۲ / ۲۷٦' احمد المسند' جلد ۴ / ۴۳۱' الخطیب التبریزی' مشکاۃ المصابیح' جلد۱ / ۵۷' ۱٦۳
۱۰٦۔ العلق (۹٦)' ٦۔ ۷
۱۰۷۔ ابن ماجہ' السنن' جلد ۲ / الحاکم' المستدرک' جلد۱ / ۱۲۸
۱۰۸۔ المائدۃ (۵)' ۱۳
۱۰۹۔ مسلم' الجامع الصحیح' جلد۲ / ۲۱۴' احمد' المسند' جلد۳ / ۵٦' البغوی' شرح السنہ' جلد۱ / ۲۹۴
۱۱۰۔ ابن کثیر' البدایہ والنہایہ' جلد۲ / ۱۳۱
۱۱۱۔ ابن حجر' فتح الباری' جلد۱ / ۲۰۸

۱۱۲۔ القرطبی، جلد۱۱ / ۲۰۷
۱۱۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد۲ / ۴۱۴
۱۱۴۔ ابن حجر، فتح الباری، جلد۱ / ۲۰۸
۱۱۵۔ مقام حدیث، ۷
۱۱۶۔ الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۵
۱۱۷۔ ابن حجر، التقریب، ۲۴۶
۱۱۸۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۴ / ۲۱۱، ابن حجر، لسان المیزان، ۶ / ۱۲۳
۱۱۹۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۱ / ۸
۱۲۰۔ مقام حدیث، ۸
۱۲۱۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۶۸
۱۲۲۔ التلقیح، ۱۰۴
۱۲۳۔ الدارمی، السنن، ۱ / ۴۷
۱۲۴۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱۱ / ۲۶۲
۱۲۵۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۲ / ۱۰۸
۱۲۶۔ الدارمی، السنن، ۱ / ۴۷
۱۲۷۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۱ / ۴۲
۱۲۸۔ مقام حدیث، ۱۱، ۱۴ (خلاصہ)
۱۲۹۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۱۹۵، ۱۹۶، ۳۳۸، ۴۳۸، ۲ / ۸۷۳، ۱۰۲۹ النسائی، السنن، ۱ / ۳۴۰، الحاکم، المستدرک، ۱ / ۳۹۰، ۳۹۱
۱۳۰۔ ابوداؤد، السنن، ۱ / ۲۱۸
۱۳۱۔ النسائی، السنن، ۲ / ۲۵۱، الہیثمی، مجمع الزوائد ۳ / ۷۱۔ ۷۲
۱۳۲۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۳۲۸۔ ۳۲۹، ۲ / ۱۰۱۶، مسلم، الجامع الصحیح، ۱ / ۴۳۸۔ ۴۳۹
ابوداؤد، السنن، ۱ / ۲۷۶، احمد، المسند ۲ / ۲۳۸
۱۳۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲ / ۱۵۸
۱۳۴۔ الحاکم، المستدرک ۴ / ۳۴۹

۱۳۵۔ الدار قطنی' السنن' ۱ / ۹۹
۱۳۶۔ ابو داؤد' السنن' ۲ / ۲۱۳
۱۳۷۔ مسلم' الجامع الصحیح' ۱ / ۴۹۵
۱۳۸۔ الشوکانی' نیل الاوطار' ۷ / ۴۹
۱۳۹۔ الدارمی' السنن' ۱ / ۱۰۴
۱۴۰۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۲۲
۱۴۱۔ الھیثمی' مجمع الزوائد' ۱ / ۱۵۶
۱۴۲۔ الدار قطنی' السنن' ۲ / ۴۸۵
۱۴۳۔ ابن سعد' الطبقات' ۴ حصہ دوم / ۲۶۸ ابن حجر' تہذیب التہذیب' ۷ / ۴۹ ۔ ۵۳
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے فرمایا: ھذہ الصحیفہ ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تذکرہ' ۱ / ۳۹)
۱۴۴۔ محمد حمید اللہ' الوثائق السیاسیہ' ۲۴۶ ۔ ۲۵۰ (تحریر نمبر ۱۳۲ ۔ ۱۳۳)
۱۴۵۔ ملا علی قاری' مرقاۃ شرح مشکاۃ' ۱ / ۸۸' مسلم' (نووی) شرح الجامع الصحیح ۱ / ۳۳
۱۴۶۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۱۵' باب مایذکر فی المناولہ' (کتاب العلم)۔
۱۴۷۔ حمید اللہ' الوثائق السیاسیہ' ۶۷ ۔ ۶۸
۱۴۸۔ ابن حجر' فتح الباری ۱ / ۱۴۳
۱۴۹۔ ابو داؤد' السنن' ۲ / ۶۲۱ ۔ ۶۲۲' باب القسامہ' (کتاب الدیات)
۱۵۰۔ مسلم' الجامع الصحیح' ۲ / ۵۶' (کتاب القسامہ)
۱۵۱۔ محمد حمید اللہ' الوثائق السیاسیہ' ۳۵۱
۱۵۲۔ بطور مثال مسلم' الجامع الصحیح ۲ / ۱۰۴ (باب صلح الحدیبیہ' الجہاد)
۱۵۳۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۲۱
۱۵۴۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۵۵۴ احمد' المسند' ۴ / ۱۷۶' حاکم' المستدرک ۳ / ۷
۱۵۵۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۴۳۰
۱۵۶۔ مسلم' الجامع الصحیح' ۱ / ۸۴
۱۵۷۔ حاشیہ صحیح مسلم نووی' ۱ / ۸۴ حاشیہ صحیح بخاری' ۱ / ۴۳۰ مولانا سہارن پوری

۱۵۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۲/ باب ترجمہ الاحکام ابوداؤد، السنن، ۵۱۳
۱۵۹۔ البخاری، الجامع الصحیح بخاری، ۱/ ۴۲۱
۱۶۰۔ البخاری، الجامع الصحیح بخاری، ۱/ ۴۱۳
۱۶۱۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ، ۱/ ۷۳
۱۶۲۔ الجامع للترمذی مع تحفہ الحوذی، ۱/ ۲۰
۱۶۳۔ الترمذی، السنن، ۲/ ۱۰۷
۱۶۴۔ البخاری، الجامع الصحیح و مسلم، الجامع الصحیح بحوالہ الوثائق السیاسیہ، ۴۰
۱۶۵۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ، ۱/ ۱۲۸
۱۶۶۔ الخطیب التبریزی، مشکاۃ المصابیح، ۵۱۸
۱۶۷۔ الحاکم، المستدرک، بحوالہ ابوبکر غزنوی، حدیث عہد نبوی میں
۱۶۸۔ الدارمی، السنن، ۱/ ۱۰۵
۱۶۹۔ الحاکم، المستدرک، ۱/ ۱۰۶
۱۷۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱/ ۱۱۵ بحوالہ السنۃ قبل التدوین ۳۱۷، ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۸۳
۱۷۱۔ ابن سعد، الطبقات، ۵/ ۱۰۵
۱۷۲۔ احمد، المسند (تحقیق احمد شاکر) احادیث ۵۹۹، ۶۱۵، ۷۸۲، ۷۹۸، ۸۵۸، ۸۷۴، ۹۵۴، ۹۶۲، ۹۹۳، ۱۰۳۷، ۱۲۹۷، ۱۳۰۶
۱۷۳۔ عبدالرحمان مبارکپوری، تحفہ الاحوذی، ۲/ ۸۰
۱۷۴۔ ابن سعد، الطبقات، ۳/ ۶۱۳
۱۷۵۔ ابن حجر، الاصابہ، ۲/ ۲۲۳
۱۷۶۔ ابن حجر، تہذیب التہذیب ۸/ ۳۳۴
۱۷۷۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث مع شرح الباعث الحثیث، ۱۸۷
۱۷۸۔ صبحی صالح، علوم الحدیث، ۴۴
۱۷۹۔ ایضاً، ۴۳
۱۸۰۔ الذھبی، سیر اعلام النبلا، ۲، ۹۸

۱۸۱۔ ایضاً‘ ۱۰۱

۱۸۲۔ ایضاً‘ ۱۲۸۔ ۱۲۹

۱۸۳۔ ایضاً‘ ۱۰۱

۱۸۴۔ احمد‘ المسند‘ ۲ / ۸۷

۱۸۵۔ مسلم‘ الجامع الصحیح‘ حدیث نمبر‘ ۳۶۹ / ک

۱۸۶۔ احمد‘ المسند‘ ۶ / ۸۷

۱۸۷۔ ایضاً‘ ۲ / ۴۵‘ ۹۰

۱۸۸۔ الذهبی‘ سیر اعلام النبلا‘ ۳ / ۱۶۰

۱۸۹۔ الاموال‘ ۳۹۳

۱۹۰۔ یعقوبی‘ تاریخ یعقوبی‘ ۲ / ۱۱۴

۱۹۱۔ العلل‘ ۲ / ۴۲

۱۹۲۔ احمد‘ المسند‘ ۵ / ۸۹

۱۹۳۔ احمد‘ المسند‘ ۴ / ۴۰۷‘ ابن حجر‘ تہذیب التہذیب‘ ۳ / ۳۹۴

۱۹۴۔ البخاری‘ الجامع الصحیح‘ کتاب فضائل القرآن‘ تیسری حدیث‘ تذکرۃ ۳ / ۳۱

۱۹۵۔ ابن سعد‘ الطبقات‘ ۲ / ۱۱۵

۱۹۶۔ الدار قطنی‘ السنن‘ ۴ / ۹۳ ۔ ۹۴

۱۹۷۔ الذهبی‘ میزان الاعتدال‘ ۴ / ۵۴۶

۱۹۸۔ الاموال‘ ۳۹۳ ۔ ۳۹۵

۱۹۹۔ ابن حجر‘ تہذیب التہذیب‘ ۴ / ۲۳۶ ۔ ۲۳۷

۲۲۰۔ ایضاً‘ ۲۵۲

۲۰۱۔ ایضاً‘ ۶ / ۳۳۳

۲۰۲۔ ابن کثیر‘ الباعث الحثیث‘ ۲۴

۲۰۳۔ الذہبی‘ تذکرۃ الحفاظ‘ ۱ / ۱۱۰

۲۰۴۔ ابن کثیر‘ البدایہ والنھایہ‘ ۹ / ۳۴۱

۲۰۵۔ ایضاً

۲۰۶۔ الذہبی' تذکرۃ الحفاظ' ۱ / ۱۰۹
۲۰۷۔ ابن کثیر' البدایہ والنھایہ' ۹ / ۳۴۳
۲۰۸۔ ابن کثیر' الباعث الحثیث ۱۸۷' مغازی عروۃ بن زبیر مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔
۲۰۹۔ ابن سعد' الطبقات' ۵ / ۱۷۹
۲۱۰۔ احمد' المسند' ۲ / ۳۱۲ ۔ ۳۱۹
۲۱۱۔ تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ' بیروت
۲۱۲۔ عبدالرحمان مبارکپوری' مقدمہ تحفہ الاحوذی' ۱۸
۲۱۳۔ پرویز' اسلم جیراج پوری' مقام حدیث' ۱۳ ۔ ۱۴
۲۱۴۔ ابن خلدون' المقدمہ' ۵۸
۲۱۵۔ البقرہ (۲) ۷۹
۲۱۶۔ الحاکم' المستدرک' ۱ / ۸۸' (کتاب العلم) بیروت
۲۱۷۔ الدارمی' السنن' ۱ / ۱۱۹
۲۱۸۔ ایضاً
۲۱۹۔ ایضاً
۲۲۰۔ ایضاً
۲۲۱۔ ایضاً' ۱ / ۱۰۴
۲۲۲۔ ایضاً' ۱۱۸
۲۲۳۔ الشعراء (۲۶) ۲۲۷
۲۲۴۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو' حاجی خلیفہ' کشف الظنون' الکتانی' الرسالہ المستطرفہ'
۲۲۵۔ الاحزاب (۳۳) ۲۴
۲۲۶۔ یوسف (۱۲) ۲۳' ۲۴
۲۲۷۔ ص (۳۸) ۲۳
۲۲۸۔ القلم (۶۸) ۱۷ ۔ ۳۳
۲۲۹۔ تفصیل کیلئے دیکھئے:

۱۔ الدوری، ابو عمر حفص بن عمر، قرأت النبی، (تحقیق ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء)
۲۔ ابوبکر احمد بن الحسین، الغایہ فی القرأت العشر، ۲۵، ۵۷
۳۔ السیوطی، التحبیر فی علم التفسیر، ۵۰۔ ۱۵
۴۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، ۱۸۱۔ ۱۸۵
۵۔ الصابونی، محمد علی، التبیان فی علوم القرآن، ۲۲۸۔ ۲۳۱
۶۔ ظفر، عبدالرؤف، تفسیر قرآن کا مفہوم، آداب اور تقاضے، ۱۵۔ ۵۰
۲۳۰۔ الجواھر المضیہ ۲ / ۴۲۳
۲۳۱۔ ابن خدون، المقدمہ، ۵۰۰
۲۳۲۔ ایضاً
۲۳۳۔ ایضاً
۲۳۴۔ ایضاً
۲۳۵۔ ایضاً
۲۳۶۔ حافظ ابن عبدالبر (ت ۴۶۳ھ) اندلس کے مشہور محدث ہیں جنہوں نے موطا امام مالک کی سب سے بڑی شرح "التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید" لکھی جو ۲۴ جلدوں میں دارالباز، مکہ مکرمہ سے شائع ہو چکی ہے۔ ان کی حدیث کی دوسری کتاب "الاستذکار" ہے۔ جو موطا کی دوسری طرز کی شرح ہے۔ ان سے قبل اندلس کے ایک اور محدث بقی بن مخلد ہیں۔ جن کی المسند کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ابن حزم بھی اندلس کے مشہور محدث ہیں۔
۲۳۷۔ السلفی، محمد اسماعیل، حجیت حدیث، ۱۳۹۔ ۱۶۱

حواشی باب اول

۱۔ السیوطی، عبدالرحمن جلال الدین، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ۱ / ۱۵ المکتبہ

العلمیہ القاھرہ ۱۹۵۹ء م)
۲۔ ابن حجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبہ الفکر، ۱۶ (فاروقی کتب خانہ ملتان)
۳۔ اسد رستم، مصطلح التاریخ ۶۷ ۔ ۸۳ (بیروت)
۴۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۵
۵۔ ایضاً ۵۔ ۱۶
۶۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، السنہو مکانتھا فی التشریع الاسلامی (بیروت / دمشق)
۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱، ۵
۸۔ ۱۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ الحفاظ، جلد اول
۲۔ خطیب بغدادی، تقیید العلم
۳۔ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۱
۹۔ سورۃ الحجرات،
۱۰۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷ / ۴۹ (مکتبہ ابن تیمیہ القاھرہ) الذھبی، میزان الاعتدال، ۱ / ۳۰۴، دارالمعرفہ بیروت الاول ۱۳۵۲ھ / ۱۹۶۲
۱۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۱ / ۴۴ (المقدمہ) (نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۹۵۱)
۱۲۔ الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ۲، دائرہ المعارف عثمانیہ حیدر آباد ۱۳۷۶ / ۱۹۵۶ الطبع الرابعہ
۱۳۔ ایضاً، ۶
۱۴۔ ایضاً، ۱۰؛ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی، العوام والقوام فی الذب عن سنہ ابی القاسم ۱۰۲ / ۲۸۴، عمان الطبعتہ الاول ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵
۱۵۔ ابن عبدالبر، التمھید ۱ / ۴۵ (وزارۃ الاوقات والشئون الاسلامیہ المملکہ المکربیہ۔ المغربیۃ ۱۹۷۹ / ۱۳۹۴ھ)
۱۶۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۲۱ کتاب العلم: ابن عبدالبر، التمھید، ۱ / ۴۳
۱۷۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث، ۲۶۴، الصحابہ کلھم عدول
۱۸۔ ایضاً، ۲۷۱
۱۹۔ مسلم، الجامع الصحیح (مقدمہ)، ۱ / ۴۴، نور محمد اصح المطابع کراچی ابن رجب، شرح العلل ۸۱ تحقیق صبحی جاسم بغداد ۱۳۹۶ھ

۲۰۔ الخطیب البغدادی' ابوبکر احمد' شرف اصحاب الحدیث' ۴۱ (الفقرہ ۱۹۷۱ء)
۲۱۔ آنحضرت کے چچازاد بھائی تھے انکا انتقال ۶۸ھ میں ہوا (تذکرۃ الحفاظ' ۱ / ۴۰)
۲۲۔ ابن الاثیر' اسد الغابہ' ۳ / ۱۰۶' ابن حجر' تہذیب التہذیب' ۵ / ۱۱۱ (عبادہ بن الصامت الانصاری ت ۳۴ھ)
۲۳۔ الذھبی' تذکرہ الحفاظ' ۱ / ۴۴ انس بن مالک الانصاری (ت ۹۳ھ)
۲۴۔ الذھبی' تذکرۃ الحفاظ' ۱ / ۵۴ سعید بن المسیب المخزومی (ت ۹۴ھ)
۲۵۔ عامر بن شراحیل الشعبی (ت ۱۰۳ھ) تہذیب التہذیب ۵ / ۶۵' خطیب بغدادی تاریخ بغداد' ۵ / ۳۳۱
۲۶۔ محمد بن سیرین البصری (ت ۱۱۰ھ) تہذیب التہذیب ۹ / ۲۱۴
۲۷۔ عمر بن عبدالعزیز القرشی (ت ۱۱۰ھ)
۲۸۔ محمد بن مسلم الشہاب الزہری (ت ۱۲۴ھ)
۲۹۔ مبارکپوری' عبدالرحمن' مقدمہ تحفہ الاحوذی' ۲۔ ۳
۳۰۔ یحیی بن معین (ت ۲۳۴ھ): تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۱۶' تہذیب التہذیب ۱۲ / ۲۸۰
۳۱۔ محمد بن سعد' واقدی کے کاتب کے نام سے معروف ہیں' تہذیب التہذیب ۹ / ۱۸۲ تاریخ بغداد ۵ / ۳۲۱
۳۲۔ امام احمد بن حنبل بڑے معروف امام ہیں' تاریخ بغداد ۴ / ۴۱۲' ابن کثیر' البدایہ والنھایہ ۱۰ / ۳۲۵
۳۳۔ علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی (ت ۲۳۴ھ) (تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۱۵ تہذیب التہذیب ۷ / ۳۴۹)
۳۴۔ السیوطی' جلال الدین' عبدالرحمن' تدریب الراوی' ۱ / ۴
۳۵۔ ابو محمد الحسن بن عبدالرحمن بن خلاد الرامھرمزی (تذکرۃ الحفاظ ۳ / ۱۳' کشف الظنون ۲ / ۱۶۶۰ شذرات الذھب' ۳ / ۳۰' محمد' محمد ابوزھو' تاریخ حدیث و محدثین' ۴۹۷) ۴۔ رامھرمزی حسن بن عبدالرحمن بن خلاد رامہرمزی' فارسی' ابو محمد کنیت تھی۔ اپنے زمانے میں "محدث عجم" تھے' ادیب اور قاضی تھے (اعلام ۲: ۱۹۴)
۳۶۔ تدریب الراوی' ۱ / ۴' صبحی الصالح' علوم الحدیث و مصطلحہ ص: ۱۰۸' فصل اول

۳۷۔ صبحی صالح، علوم الحدیث (اردو) ۱۴۲
۳۸۔ ایضاً، ۱۴۳
۳۹۔ سورۃ البقرۃ، ۱۰۶
۴۰۔ محمد محمد ابو زھو، تاریخ حدیث و محدثین، ۶۲
۴۱۔ ڈاکٹر خالد علوی، حفاظت حدیث، ۲۹۴
۴۲۔ العینی، عمدۃ القاری، ۱ / ۵، زکریا انصاری، فتح الباقی ۱ / ۱۴۰ السخاوی، فتح المغیث، ۱ / ۵۱، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ ۱ / ۱۳۵
۴۳۔ اصل کتاب ملاحظہ کریں
۴۴۔ تذکرۃ الحفاظ، مکمل مقدمہ تدریب الراوی
۴۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، (المقدمہ) : المکتبہ العلمیہ المدینہ المنورہ الطبع الاول ۱۹۵۹
۴۶۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ۲ / ۱۶۲۲ ابن العماد شذرات الذہب ۳ / ۳۰ ملاحظہ ہو المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی، تحقیق ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب دارالفکر، بیروت الطبعہ الاولی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء، ۶۸۶ صفحات پر مشتمل ہے: ابن حجر نزہتہ النظر شرح نخبہ الفکر، ۳
۴۷۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ۳، یہ معرفتہ علوم الحدیث کتاب ڈاکٹر سید معظم حسن چیئرمین شعبہ عربی اور اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی کی تحقیق سے پہلے ۱۹۳۷ء میں قاہرہ سے اور پھر دارالافاق الجدید بیروت سے ۱۹۸۰ء میں چوتھی مرتبہ شائع ہوئی ہے اس کے ۲۶۷ صفحات ہیں۔ معرفتہ علوم الحدیث کی بڑے بڑے علماء نے تعریف کی ہے علامہ الجزائری میں لکھا ہے: توجیہ النظر الی علوم الاثر (۱۶۳ ۔ ۲۰۳)

وقفنا علی کتاب معرفته علوم الحدیث للحافظ الاجل المجمع علی صدقة وامامته فی هذا الفن ابی عبدالله محمد بن عبدالله الضبی المعروف بالحاکم فوجدنا فیه فوائد مهمة رائعة ینبغی لطالبی هذا الفن۔

ابن خلدون نے "مقدمہ" ۳۶۸ میں اس کا ذکر کیا ہے:

و قد الف الناس فی علوم الحدیث واکثروا ومن فحول علمائه وائمتهم ابو عبدالله الحاکم وتالیفه فیه شهورة وهو الذی هذبه واظهر محاسنه۔

٤٨۔ ابن حجر، نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ٣، الذھبی، میزان الاعتدال ١ / ٥٢

٤٩۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان، ١ / ٢٧ الکفایہ حیدر آباد دکن سے ١٣٥٧ھ میں شائع ہوئی، پھراس کی فوٹو کاپی المکتبہ العلمیہ بیروت نے شائع کی اس کے ٤٥١ صفحات ہیں۔

٥٠۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ٤

٥١۔ خطیب بغدادی کی اس کتاب کی ڈاکٹر محمود طحان کی تحقیق سے ١٩٨٣ء میں الرّیاض سے دو جلدوں مکتبہ المعارف (سعودی عرب) سے شائع ہوئی ڈاکٹر محمود طحان کے علاوہ ڈاکٹر رافت سعید کی تحقیق سے مکتبہ الفلاح الکویت سے بھی شائع ہو گئی ہے۔

٥٢۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر، ص ٣

٥٣۔ خطیب بغدادی، الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع / فہرس الموضوعات

٥٤۔ قاضی عیاض اندلس کے مشہور محدث ہیں ابن خلکان، وفیات الاعیان ١ / ٣٦٢ : الالماع معروف محقق احمد صقر کی تحقیق سے قاہرہ اور تیونس سے ١٩٧٠ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

٥٥۔ یہ کتاب صبحی السامرائی کی تحقیق سے ١٩٨٧ء میں بغداد سے شائع ہوئی پھر الجامعہ الاثریہ پشاور سے مولانا عبدالعزیز النورستانی کی تحقیق سے شائع ہوئی جو صرف ٢٧ صفحات پر مشتمل ہے۔

٥٦۔ اس کا مخطوط آیا صوفیہ ترکی میں نمبر٢ / ٢٩٦١ ہے۔

٥٧۔ وفیات الاعیان ١ / ٣١٢، شذرات الذھب ٥ / ٢٢١ مقدمہ الصلاح کے مصر، ہندوستان، بیروت، سعودی عرب اور پاکستان سے کئی ایڈیشن شائع ہوئی ہے۔ حلب سے نورالدین عتر کی تحقیق ١٣٨٦ / ١٩٦٦ء میں شائع ہوئی۔

٥٨۔ شرح نخبہ الفکر ٥ ۔ ٦

٥٩۔ یہ کتاب ڈاکٹر نورالدین عتر کی تحقیق ہے۔١٩٨٨ء میں دمشق سے شائع ہوئی یہ کتاب دو جلدوں میں مطبوع ہے عبدالباری فتح اللہ السلفی کی تحقیق سے ١٩٨٧ء میں مکتبہ الایمان المدینہ المنورہ سے شائع ہوئی۔

٦٠۔ یہ بھی امام نووی کی کتاب ہے پہلی کتاب سے مختصر ہے۔ محمد عثمان الخشت کی تحقیق سے دارالکتاب العربی بیروت نے ١٩٨٥ء میں شائع کیا اس کے ١٢٧ صفحات ہیں۔ مکتبہ خاور

لاہور سے بھی ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔

۶۱۔ اس کتاب کا مخطوط القاہرہ الازہر میں ۳۷۰ نمبر پر ہے۔

۶۲۔ شذرات الذھب، ۵ / ۴۴۳۔ ۴۴۴ طبقات الحفاظ : ۵۱۸

۶۳۔ ابن حجر، الدرر الکامنہ ۴ / ۹۱، شذرات الذھب ۶ / ۵ السیوطی، طبقات الحفاظ، ۵۱۶ الافتراح ۱۹۸۲ء میں مکتبہ الارشاد سے بغداد سے شائع ہوئی پھر دارالکتب العلمیہ بیروت سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔

۶۴۔ اس کا ایک مخطوط القاہرہ مصطلح ا۔ ۲۳۰ مجموعہ ۵۰ میں ہے۔

۶۵۔ طبقات الحفاظ ۵۲۰۔ ۵۲۱، ابن تیمیہ کی یہ کتاب محمد موسیٰ کی تحقیق سے بیروت سے شائع ہوئی ہے۔

۶۶۔ الدررالکامنہ ۳ / ۲۸۰ النجوم الزھرة ۹ / ۱۲۹۸ المنھل الروی ڈاکٹر سید محمد السید نوح کی تحقیق سے کلیہ اصول الدین فرح جامعہ الازھر منصورہ نے شائع کی۔

۶۷۔ ملاحظہ ہو فھرس المکتبہ الظاہریہ (مصطلح الحدیث)

۶۸۔ الدررالکامنہ ۱ / ۳۷۳، البدر الطالع ۱ / ۱۵۳ الخلاصہ مکتبہ الارشاد بغداد سے ۱۹۷۱ء میں صبحی السامرائی کی تحقیق سے شائع ہوا اس کے ۱۷۸ صفحات ہیں۔

۶۹۔ امام الذھبی مشہور محدث اور مؤرخ ہیں ان کی کتب سیر اعلام النبلاء (۲۵جلد) تاریخ اسلام (۳۷ جلد) اور تذکرۃ الحفاظ (۳ جلد) چھپ چکی ہیں (الموقظہ علم حدیث پر ان کی معروف کتاب ہے، قیام برطانیہ کے دوران اس کو محدث عصرالدکتور شیخ محمد سعید الباد نجی الندوی حفظہ اللہ سے پڑھا تھا آخر میں شیخ نے دیگر محدثین کی طرح تحریر بھی لکھی) یہ کتاب مکتب مطبوعات الاسلامیہ حلب سے عبدالفتاح ابوغدہ کی تحقیق سے ۱۴۰۵ھ میں شائع ہوئی ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷۰۔ السیوطی طبقات الحفاظ ۵۴۹، ان کی کتاب پہلے بھی ذکر ہوتی ہے۔

۷۱۔ سیوطی، طبقات الحفاظ، ۵۴۹، ان کی کتاب پہلے بھی ذکر ہوتی ہے۔

۷۲۔ حافظ اسماعیل بن عمر بن کثیر، مشہور مفسر، محدث اور مؤرخ ہیں، ان کی کتب میں تفسیر القرآن العظیم، اور البدایہ والنھایہ ہیں البدر الطالع ۱ / ۱۵۳، الدررالکامنہ ۱ / ۳۷۳، طبقات الحفاظ، ۵۳۳۔ ۵۳۴ اختصار علوم الحدیث مع شرح الباعث الحثیث احمد محمد شاکر کی

تحقیق سے شائع ہو چکی ہے اس کے ۲۴۸ صفحات ہیں۔

۷۳۔ ابراہیم بن عمر البقاعی، دیکھیں: البدر الطالع ۱ / ۱۹، الضوء اللامع ۱ / ۱۱

۷۴۔ محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشی، دیکھیں: کشف الظنون ۱ / ۱۲۰۰ شذرات الذہب ۶ / ۳۳۵۔

۷۵۔ اس کتاب کا ایک مخطوط لیڈن میں نمبر ۱۷۵۱ میں ہے۔

۷۶۔ اس کتاب کا مخطوط القاہرہ (مصطلح الحدیث ۲۷۲، ۳۰۰) میں موجود ہے

۷۷۔ الضوء اللامع ۶ / ۱۰۰، المقنع عبداللہ بن یوسف الجدیع کی تحقیق سے دار فواز الاحساء سے ۱۹۹۹۲ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی۔ اس کا قلمی نسخہ میرے پس ہے جو میں نے چیسٹر بٹی سے لیا تھا۔

۷۸۔ ایضاً، یہ کتاب چھپ چکی ہے، اس کا قلمی نسخہ میرے پاس موجود ہے۔

۷۹۔ عمر بن ارسلان الکنانی البلقینی المصری الشافعی، دیکھیں: الضوء اللامع ۶ / ۸۵ شذرات الذھب ۷ / ۵۱: محاسن الاصطلاح دارالکتب المدینہ القاہرہ سے ۱۳۹۴ء میں طبع ہوئی۔

۸۰۔ الفیہ العراقی اس کتاب کو جمعیہ النشر والتالیف الاثریہ دارالحدیث جلال پور سے ۱۹۶۸ء میں مولانا محمد رفیق الاثری کی تحقیق سے شائع ہوئی یہ نہایت عمدہ کتاب ہے۔

۸۱۔ عبدالرحیم بن الحسین المعروف الحافظ العراقی، دیکھیں: الضوء اللامع ۴ /۱۷۱ حسن المحاضرہ ۱ / ۲۴ الشیخ محمد حامد الفقی کی عمدہ تحقیق کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی۔ مزید برآں یہ کہ احمد محمد شاکر کی تحقیق سے ۱۹۸۸ میں شائع ہوئی اور محمود حسن ربیع کی تحقیق سے (۱۹۸۸م / ۱۳۵۵ھ) میں قاہرہ اور بیروت سے شائع ہوئی۔

۸۲۔ اس کتاب کا مخطوط برلن (۱۰۴۷) میں موجود ہے۔

۸۳۔ علی بن محمد بن علی المعروف الشریف الجرجانی، الضوء اللامع ۵ / ۳۲۸ مفتاح السعادۃ ۱ / ۱۶۷ دہلی سے چھپ چکی ہے ۲۳۔ الجرجانی: علی بن محمد بن علی: فلسفی تھے، کبار علماء عربیت سے تھے۔ تاکو (استر آباد کے قریب ایک گاؤں) میں پیدا ہوئے۔ شیراز میں حصول علم کیا۔ ۷۸۹ھ کو جب تیمور شیراز میں داخل ہو گیا تو جرجانی وہاں سے سمرقند بھاگ نکلے اور تیمور کی وفات تک وہاں ٹھہرے رہے، پھر شیراز واپس لوٹے۔

۸۴۔ ہندوستان سے طبع ہو چکی ہے۔

۸۵۔ محمد بن یعقوب فیروز آبادی البدر الطالع ۲ / ۲۸۰' دیکھیں : الضوء اللامع ۱ / ۷۹

۸۶۔ محمد بن ابی بکر الکنانی الحموی الشافعی المعروف بابن جماعہ' دیکھیں: شذرات الذھب ۷ / ۱۳۹' الضوء اللامع ۷ / ۱۷۱' یہ الامیر کے حاشیہ کے ساتھ مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

۸۷۔ البدر الطالع ۲ / ۸۱ : الضوء اللامع ۶ / ۲۷۲: مقدمہ توضیح الافکار ۶۶ ۔ ۷۲

۸۸۔ محمد بن اسماعیل بن صلاح المعروف بالامیر الصنعانی' دیکھیں : البدر الطالع ۱ / ۷۳ ابجد العلوم ۸۶۸' توضیح الافکار مصر سے چھپ چکی ہے۔

۸۹۔ دیکھیں : مقدمہ النکت علی ابن الصلاح' الضوء اللامع ۲ / ۳۶ البدر الطالع ۱ / ۷۱

۹۰۔ شرح نخبہ الفکر ۳ یہ کتاب مصر اور پاک و ہند سے متعدد بار چھپ چکی ہے۔

۹۱۔ ڈاکٹر ربیع بن ھادی عمیر کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں الجامہ الاسلامیہ المدینہ المنورہ سے ۱۹۸۴ میں شائع ہوئی۔

۹۲۔ پہلے حلب میں چھپی اور پھر مصر میں المکتبہ السلفیہ المدینہ المنورہ کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی۔

۹۳۔ ایک طویل دوسری مختصر مصر سے طبع ہو چکی ہے۔

۹۴۔ احمد بن محمد بن محمد الشمنی الاسکندری' اسکندریہ میں پیدا ہوئے' قاہرہ میں فوت ہوئے' دیکھیں : شذرات الذھب ۷ / ۳۱۳ البدر الطالع ۱ / ۱۱۹' الضوء اللامع ۲ / ۱۶۴

۹۵۔ اس کا مخطوطہ مکتبہ اسد آفندی استنبول (نمبر ۲۴۹) میں ہے۔

۹۶۔ محمد بن سلیمان بن سعد ابو عبداللہ الکافیجی' دیکھیں : الضوء اللامع ۷ / ۲۵۹' شذرات الذھب ۷ / ۳۲۶

۹۷۔ قاسم بن قطلوبغا' دیکھیں : البدر الطالع' ۲ / ۲۵' الضوء اللامع ۶ / ۱۸۴

۹۸۔ دیکھیں حاشیہ نمبر ۹۳۔

۹۹۔ محمد بن عبدالرحمن السخاوی' دیکھیں : الضوء اللامع ۸ / ۳۲۲ شذرات الذھب ۹ / ۱۵

۱۰۰۔ یہ رسالہ سنن الترمذی کے شروع میں لکھنؤ سے ۱۹۷۶ میں چھپا۔

۱۰۱۔ عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی' جلال الدین' دیکھیں : شذرات الذھب ۸ / ۵۱ الضوء اللامع ۴ / ۶۵ کشف الظنون ۲ / ۱۳۵۲

۱۰۲۔ یہ مخطوطہ الجامع الازھر میں مصطلح نمبر ۲۲ میں موجود ہے۔

١٠٣۔ الغنیہ معروف کتاب دیکھیں برائے سیوطی حاشیہ نمبر١٠١

١٠٤۔ دیکھیں حاشیہ نمبر٩٧، تدریب الراوی کو دو جلدوں میں دار الکتب العلمیہ بیروت نے ١٩٧٩ء میں عبدالوہاب عبداللطیف کی تحقیق سے شائع کیا۔

١٠٥۔ ١٩٥٥ میں قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

١٠٦۔ مقدمہ معرفہ علوم الحدیث

١٠٧۔ اس کا مخطوط برلن میں (١١٢٠نمبر) ہے۔

١٠٨۔ یہ رسالہ قاہرہ سے ١٣٢٦ میں شائع ہوا۔

١٠٩۔ (ت٩٢٦ یا ٩٢٨ھ) الضوء اللامع ٢، ص ٢٣٤ ۔ ٢٣٨ البدر الطالع ٢ / ٢٥٢ سیوطی، نظم العقیان ١١٣، معجم المؤلفین ٤ / ١٨٢ (اس کتاب کی معروف عالم دین حافظ ثناء اللہ الزاھدی نے سات نسخوں کے تقابل کر کے تحقیق کے بعد شائع کیا ہے جامعہ العلوم الاثریہ جہلم ١٤١٣ھ) یہ کتاب ٤٨٧ صفحات میں شائع ہوئی ہے۔

١١٠۔ اس کا مخطوط قاہرہ میں ہے، کارل بروکلمان ١ / ٢٤٦

١١١۔ یہ کتاب ١٢٩٨ھ میں استنبول سے شائع ہوئی اس کا حاشیہ شیخ داؤد بن محمد الفارس نے لکھا۔

١١٢۔ یہ مخطوط الجامعہ الازھر میں مصطلح (نمبر٣٠٧) میں ہے۔

١١٣۔ محمد بن یحی بن عمر بدر الدین العراقی المالکی القفیہ، دیکھیں: معجم المطبوعات، ١٥٠٢

١١٤۔ علی بن سلطان المعروف بالقاری الحنفی، دیکھیں: البدر الطالع ١ / ٤٤٥ معجم المطبوعات ١٧٩١

١١٥۔ حاشیہ نمبر١١٤ دیکھیں یہ کتاب استنبول سے اور پھر پاکستان میں بھی چھپ چکی ہے۔

١١٦۔ محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین الحدادی المناوی القاھری بہت بڑے محدث تھے دیکھیں: معجم المطبوعات، ٢ / ١٧٩٨، انہوں نے شمائل الترمذی کی ایک شرح بھی لکھی جس کے دو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں۔

١١٧۔ حاشیہ نمبر١١٦ دیکھیں

١١٨۔ حافظ سخاوی کے لئے دیکھیں حاشیہ نمبر٩٩

١١٩۔ اس مخطوط کا ایک نسخہ دار الکتب المصریہ (نمبر٦١٤٨) میں موجود ہے۔

۱۲۰۔ اس مخطوط کا ایک نسخہ کو برلی (نمبر۳۸۵) میں ہے (ترکی) مطبوع ہے۔
۱۲۱۔ مقدمہ تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۳؛ التقریرات السنیہ شرح منظومہ البیقونیہ فی مصطلح الحدیث (مقدمہ)
۱۲۲۔ منظومہ بیقونیہ کی یہ شرح حسن محمد نشاط نے لکھی ہے جو دارالکتاب العربی بیروت سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔
۱۲۳۔ اس کا ایک نسخہ قاہرہ (مصطلح نمبر۲۰۔ ۳۱۹ مجموعہ ۲۲) میں موجود ہے۔
۱۲۴۔ محمد مرتضیٰ الزبیدی معروف لغوی صاحب تاج العروس ہیں ان کی یہ کتاب قاہرہ سے ۱۳۲۶ھ میں شائع ہو چکی ہے۔
۱۲۵۔ محمد بن عبدالباقی الزرقانی المصری المالکی' دیکھیں: الرسالہ المستطرفہ / ۱۴۳ مصر سے ۱۹۴۹ میں شائع ہو گئی ہے۔
۱۲۶۔ توضیح الافکار کو دار احیاء التراث العربی بیروت نے ۱۳۶۶ء میں دو جلدوں میں شائع کیا۔
۱۲۷۔ قصب السکر فی نظم نخبہ الفکر کو فاروقی کتب خانہ نے نزھہ النظر کے آخر میں شائع کیا (ملاحظہ ۱۴۷۔ ۱۶۰)
۱۲۸۔ پھر خود امیر یمانی نے شرح اسبال المطر علی قصب السکر نظم نخبہ الفکر کو لکھا ہے جسے جمعیہ النشر والتالیف الاثریہ دارالحدیث جلال پور نے مولانا محمد رفیق اثری کی تحقیق سے شائع کیا۔
۱۲۹۔ پھر اس کی ایک شرح بنام: شرح قصب السکر نظم نخبہ الفکر جو کہ عبدالکریم بن مراد الاثری نے لکھی مکتبہ الدارالمدینہ المنورہ نے ۱۴۰۵ء میں شائع کیا۔
۱۳۰۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی ابجد العلوم' ۲ / ۹۳۹
۱۳۱۔ یہ کتاب مراکش سے ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوئی۔
۱۳۲۔ طرابلس سے چھپ چکی ہے۔
۱۳۳۔ محمد جمال الدین القاسمی تقلید کے مخالف تھے مجتہد تھے' دیکھیں: الاعلام ۲ / ۱۳۱' قواعد التحدیث کو دراالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔
۱۳۴۔ طاہر بن صالح الجزائری الدمشقی دیکھیں: الاعلام' مفصل حالات
۱۳۵۔ قاہرہ سے ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔

۱۳۶۔ قاہرہ سے ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔
۱۳۷۔ یہ کتاب ۱۹۴۰ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔
۱۳۸۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی' عبدالرحمن مبارکپوری' ادارہ نشرالسنہ ملتان
۱۳۹۔ علوم الحدیث: ڈاکٹر صبحی صالح' دارالعلم للملایین بیروت الطبقہ الرابعہ عشرہ ۱۹۵۹ء
۱۴۰۔ مفتاح السنہ : عبدالعزیز خولی' القاھرہ
۱۴۱۔ المنہج الحدیث فی علوم الحدیث : ڈاکٹر شیخ محمد السماعی' دارالفکر القاھرہ
۱۴۲۔ الحدیث والمحدثون' محمد محمد ابو زھو' دارالکتاب العربی' بیروت ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴
۱۴۳۔ منہج النقد فی علوم الحدیث' الدکتور نورالدین عتر' دارالفکر' دمشق' الطبقہ الثالثہ ۱۹۸۱ء
۱۴۴۔ دراسات فی الحدیث النبوی' ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی' المکتب الاسلامی' بیروت / دمشق ۱۹۸۰
۱۴۵۔ IN HADITH METHODOLOGY AND LITERATURE STUDIES' اسلامک ٹیچنگ سنٹر انڈیا نا پولس' انڈیانا (امریکہ اور کینیڈا) ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی۔
۱۴۶۔ منہج النقد عند المحدثین' ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی' مکتبہ الکوثر الریاض الطبعہ الثالثہ ۱۴۱۰ / ۱۹۹۰
۱۴۷۔ توجیہ القاری' حافظ ثناء اللہ الزاھدی' جامعہ العلوم الاثریہ' جہلم الطبعہ الاولی ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
۱۴۸۔ احادیث الصحیحین بین الظن والیقین' حافظ ثناء اللہ الزاہدی' جامعہ العلوم الاثریہ' جہلم
۱۴۹۔ HADITH LITERATURE ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی' کلکتہ یونیورسٹی پریس کلکتہ' ۱۹۶۱ء
۱۵۰۔ AUTHENTICTY OF HADITH' ڈاکٹر خالد محمود' دارالمعارف لاہور ۱۹۸۸
۱۵۱۔ تیسیر مصطلح الحدیث ڈاکٹر محمود طحان' مکتبہ دار التراث الکویت' الطبعہ السادسہ ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴
۱۵۲۔ اصول التخریج دراسہ الاسانید' ڈاکٹر محمود طحان' دار القرآن الکریم بیروت الطبعہ الثالثہ ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء

‘THE AUTHORITY AND AUTOHATICITY OF HADITH AS A -۱۵۳
SOURCE OF LAW FIRST EDITION ۱۹۸۲’ NEW DEHLI’
KITAIN BHALVAN

حواشی باب دوم

۱۔ السیوطی‘ تدریب الراوی ۱/۴۱
۲۔ القاسمی‘ قواعد التحدیث: ۷۵
۳۔ نفس المصدر
۴۔ السیوطی‘ تدریب الراوی ۱/۴۱‘ ابن حجر‘ شرح نخبہ الفکر: ۱۰۶
۵۔ السخاوی‘ فتح المغیث ۱/ ۱۷
۶۔ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری (۹۷ ۔ ۱۶۱ھ) = (۷۱۶ ۔ ۷۷۸م) مصر کے مشہور قبیلہ عبد مناۃ کے بنی ثور شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ تھی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث کے لقب سے مشہور تھے۔ کوفہ میں ولادت ہوئی اور وہیں پلے بڑھے۔ منصور نے قضا کی پیش کش کی مگر آپ نے قبولیت سے انکار کیا اور ۱۴۴ھ میں کوفہ سے نکلے۔ حجاز مقدس میں رہائش پذیر ہوئے‘ امیر مہدی نے انہیں بلوایا مگر پھر کہیں روپوش ہوئے اور بصرہ منتقل ہو کر وہاں وفات پا گئے (وفیات الاعیان ۲ / ۳۸۶ ۔ ۳۹۱ تاریخ بغداد ۹ / ۱۵۱‘ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰۳)
۷۔ سخاوی = فتح المغیث ۳ / ۵
۸۔ عبداللہ بن مبارک بن واضح‘ حنظلی‘ تیمی ابوعبدالرحمن (۱۱۸ ۔ ۱۸۱ھ) = (۷۳۶ ۔ ۷۹۷م) حافظ حدیث‘ شیخ الاسلام اور مجاہد و تاجر تھے۔ اسفار میں ساری عمر گزاری۔ حدیث‘ فقہ‘ عربیت‘ تاریخ‘ شجاعت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھے (تذکرۃ الحفاظ ۱ / ۲۷۴ ۔ ۲۷۹‘ وفیات الاعیان ۳ / ۳۲ ۔ ۳۴‘ تاریخ بغداد ۱۰ / ۱۵۲ ۔ ۱۶۹)

۹۔ ابن الصلاح، المقدمہ : ۲۵۷ نوع : ۲۹

۱۰۔ السخاوی، فتح المغیث ۳۔ ۴: المناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۱ / ۴۳۳

۱۱۔ المناوی، فیض القدیر ۱ / ۴۳۳

۱۲۔ ابن منظور، لسان العرب ۱۳ / ۱۸

۱۳۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر : ۱۰۶

۱۴۔ ابوالبقاء المتوفی (۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳م) کا نام ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی ہے۔ آپ حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ وفات کے وقت آپ بیت المقدس کے قاضی (جج) تھے (زرکلی، الاعلام ۲ / ۳۸)

۱۵۔ ابوالبقاء: کلیات ابی البقاء : ۱۵۲

۱۶۔ الفراء (المتوفی ۲۰۷ھ / ۸۲۲م) کا نام یحیی بن زیاد دیلمی ہے۔ کوفہ کے مشہور نحویوں اور ادیبوں میں سے تھے۔ خلیفہ مامون کے دونوں بیٹوں کے اتالیق رہے ہیں، نحو، لغت اور فنون ادب کے امام تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۴ / ۱۴۹ ۔ ۱۵۵، وفیات الاعیان ۲ / ۱۳۶ ۔ ۱۳۷ : الاعلام ۸ / ۱۴۵)

۱۷۔ القاسمی، قواعد التحدیث : ۶۱

۱۸۔ سورۃ المؤمنون (۲۳) ۴۴

۱۹۔ سورۃ السبا (۳۴) ۱۹

۲۰۔ سورۃ الزمر (۳۹) ۲۳

۲۱۔ سورۃ الطور (۵۲) ۳۴

۲۲۔ حافظ عسقلانی : احمد بن علی بن محمد کنانی عسقلانی، ابوالفضل، شہاب الدین، ابن حجر، عسقلان (فلسطین) سے تعلق تھا، پیدائش اور وفات دونوں قاہرہ میں ہوئی (۷۷۳ ۔ ۸۵۲ھ / ۱۳۷۲ ۔ ۱۴۴۹م) شعرو ادب کے رسیا تھے، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے حصول میں کافی مشقیں برداشت کیں۔ کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ حدیث، رجال اور تاریخ میں بے نظیر علم و حافظہ کے مالک تھے (الشوکانی، البدر الطالع ۱ / ۸۷ ۔ ۹۲: زرکلی، الاعلام ۱ / ۱۷۸)

۲۳۔ السیوطی : تدریب الراوی ۱ / ۴۲

۲۴۔ نفس المصدر
۲۵۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاوی ۱۸/ ۶۔ ۷
۲۶۔ البخاری، الجامع الصحیح ۸ / ۱۴۶
۲۷۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر: ۷
۲۸۔ ابن منظور، لسان العرب ۱/ ۶۹
۲۹۔ السیوطی، تدریب الراوی ۱/ ۴۳
۳۰۔ نفس المصدر ۱/ ۴۳، ۱۸۴۔ ۱۸۵
۳۱۔ ابن منظور، لسان العرب ۶ / ۳۹۹
۳۲۔ العجاج الخطیب، اصول حدیث: ۱۸
۳۳۔ ابن منظور، لسان العرب ۶ / ۳۹۹
۳۴۔ القاسمی، قواعد التحدیث: ۷۶
۳۵۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر: ۱۲۰
۳۶۔ سلیمان بن داؤد بن جارود (۱۳۳۔ ۲۰۴ھ)/(۷۵۰۔ ۸۱۹) قریش کے آزاد کردہ غلام تھے، بہت بڑے حافظ حدیث تھے، فارسی الاصل تھے۔ بصرہ میں رہائش پذیر تھے اور وہیں وفات پا گئے، آپ احادیث کو زبانی بیان کیا کرتے تھے۔ میں تیس ہزار احادیث زبانی فرفر سنا سکتا ہوں: اسرد ثلاثین الف حدیث ولا فخر (تاریخ بغداد ۹ / ۲۴۔ ۲۹، الاعلام ۳ / ۱۲۵
۳۷۔ القاسمی، قواعد التحدیث: ۷۶۔ ۷۷
۳۸۔ نفس المصدر: ۷۷
۳۹۔ العجاج الخطیب، اصول الحدیث: ۴۴۸
۴۰۔ نفس المصدر
۴۱۔ نفس المصدر: ۴۴۹
۴۲۔ نفس المصدر

حواشی باب سوم

۱۔ عجاج الخطیب، اصول الحدیث، ۳۰۱
۲۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۱۱۔ ۱۲
۳۔ ایضاً، ۱۲
۴۔ ایضاً، ۱۳
۵۔ نووی، التقریب مع شرح تدریب الراوی، ۲ / ۱۷۶
۶۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۱۳۵
۷۔ عشرہ مبشرہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت طلحہ بن عبیداللہ، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح امین الامہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔
۸۔ ابن الصلاح، المقدمہ ۱۳۵
۹۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۱۶۔ ۱۷
۱۰۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۱۸۰
۱۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۲۱
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ الغزالی، المستصفی، ۱ / ۱۴۵
۱۴۔ ملا علی قاری، شرح شرح نخبۃ الفکر، ۳۸
۱۵۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۱ / ۱۱۹
۱۶۔ ایضاً، ۱۲۴
۱۷۔ الشافعی، الرسالہ، ۴۰۶۔ ۴۰۷
۱۸۔ ایضاً، ۴۰۸۔ ۴۰۹
۱۹۔ ایضاً، ۴۱۵

۲۰۔ ایضاً' ۴۱۶
۲۱۔ ایضاً
۲۲۔ ایضاً' ۴۱۸
۲۳۔ ایضاً' ۴۴۲
۲۴۔ مسلم' الجامع الصحیح' ۲ / ۲۸۲ احمد المسند' ۳ / ۲۱۲' ۲۸۶
۲۵۔ ابن القیم' مختصر الصواعق المرسلہ' ۲ / ۳۸۳
۲۶۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۱۷
۲۷۔ الحاکم' معرفہ علوم الحدیث' ۹۴
۲۸۔ ایضاً' ۹۳۔ ۹۴
۲۹۔ عجاج الخطیب' اصول الحدیث' ۳۶۴۔ ۳۶۵
۳۰۔ الحاکم' المستدرک' ۲ / ۱۹۶
۳۱۔ ابن حبان' الصحیح' ۹ / ۱۷۴
۳۲۔ ملا علی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۲۵۳' ابن الجوزی' الموضوعات الکبیر' ۱۳۲' عجلونی' کشف الخفاء' ۲ / ۴۲۸' السخاوی' المقاصد الحسنہ ۱۰۷' عبدالرحمن بن دیبع' تمیز الطیب من الخبیث' ۲۰۲' الفتنی' تذکرہ الموضوعات' ۱۰۱
۳۳۔ ابن ابی حاتم' علل الحدیث' ۲ / ۲۸۵
۳۴۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۱ / ۶' مسلم' الجامع الصحیح' ۱ / ۴۸ (کتاب الایمان)
۳۵۔ الحاکم' معرفہ علوم الحدیث' ۹۴' السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۷۴' ۳۶۱۔ الھیثمی' مجمع الزوائد' ۱ / ۱۱۹۔ ۱۲۰' التبریزی' مشکاۃ المصابیح' ۱ / ۷۶
۳۶۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۷۴
۳۸۔ ایضاً' ۲ / ۱۷۵
۳۹۔ السخاوی' المقاصد الحسنہ' ۲۸۰
۴۰۔ ابن کثیر' الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ۱۴۰
۴۱۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۷۶
۴۲۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۱۸

۴۳۔ ایضاً
۴۴۔ ایضاً
۴۵۔ ایضاً
۴۶۔ الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۲۲
۴۷۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۱۸
۴۸۔ ایضاً، ۱۹
۴۹۔ ایضاً، ۱۸
۵۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۷، مسلم، الجامع الصحیح، ۱/ ۴۹
۵۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۷
۵۲۔ ایضاً، مسلم، الجامع الصحیح، ۱/ ۴۹
۵۳۔ ابن حجر نزھہ النظر، ۲۱
۵۴۔ ایضاً
۵۵۔ ایضاً، ۲۸
۵۶۔ ایضاً
۵۷۔ ایضاً، ۲۹
۵۸۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۲/ ۸۶۴ کتاب اللباس (باب المغفر) مسلم، الجامع الصحیح، ۱/ ۴۳۹ (کتاب الحج، باب دخول مکہ)

حواشی باب چہارم

۱۔ ابن حجر، نزھۃ نظر، ۲۲
۲۔ ایضاً
۳۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۷۔ ۸

۴۔ النووی، التقریب، ۲

۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۱۸۳

۶۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۳۲

۷۔ ایضا

۸۔ ایضاً، ۳۳

۹۔ ایضاً، ۳۲

۱۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱۰۵

۱۱۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ۸۰

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ الترمذی، السنن، ۱/ ۱۲

۱۴۔ مسلم الجامع الصحیح، ۱/ ۱۲۸

۱۵۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۱۷

۱۶۔ ایضاً، ۱۰، النووی، التقریب، ۳

۱۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۹۸

۱۸۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ۱۰۲

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۴۱

۲۱۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۱۶۰

۲۲۔ الترمذی، السنن، ۱/ ۲۹۵

۲۳۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ۱۰۲

۲۴۔ الترمذی، السنن، ۱/ ۱۱۲

۲۵۔ النووی، التقریب، ۵، السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۱۶۶

۲۶۔ ابن تیمیہ، مجموع فتاوی شیخ الاسلام، ۱۸/ ۲۳

۲۷۔ ابن حجر، شرح نخبتہ الفکر، ۵۸

۲۸۔ ایضاً، ۵۹

۲۹۔ النووی' التقریب' ۳۳
۳۰۔ ھام الو کو کہتے ہیں۔ عرب اس کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ جو شخص قتل کیا جائے اور اس کا قصاص نہ لیا جائے تو اس کی روح الو بن کر جا بجا پکارتی پھرتی ہے: مجھ کو پانی پلاؤ' مجھ کو پانی پلاؤ' جب اس کا قصاص لیا جاتا ہے تو اڑ جاتی ہے (لغات الحدیث' ۴ / ۵۱ کتاب الھاء)

کانت العرب تزعم ان روح القتیل الذی لا یدرک بثارہ تصیر ھامة فتقول: سقونی' فاذا ادرک بثارہ طارت (النہایة ۵' ۲۸۳)

حدیث کے حوالے کے لئے دیکھیں: لاعدوی والاطیرة ولاھامہ ولاصفر۔ البخاری' الجامع الصحیح' ۲ / ۸۵۰' ۸۵۱' ۸۵۱' ۸۵۶' ۸۵۷
۳۱۔ البخاری' الجامع الصحیح ۲ / ۸۵۰
۳۲۔ ابن الصلاح' المقدمہ مع شرح ۲۸۵
۳۳۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۶۰
۳۴۔ الجوھری' الصحاح' ۱' ۴۳۳ (دونوں معنی کے لئے)
۳۵۔ ابن حجر' شرح نخبہ الفکر' ۶۱
۳۶۔ مسلم' الجامع الصحیح' ۱ / ۳۱۴
۳۷۔ ایضاً
۳۸۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۵۸' ابوداؤد' السنن' کتاب الطھارۃ' باب فی ترک الوضوء مما مست النار۔
۳۹۔ احمد المسند ۲ / ۳۶۴
۴۰۔ البغوی' مصابیح السنہ' ۲ / ۷۷' البخاری' الجامع الصحیح کتاب الصوم' باب الحجامہ والقی للصائم۔
۴۱۔ الشافعی' اختلاف الحدیث بھامش الام' ۷ / ۲۳
۴۲۔ ابن حجر' شرح نخبہ الفکر' ۶۲
۴۳۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۹۸۔ ۲۰۲
۴۴۔ ابن حجر' شرح نخبہ الفکر' ۶۲

۴۵۔ السخاوی، فتح المغیث، ۳ / ۷۷ ۔ ۷۸
۴۶۔ البغوی، التقریب، ۵، السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۱۷۹
۴۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۱۷۹
۴۸۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر، ۶۳
۴۹۔ الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۴۹، ابن حجر، شرح نخبہ الفکر، ۶۴ ۔ ۶۵
۵۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۵۳
۵۱۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۲ / ۶۶۵
۵۲۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۶۶ ۔ ۶۷۔ ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۲ / ۵۴۳ ۔ ۵۴۴
۵۳۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۷۰، ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۵۷ نوع نمبر ۹
۵۴۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب تحریم بیع الرطب بالتمر، ۳ / ۶۸، رقم ۱۵۳۹
۵۵۔ وھی بیع الرطب فی روئس النخل بالتمر (ابن الاثیر، النھایہ، ۲ / ۲۹۴)
۵۶۔ ملاعلی قاری، شرح نخبہ الفکر، ۱۱۱، ۱۱۲
۵۷۔ العلائی، جامع التحصیل، ۳۳
۵۸۔ ایضاً
۵۹۔ ایضاً
۶۰۔ ایضاً
۶۱۔ ایضاً
۶۲۔ ایضاً، ۳۴
۶۳۔ ایضاً
۶۴۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۳۷، ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۴۰
۶۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۱ / ۲۲
۶۶۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۵۸
۶۷۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۵۸، ابن الصلاح، المقدمہ مع شرح، ۷۵
۶۸۔ جامع التحصیل، ابن کثیر، ۳۷
۶۹۔ ایضاً

۷۰۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۲۵، نوع: ۸
۷۱۔ ایضاً
۷۲۔ الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ۱ / ۵۴
۷۳۔ ایضاً، العجلی، تاریخ الثقات، ۲۴۴ (رقم الترجمہ ۷۵۱)
۷۴۔ الزیلعی، نصب الرایہ، ۱ / ۵۲
۷۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۰۴
۷۶۔ ابن ابی حاتم، کتاب المراسیل، ۳
۷۷۔ جامع التحصیل، ۴۳
۷۸۔ ابن الصلاح، المقدمہ مع الشرح، ۸۱ نوع: ۱۱، ابن حجر، نزھہ النظر، ۶۴، ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۲ / ۵۷۵
۷۹۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ۱۳۰
۸۰۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۳۶
۸۱۔ ایضاً
۸۲۔ ایضاً، ۳۷
۸۳۔ ایضاً
۸۴۔ ایضاً
۸۵۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۸۳، ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۴۳
۸۶۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۶۴ (فاروقی کتاب خانہ ملتان)
۸۷۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۴۷ (دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۳ (الطبعہ الاولی)
۸۸۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۲۸ ۔ ۲۹ انظر ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۴۷ (بیروت ۱۹۸۳ء)
۸۹۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۲۷
۹۰۔ ایضاً، ۲۸ حدیث کے لئے مزید دیکھیں احمد، المسند، ۲ / ۲۴۷
۹۱۔ ابن منظور، لسان العرب، ۶ / ۸۶
۹۲۔ فیروز آبادی، القاموس، ۲ / ۲۲۴

۹۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ۶، ۸۶
۹۴۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۹۵: ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۲ / ۶۱۴
۹۵۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۹۵
۹۶۔ ایضاً، ۹۵، ۹۶، ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۴۵
۹۷۔ ابن الصلاح، ایضاً، ۹۸، ابن کثیر، ایضاً، ۶۳
۹۸۔ ابن الصلاح، ایضاً، ابن کثیر، ایضاً
۹۹۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۶۳
۱۰۰۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۹۹، ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۶۳
۱۰۱۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۱۱۱: السیوطی، التدریب الراوی، ۱ / ۲۳۲: ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۲ / ۶۵۱
۱۰۲۔ ایضاً، معرفہ علوم الحدیث، ۱۱۲ السیوطی، ایضاً، ۲۳۲
۱۰۳۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۶۴
۱۰۴۔ ابن حجر، تعریف اہل التقدلیس، ۱۲۵
۱۰۵۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۶۴
۱۰۶۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۴ / ۳۰۶
۱۰۷۔ تعریف اہل التقدلیس، ۱۱۵۔ ۱۱۶
۱۰۸۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۶۴
۱۰۹۔ ایضاً
۱۱۰۔ ایضاً
۱۱۱۔ ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ۲ / ۶۵۱
۱۱۲۔ ابن حجر، تعریف اہل التقدلیس، ۲۶
۱۱۳۔ ابن کثیر، اختصار علمو الحدیث، ۶۴
۱۱۴۔ ایضاً
۱۱۵۔ الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۸۵
۱۱۶۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ۶۶ (ملتان)

۱۱۷۔ ابن ماجہ، السنن، ۲ / ۹۲۵ (۲۷۶۹) رقم الحدیث)

۱۱۸۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ۷ / ۴۱۸

۱۱۹۔ مخضرمین: مخضرم کی جمع ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں موجود تھے، آپ ہی کے عہد میں اسلام قبول کیا مگر آپ ﷺ سے ملاقات ثابت نہیں: ھوالذی ادرک الجاھلیہ وزمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ ولم یرہ (ھامش نزھتہ النظر، ٦٧)۔

۱۲۰۔ ابو عثمان نھدی: آپ کا نام عبدالرحمن بن مل بصری ہے، اس نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا تھا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مدینہ آئے اور صحابہ کی ایک جماعت سے احادیث سنیں سو ھجری سے کچھ مدت بعد وفات پائی (الذھبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ٦٥-٦٦)

۱۲۱۔ قسی بن ابی حازم: آپ کوفہ کے باشندہ تھے، کوفہ سے رسول اللہ کا ملاقات کے ارادہ سے نکلے، ابھی راستہ ہی میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ قیس نے خلفائے اربعہ اور متعدد صحابہ کرام سے احادیث سنیں، ۹۷ یا ۹۸ ھجری میں وفات پائی (الذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱ / ٦١

۱۲۲۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ٦٦ ۔ ٦٧ (ملتان)

۱۲۳۔ الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۸۴ ۔ ۸۵

۱۲۴۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ٦٧

۵۲۱۔ النووی، التقریب، ۷ (نوع: ۱۱) السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۱۲۵

۱۲۶۔ ابن ماجہ، السنن، ۱ / ۳۲۱ رقم الحدیث، ۱۰۰۵ کتاب اقامہ الصلوۃ الخ

۱۲۷۔ النووی، التقریب، ابن حجر، فتح الباری، ۱ / ۱۴۴، ۱۹۷: ۴ / ۳۴۲ : ۹ / ۱۲۴: ۱۰ / ۵۳

۱۲۸۔ النووی، التقریب، ۸

۱۲۹۔ النووی، التقریب، ۸

۱۳۰۔ الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۸۸

۱۳۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ٦٨ ۔ ٦٩ (فاروقی کتب خانہ ملتان)

۱۳۲۔ ایضاً، ٦٩

۱۳۳۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۷۴

۱۳۴۔ احمد محمد شاکر، شرح الفیہ السیوطی، ۷۹
۱۳۵۔ السخاوی، فتح المغیث، ۱/ ۲۳۵۔ ۲۳۶
۱۳۶۔ نووی، شرح مسلم، ۱/ ۷۱، السیوطی، تحذیر الخواص، ۱۳۰
۱۳۷۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ۴۳
۱۳۸۔ نووی، شرح مسلم، ۱/ ۷۰، السیوطی، تحذیر الخواص، ۱۳۰
۱۳۹۔ السیوطی، شرح الفیہ، ۸۰، ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۸۵
۱۴۰۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۴
۱۴۱۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۷-۱۳۲، السیوطی، اللالی المصنوعہ، ۱/ ۲۲۷، السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۸۲
۱۴۲۔ پٹنی، محمد طاہر بن علی، تذکرۃ الموضوعات، ۸۲
۱۴۳۔ ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۴۴۱، ابن القیم، المنار المنیف، ۹۹
۱۴۴۔ الاسرار المرفوعہ، ۴۴۱، ابن الجوزی، الموضوعات الکبیر، ۱۶۵ ابن القیم، المنار المنیف، ۹۹
۱۴۵۔ ابن القیم، المنار المنیف، ۹۹۔ ۱۰۰، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۱۱۸، ۴۴۱
۱۴۶۔ ابن القیم، المنار المنیف، ۶۱، ۶۲، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۴۱۵
۱۴۷۔ ابن القیم، ایضاً، ملا علی قاری، ایضاً، ۳۵۵، ۴۱۶
۱۴۸۔ ابن القیم، ایضاً، ملا علی قاری، ایضاً
۱۴۹۔ ابن القیم، ایضاً، ۵۰، ملا علی قاری، ایضاً، ۴۰۶
۱۵۰۔ ابن القیم، ایضاً، ملا علی قاری، ایضاً
۱۵۱۔ الذھبی، میزان الاعتدال ۱، ۴۰۴، ابن القیم، المنار المنیف، ۴۴، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۳۹۹
۱۵۲۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۷
۱۵۳۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۷۱
۱۵۴۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ۶/ ۱۶۲، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۸، الباعث الحثیث، ۸۷، احمد محمد شاکر، شرح الفیتہ السیوطی، ۸۳
۱۵۵۔ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، ۲، ۲۲۹۳، الذھبی، میزان الاعتدال، ۳/ ۵۷۹، السیوطی،

تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۸

۱۵۶۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۳/ ۵۷۹

۱۵۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۸

۱۵۸۔ ایضاً

۱۵۹۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۴/ ۴۲۶

۱۶۰۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ۱۲/ ۲۷۳

۱۶۰۔ الحاکم، المدخل فی اصول الحدیث، ۲۳۔ ۲۴، السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۷

۱۶۲۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۶

۱۶۳۔ ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۴۰۵: ابن عراق، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، ۲، ۲۷۶

۱۶۴۔ ایضاً

۱۶۵۔ ایضاً

۱۶۶۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۶

۱۶۷۔ الشوکانی، الفوائد، المجموعہ، ۲۰۶

۱۶۸۔ ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۳۲۶

۱۶۹۔ ابن القیم، المنار المنیف، ۶۷، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۴۲۵

۱۷۰۔ ایضاً ۷۷، ایضاً

۱۷۱۔ ابن القیم، المینار المنیف، ۷۸

۱۷۲۔ ایضاً

۱۷۳۔ ایضاً

۱۷۴۔ ایضاً، ۱۰۲

۱۷۵۔ ابن الجوزی، الموضوعات، ۲/ ۸۱، ابن عراق، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، ۲/ ۶۷

۱۷۶۔ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، ۲/ ۶۷

۱۷۷۔ ابن القیم، المنار المنیف، ۶۴، ملا علی قاری الاسرار المرفوعہ، ۴۱۸

۱۷۸۔ السخاوی، المقاصد الحسنہ، ۲۳۱، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۴۰۶، ۵۱۹

۱۷۹۔ ابن القیم، المنار المنیف، ۵۵، الاسرار المرفوعہ، ۴۱۰

۱۸۰۔ العجلونی' کشف الخفاء' ۲' ۲۰
۱۸۱۔ السخاوی' المقاصد الحسنہ' ۴۱۰
۱۸۲۔ السخاوی' المقاصد الحسنہ' ۴۵۷' عجلونی کشف الخفاء' ا' ۸۱' ملا علی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۲۴۶
۱۸۳۔ ابن القیم' زادالمعاد' ۲' ۲۷۵' المنارالمنیف' ۱۴۰' روضہ المحبین' ۱۸۰۔ ۱۸۲' الجواب الکافی' ۲۳۰' عجلونی' کشف الخفاء' ۲' ۳۴۵' ابن الجوزی' العلل المتناہیہ' ۲' ۲۸۵' ۲' ۲۸۶
۱۸۴۔ ابن القیم' المنار المنیف' ۸۰' ملا علی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۳۲۳
۱۸۵۔ السیوطی' تدریب الراوی' ا' ۲۷۶
۱۸۶۔ ابن القیم' المنارالمنیف' ۱۳۹' ملا علی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۲۸۲' ۳۲۲' ۴۷۴
۱۸۷۔ ابن القیم' ایضاً' ملا علی قاری' ایضاً ۲۸۲
۱۸۸۔ شاہ ولی اللہ البلاغ المبین' ۲۷۔ ۲۸
۱۸۹۔ ایضاً' ۲۸
۱۹۰۔ الاسرار المرفوعہ' ۳۴۲
۱۹۱۔ ایضاً' عجلونی کشف الخفاء' ۲' ۳۵۷
۱۹۲۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۱۷
۱۹۳۔ ابن ابی حاتم' الجرح والتعدیل ۷' ۲۶۳ ابن حجر' النکت ۲' ۸۵۱' تدریب الراوی' ا' ۲۸۴' طاہر پٹنی' تزکرۃ الموضوعات' ۸۸
۱۹۴۔ ابن ابی حاتم' الجرح والتعدیل' ۷' ۲۶۳: ابن حجر' النکت ۲' ۸۵۱
۱۹۵۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۲۷
۱۹۶۔ مسلم' مقدمہ الصحیح' ا' ۱۴' الترمذی شرح علل' ا' ۹۳
۱۹۷۔ ایضاً' ایضاً
۱۹۸۔ الترمذی' شرح علل' ۱ / ۹۵
۱۹۹۔ ابن الصلاح' مقدمہ' ۱۳۱ (نوع: ۲۱)
۲۰۰۔ ابن القیم' المنار المنیف' ۱۳۹' ملاعلی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۴۷۴
۲۰۱۔ ملاعلی قاری' الاسرار المرفوعہ' ۳۵۷

۲۰۲۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱ / ۷ ۳، السخاوی، المقاصد الحسنہ، ۵۴

۲۰۳۔ ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۲۷۰ ۔ ۲۷۱، کشف الخفاء، ۲ / ۱۸۰

۲۰۴۔ السخاوی، المقاصد الحسنہ، ۵۲۷، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۲۷۱

۲۰۵۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر : ۸۰ تدریب الراوی، ۱ / ۲۷۷ ۔ ۲۷۸

۲۰۶۔ ایضاً، تدریب الراوی، ۱ / ۲۸۵ ۔ ۲۸۶، الذہبی میزان الاعتدال، ۳ / ۳۳۸

۲۰۷۔ ابن الجوزی، الموضوعات، ۱ / ۴۶، ابن حبان، المجروحین، ۱ / ۸۵، ملا علی قاری، الاسرار المرفوعہ، ۳۶، ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۷۱، شرح الفیہ، ۸۷ ۔ ۸۸

۲۰۸۔ السیوطی، تحذیر الخواص، ۲۰۳، ۲۰۴، ملا علی قاری الاسرار المرفوعہ، ۸۵

۲۰۹۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۳ / ۵۰۹

۲۱۰۔ ایضاً

۲۱۱۔ ابن الجوزی، الموضوعات، ۳ / ۱۶

۲۱۲۔ الخطیب بغدادی، ۱۰ / ۱۶۱، ۴، ابن حجر، لسان المیزان، ۴ / ۷ / ۲، الذہبی، میزان الاعتدال، ۲ / ۶۲۵

۲۱۳۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۳ / ۶۳۱

۲۱۴۔ البخاری، التاریخ الکبیر، ۱ / ۱۶۴، الذہبی میزان الاعتدال، ۳ / ۶۳۱

۲۱۵۔ ابن حجر، التہذیب، ۱۰ / ۴۱۹، میزان الاعتدال، ۴ / ۲۷۲

۲۱۶۔ التہذیب، ایضاً، میزان الاعتدال، ۴، ۲۷۲

۲۱۷۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۲ / ۴۵، ابن حجر، الاصابہ، ۱ / ۵۳۳، طاہر پٹنی، تذکرۃ الموضوعات، ۱۰۳ ۔ ۱۰۴

۲۱۸۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۲ / ۲۵۰، الاصابہ، ۱ / ۵۳۲، میزان الاعتدال، ۲ / ۴۵

۲۱۹۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۲ / ۴۵۱، الاسرار المرفوعہ، ۳۱۷، تذکرۃ الموضوعات، ۱۰۴

۲۲۰۔ عجلونی، کشف الخفاء ۲ / ۲۹۹

۲۲۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۳۷ (ملتان)

۲۲۲۔ القاسمی قواعد التحدیث، ۱۳۱

۲۲۳۔ ایضاً

۲۲۴۔ ابن رجب، شرح علل الترمذی، ۱ / ۷۸
۲۲۵۔ دارقطنی، السنن، ۲ / ۴۹
۲۲۶۔ الذھبی، میزان الاعتدال، ۳ / ۲۶۹، الدار قطنی، کتاب الضعفاء والمتروکین ص، ۱۳۳ (رقم ۴۰۱)
۲۲۷۔ الجوز جانی، احوال الرجال، ۵۶ (رقم ۴۴)
۲۲۸۔ ایضاً، الذھبی، میزان الاعتدال، ۲ / ۲۶۸، البخاری، التاریخ الکبیر، ۶ / ۳۴۴ (رقم ۲۵۸۳)، ابن ابی حاتم، الجرح والتعدیل، ۶ / ۲۳۹ (رقم ۱۳۲۴)
۲۲۹۔ میزان الاعتدال، ۲ / ۲۶۸، ابن حبان، المجروحین، ۲ / ۷۵
۲۳۰۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۴۷ (ملتان)
۲۳۱۔ الحاکم، المستدرک، ۴ / ۱۲۱، ابن ماجہ، السنن، ۲ / ۱۱۰۵ (برقم ۳۳۳۰)
۲۳۲۔ الذھبی، تلخیص المستدرک، ۴ / ۱۲۱، میزان الاعتدال، ۴ / ۴۰۵
۲۳۳۔ ابن حبان، المجروحین، ۳ / ۱۱۹
۲۳۴۔ ابن حجر، تھذیب التھذیب، ۱۱ / ۲۴۱
۲۳۵۔ الالبانی، سلسلہ الاحادیث الضعیفہ، ۱ / ۲۶۴
۲۳۶۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۴۰
۲۳۷۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۵۰، ۵۱
۲۳۸۔ ابن حجر، المطالب العالیہ، ۱ / ۹۷، ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، ۲ / ۸۲۱، المنذری، الترغیب والترھیب، ۱ / ۵۲۶، ۳ / ۳۷۲
۲۳۹۔ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، ۱ / ۸۲۱
۲۴۰۔ ابن ابی حاتم، علل الحدیث، ۲ / ۱۸۲، نزھہ النظر، ۵۱
۲۴۱۔ ملا علی قاری، شرح نخبہ الفکر، ۸۷
۲۴۲۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۱۱۹
۲۴۳۔ ایضاً، ۱۲۰
۲۴۴۔ ترمذی، السنن، ۱ / ۴۲۰، ابوداؤد، السنن، ۱۲۶۱ (کتاب الصلاۃ ۔ باب الاضطجاع بعدھا)

۲۴۵۔ ابن القیم، زادالمعاد، ۱/ ۳۱۹
۲۴۶۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۳۵
۲۴۷۔ النووی، التقریب، ۱۰
۲۴۸۔ ابن الصلاح، مقدمہ مع شرح، ۱۱۴
۲۴۹۔ ایضاً
۲۵۰۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۵۷ (ملتان)
۲۵۱۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۱۱۲
۲۵۲۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۵۲
۲۵۳۔ ایضاً، ۲۵۳
۲۵۴۔ ایضاً، ۲۵۴
۲۵۵۔ ایضاً
۲۵۶۔ ایضاً، ۱/ ۲۵۴ ۔ ۲۵۷
۲۵۷۔ احمد محمد شاکر، السیوطی، شرح الفیہ، ۵۷، الباعث الحثیث، ۳۷
۲۵۸۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۵۷
۲۵۹۔ المطرزی، المغرب فی ترتیب المعرب، ۱/ ۳۰
۲۶۰۔ الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ۳۹
۲۶۱۔ ابن حجر، التقریب، ۱۳
۲۶۲۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ۱۳
۲۶۳۔ ابن حجر نزھۃ النظر ۴، التقریب، ۱۳
۲۶۴۔ الجوزجانی، احوال الرجال، ۳۲
۲۶۵۔ میزان الاعتدال، ۱/ ۵
۲۶۶۔ ایضاً، ۱/ ۶، ابن حجر، شرح نخبہ الفکر، ۹۶ ۔ ۹۷
۲۶۷۔ ابن حجر، شرح نخبہ الفکر، ۹۷، ڈاکٹر محمود طحان تیسیر مصطلح الحدیث، ۱۱۸
۲۶۸۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۲۹۷
۲۶۹۔ ایضاً، ۲۹۷

۲۷۰۔ یاقوت الحموی، معجم البلدان، ۱۱۶۴

۲۷۱۔ میزان الاعتدال، ۴ / ۳۰۴، ابن حجر، لسان المیزان، ۶ / ۱۹۶

۲۷۲۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۶ / ۱۹۶

۲۷۳۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۶ (ملتان)

۲۷۴۔ ایضاً

۲۷۵۔ ابن حجر، التھذیب، ۱۲ / ۱۸۶، ابن الصلاح، مقدمہ مع الشرح، ۱۶۱، ۳۵۵ (النوع : ۴۷)

۲۷۶۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۶ (ملتان)

۲۷۷۔ ایضیا، ۸۷ (ملتان)

۲۷۸۔ ا۔ سعید احمد پالن پوری، تحفہ الدرر شرح نخبہ الفکر (اردو) : ۴۱

۲۷۹۔ حاشیہ نزھہ النظر، ۸۷ (ملتان)

۲۸۰۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۷ (ملتان)

۲۸۱۔ ایضاً، ۹۰

۲۸۲۔ ایضاً

۲۸۳۔ ایضاً، ۹۰ ۔ ۹۱

۲۸۴۔ ایضاً، ۹۱

۲۸۵۔ تدریب الراوی، ۲، ۲۷۳

۲۸۶۔ ایضاً

۲۸۷۔ احمد محمد شاکر، السیوطی شرح الفیہ، ۲۸۳

۲۸۸۔ ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۸۰

۲۸۹۔ ابن حجر، نزھۃ النظر، ۷۵، ۷۶ (ملتان)

۲۹۰۔ ایضاً، ۷۶ (ملتان)

۲۹۱۔ ایضاً، ۷۷

۲۹۲۔ ایضاً

۲۹۳۔ ایضاً

۲۹۴۔ ایضاً

۲۹۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۴

۲۹۶۔ ایضاً

۲۹۷۔ بخاری، الجامع الصحیح ۱/ ۵۳، (کتاب الوضوء)، مسلم، الجامع الصحیح ۱/ ۲۱۳ (کتاب الطھارہ)

۲۹۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۳

۲۹۹۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۰

۳۳۰۔ البیہقی، السنن الکبری، ۱۰/ ۲۴۱

۳۰۱۔ ایضاً

۳۰۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۳/ ۱۹۶

۳۰۳۔ ابن حجر، فتح الباری، ۵/ ۱۷۶

۳۰۴۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۷۹، السیوطی الفیہ، ۳۷

۳۰۵۔ تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۴

۳۰۶۔ ایضاً

۳۰۷۔ ایضاً، القاسمی، قواعد التحدیث، ۱۲۴

۳۰۸۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ۳۷، احمد محمد شاکر، السیوطی الفیہ، ۳۷

۳۰۹۔ السیوطی تدریب الراوی، ۱/ ۲۷۴

۳۱۰۔ العجاج الخطیب، اصول الحدیث، ۳۷۳

۳۱۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۰ (مکمل لغوی و اصطلاحی وغیرہ)

۳۱۲۔ الذھبی، میزان الاعتدال، ۱/ ۵۹۸

۳۱۳۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۴/ ۱۷۰۷ (کتاب السلام۔ باب النھی عن ابتداء اھل الکتاب بالسلام)

۳۱۴۔ احمد محمد شاکر، السیوطی شرح الفیہ، ۱۷، ابن کثیر، الباعث الحثیث، ۴۷

۳۱۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۱/ ۴۲۲، النسائی، السنن، ۶۸۱ (کتاب الاذان)

۳۱۶۔ ترمذی، السنن، ۵۱۷ (ابواب الجمعہ)

۳۱۷۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۱ / ۵۱۷ (کتاب الزکاۃ)
۳۱۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۱۶۸، (کتاب الصلاۃ)
۳۱۹۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۹۲
۳۲۰۔ ابن حبان، الصحیح، ۵ / ۱۹۶، احمد، المسند، ۶ / ۴۳۳
۳۲۱۔ بخاری الجامع الصحیح، ۱ / ۱۶۰، ۳ / ۲۲۵، ۹ / ۱۰۸
۳۲۲۔ محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۱۰۸، العجاج الخطیب، اصول الحدیث، ۳۴۶
۳۲۳۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۰
۳۲۴۔ الترمذی، السنن، ۳ / ۳۶۷، مسلم الجامع الصحیح، ۲ / ۶۶۸ (کتاب الجنائز)
۳۲۵۔ ترمذی، السنن، ۳۶۸، تدریب الراوی، ۲ / ۲۰۳۔ ۲۰۴ احمد شاکر، الباعث الحثیث شرح مختصر علوم الحدیث، ۱۶۰۔ ۱۷۰
۳۲۶۔ عجاج الخطیب، اصول الحدیث، ۳۴۴
۳۲۷۔ الصغانی، توضیح الافکار، ۲ / ۴۷
۳۲۸۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۶۲
۳۲۹۔ ابوداؤد السنن، ۶۸۹، ابن ماجہ السنن، ۹۴۳ (کتاب القامہ الصلاۃ باب ماتیسیر المصلی
۳۳۰۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۳۶۲
۳۳۱۔ الذھبی، میزان الاعتدال، ۱ / ۵۷۴
۳۳۲۔ ترمذی السنن، ۳ / ۴۸۔ ۴۹، ۶۵۹، ۶۶۰ (کتاب الزکاۃ باب ماجاء ان فی المال حقا سوی الزکاۃ)
۳۳۳۔ ابن ماجہ السنن، ۱ / ۵۷۰، ۱۷۸۹
۳۳۴۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۶۶
۳۳۵۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۸۲، السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۱۹۵
۳۳۶۔ مسلم، الجامع الصحیح، ۲ / ۸۲۲
۳۳۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۱۹۴
۳۳۸۔ ایضاً
۳۳۹۔ ابن الصلاح، مقدمہ، ۱۴۰

۳۴۰۔ ایضاً، ۱۴۱

۳۴۱۔ ایضاً، ۱۴۲

۳۴۲۔ ایضاً

حواشی باب پنجم

۱۔ القاسمی، قواعد التحدیث، ٦۴

۲۔ ایضاً، ٦٦، الکرمانی، شرح صحیح البخاری، ۹ / ۷۹

۳۔ شرح الکرمانی، ۹ / ۷۹

۴۔ المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ، قاہرہ، الاحادیث القدسیہ، ۷

۵۔ الخلاصہ فی علم اصول الحدیث، ۴۴

٦۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱ / ۲

۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۴ / ۱۷۱

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۴ / ۱۵٦ کتاب بدء الخلق، باب قول اللہ تعالٰی وبث فیھا من کل دابہ

۹۔ ترمذی، السنن، کتاب الاحکام باب من جاء فی الیمین، ۱۳۴۴، ابن ماجہ، السنن، ۲۳٦۹، ۲۳٦۹

۱۰۔ نسائی، السنن، ۲ / ۲۹۱ کتاب المواقیت، باب الجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفہ۔

۱۱۔ ابوداؤد، السنن، ۱ / ۱۱۲ کتاب الطھارۃ۔ باب المسح علی الجوربین

۱۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۴ / ۱۵۳

۱۳۔ ایضاً، ۱۴ / ۵۰۰

۱۴۔ ایضاً، ۸ / ۱۷، الترمذی، السنن، ۴ / ۲٦۵ (رقم ۱۸۸۰)۔ کتاب الاشربہ، باب ماجاء فی النھی عن الشرب قائما

۱۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۵، ۳، ۳۳، کتاب الصوم، باب اجود ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان
۱۶۔ ایضاً، ۸/ ۵۵، کتاب الادب، باب الکنیہ للصبی قبل ان یولد للرجل۔
۱۷۔ البیھقی، السنن الکبری، ۸/ ۱۳۶
۱۸۔ الطیبی، الخلاصہ فی علم اصول الحدیث، ۵۰، السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۱۸۴
۱۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۹۳ (کتاب الطھارۃ، باب التیمم)
۲۰۔ ایضاً، ۱/ ۹۳
۲۱۔ الطیبی الخلاصہ فی علم اصول الحدیث، ۵۰
۲۲۔ محمود طحان، تیسیر مصطلح الحدیث، ۳۲، الخلاصہ فی علم اصول الحدیث، ۵۱
۲۳۔ البخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۱۷۸، کتاب الاذان باب امامہ المفتون والمبتدع
۲۵۔ ابن الجوزی، صفہ الصفوہ، ۳/ ۲۵

حواشی باب ششم

۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۱۰۵ (ملتان)
۲۔ بخاری، الجامع الصحیح، ۱/ ۵۴، کتاب الوضوء باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان
۳۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱/ ۱۸۳، ابن الصلاح، مقدمہ، ۲۱
۴۔ مالک، الموطا، ۱/ ۷۵ (کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ)
۵۔ الموطا، ۱/ ۸۶ (کتاب الصلاۃ، باب ترک القراءۃ خلف الامام فیما جھر فیہ
۶۔ تدریب الراوی، ۱/ ۱۸۳
۷۔ ابن الصلاح، المقدمہ مع الشرح، ۱۱۱ (نوع: ۱۶)
۸۔ ایضاً، ۱۱۲
۹۔ ترمذی، السنن، ۳/ ۴۳ (کتاب الصوم، باب ماجاء فی کراھیہ الصوم فی ایام التشریق)،

ابوداؤد، السنن، ۲ / ۸۰۴ کتاب الصوم۔ باب صیام ایام التشریق، نسائی، السنن، ۵ / ۲۵۲ کتاب مناسک الحج، باب النھی عن صوم عرفہ، ۳۰، الطبرانی المعجم، ۱۷ / ۲۹۱
۱۰۔ ابن الصلاح، مقدمہ مع شرح، ۱۱۲
۱۱۔ ابو عوانہ، المسند، ۱ / ۲۰۷ ابوداؤد الطیالسی المسند، ۳۱۷
۱۲۔ ابو عوانہ، المسند، ۱ / ۲۰۷، مسلم الجامع الصحیح، ۱ / ۲۳۴ (کتاب الطھارۃ، باب حکم ولوغ الکلب)
۱۳۔ ابو عوانہ، ۱ / ۳۰۳، مسلم الجامع الصحیح، ۱ / ۱۷۳، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ
۱۴۔ ابن الصلاح، مقدمہ، ۱۱۴
۱۵۔ مالک، المؤطا، ۱ / ۲۸۴ (کتاب الزکاۃ۔ باب مکیلہ زکاۃ الفطر)
۱۶۔ ترمذی، السنن، ۳ / ۶۱، (کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی صدقۃ الفطر) ابن الصلاح، المقدمہ ۱۱۳
۱۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۱ / ۲۴۵ ۔ ۲۴۷، ۳، عبدالعلی فرنگی محلی، فواتح شرح مسلم الثبوت برھامش المستصفی من علم الاصول، ۲ / ۱۷۲
۱۸۔ الخطیب البغدادی، الکفایہ فی علم الروایہ، ۴۰۹
۱۹۔ الکفایہ، ۴۱۱
۲۰۔ الطیبی، الخلاصہ فی علم اصول الحدیث، ۴۹
۲۱۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۵۱۔ ۵۲
۲۲۔ قواعد التحدیث، ۱۲۸
۲۳۔ ایضاً، ۱۲۹
۲۴۔ ابن حجر، نزھہ النظر، ۵۳
۲۵۔ ایضاً، ۵۲
۲۶۔ ایضاً
۲۷۔ ایضاً، ۵۲، ۵۳
۲۸۔ الشافعی، کتاب الام، ۲ / ۸۰
۲۹۔ [illegible]، الجامع الصحیح، ۳ / ۳۴ کتاب الصوم، باب قوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم

الهلال فصوموا۔
۳۰۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۵۳
۳۱۔ مسلم الجامع الصحیح' ۲ / ۷۵۹ کتاب الصیام' باب وجوب صوم رمضان لرویہ الھلال۔
۳۲۔ النسائی' السنن الکبری' ۲ / ۷۱ کتاب الصیام باب ۱۳
۳۳۔ نزھہ النظر' ۵۳

حواشی باب ہفتم

۱۔ ابن الصلاح' مقدمہ مع شرح' ۱۳۵ ۔ ۱۳۷ (نوع ۲۳)
۲۔ الحاکم' معرفہ علوم الحدیث' ۶۲ (نوع ۱۹)
۳۔ الخطیب البغدادی' الکفایہ' ۵۴
۴۔ ابن الاثیر' اسد الغابہ' ۴ / ۳۳۲' الخطیب البغدادی الکفایہ' ۵۶
۵۔ بخاری الجامع الصحیح' ۱ / ۲۹ کتاب العلم' باب متی یصح سماع الصغیر
۶۔ الخطیب البغدادی' الکفایہ' ۵۴
۷۔ ایضاً' ۵۵
۸۔ ایضاً' ۵۴
۹۔ ایضاً' ۵۵
۱۰۔ ابوداؤد' السنن' ۳ / ۶۳
۱۱۔ ابن الصلاح' مقدمہ' ۱۳۸' السیوطی' تدریب الراوی' ۱ / ۳۰۴
۱۲۔ الطیبی' الخلاصہ فی علم اصول الحدیث' ۵۶
۱۳۔ الخطیب البغدادی' الکفایہ فی علم الروایہ' ۸۰
۱۴۔ الطیبی' الخلاصہ فی علم اصول الحدیث' ۵۶
۱۵۔ ابن الصلاح' المقدمہ' ۱۳۷

۱۶۔ الکفایہ فی علم الروایہ' ۸۴
۱۷۔ ایضاً' ۸۶
۱۸۔ بخاری الجامع الصحیح' ۶ / ۱۷۵ (کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الطور)

حواشی باب ہشتم

۱۔ ابن حجر' نزھۃ النظر' ۱۰۶ (ملتان)
۲۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۶۱
۳۔ ایضاً' ۲ / ۱۶۲
۴۔ ابن حجر' نزھۃ النظر' ۱۰۷
۵۔ ابن کثیر' الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث' ۱۵۵
۶۔ ابن حجر' نزھۃ النظر' ۱۰۸
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً
۹۔ ایضاً
۱۰۔ ایضاً' ۱۰۹
۱۱۔ ایضاً
۱۲۔ النسائی' السنن' ۹۹۶' (کتاب الافتتاح۔ باب الفضل فی قراءۃ قل ھواللہ احد)
۱۳۔ النسائی' السنن' ۲ / ۱۷۲
۱۴۔ ابن الصلاح' المقدمہ' ۲۵۹۔ ۲۶۰ (نوع = ۲۹)
۱۵۔ ابن حجر' نزھۃ النظر' ۱۰۹
۱۶۔ ایضاً
۱۷۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۱۲۷

۱۸۔ ایضاً' ۲' ۱۲۸

۱۹۔ ابن الصلاح' مقدمہ ۱۳۳

۲۰۔ الباعث الحثیث' ۱۵۶' تدریب الراوی' ۲ / ۱۲۸

۲۱۔ اللّتانی' الرسالہ المستطرفہ' ۸۱

۲۲۔ ایضاً' ۸۲

۲۳۔ رباعیات امام نسائی کا ایک قلمی نسخہ اور اس کی مائیکرو فلم ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر ڈائریکٹر سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے پاس موجود ہے۔ جس کو چسٹر بیٹی لائبریری ڈبلن برطانیہ سے حاصل کیا گیا۔ (اگرچہ وہ نامکمل ہے)۔

حواشی باب نہم

۱۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۲ / ۲۴۷

۲۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۱۱۰

۳۔ تدریب الراوی' ۲ / ۲۴۷

۴۔ ایضاً

۵۔ ابن حجر' نزھہ النظر' ۱۱۰

۶۔ تدریب الراوی' ۲ / ۲۴۴

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً' ۲' ۲۴۵

حواشی باب دہم

۱۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۸

۲۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۱۱۰ (نوع : ۲۴)

۳۔ تدریب الراوی، ۲ / ۱۲

۴۔ الباعث الحثیث فی شرح اختصار علوم الحدیث، ۱۱۱

۵۔ تدریب الراوی، ۲ / ۱۲

۶۔ ایضاً، ۲، ۳۰، الباعث الحثیث، ۱۲۰

۷۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۳۰

۸۔ الباعث الحثیث، ۱۲۰

۹۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۴۵

۱۰۔ ابن الاثیر، جامع الاصول من احادیث الرسول، ۱ / ۴۴

۱۱۔ نووی، التقریب، ۱۹ النووی تقریب مع التدریب، ۲ / ۴۷

۱۲۔ النووی، التقریب، ۹، تدریب الراوی، ۲ / ۵۰

۱۳۔ ابن الصلاح مقدمہ، ۱۹۷، تدریب الراوی، ۲ / ۵۵

۱۴۔ تدریب الراوی، ۲ / ۵۶ ۔ ۵۷

۱۵۔ ایضاً، ۲، ۵۷

۱۶۔ بخاری الجامع الصحیح، ۱، ۲۱۴، مسلم الجامع الصحیح، ۱ / ۳۱۴

۱۷۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، ۱۲۳

۱۸۔ ابن اصلاح مقدمہ، ۱۹۸، تدریب الراوی، ۲ / ۵۹

۱۹۔ السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۴۰، ابن الصلاح مقدمہ، ۱۹۹

۲۰۔ ابن کثیر، اختصار علوم الحدیث، ۱۲۴

۲۱۔ ابن الصلاح، مقدمہ، ۱۹۹
۲۲۔ ایضاً، النووی، التقریب، ۳۱، السیوطی، تدریب الراوی، ۲ / ۶۲
۲۳۔ ابن الصلاح، المقدمہ، ۲۰۱، تدریب الراوی، ۲ / ۶۲

حواشی باب یازدہم

۱۔ الحاکم، معرفہ علوم الحدیث، ۵۲ (نوع: ۱۸)
۲۔ محمد عبدالحی لکھنوی، الرفع والتکمیل، ۱۶۷
۳۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۳ / ۳۲۴
۴۔ ایضاً، ۳ / ۵۱۶
۵۔ الذہبی میزان الاعتدال، ۳ / ۶۰۴
۶۔ لکھنوی، الرفع والتکمیل، ۱۶۸
۷۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۱ / ۱۵۵
۸۔ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ المرفوعہ، ۱ / ۳۴
۹۔ الذہبی، میزان الاعتدال، ۱ / ۹۱، الخطیب البغدادی، تاریخ بغداد، ۴ / ۸۱ (ترجمہ احمد بن الحسن)
۱۰۔ ابن عدی، الکامل فی الضعفاء، ۲ / ۷۷۲
۱۱۔ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ۱ / ۱۹
۱۲۔ میزان الاعتدال، ۳ / ۳۲۴
۱۳۔ لکھنوی، الرفع والتکمیل، ۱۷۶
۱۴۔ ایضاً، ۱۷۸
۱۵۔ ایضاً، السخاوی، فتح المغیث، ۱ / ۳۳۴
۱۶۔ لکھنوی الرفع والتکمیل، ۱۷۸۔۱۷۹

۱۷۔ ایضاً
۱۸۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۱/ ۳۴۵
۱۹۔ محمد عبدالحی' الرفع والتکمیل' ۱۵۵
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ ایضاً' ۱۵۶
۲۲۔ السیوطی' تدریب الراوی' ۱/ ۳۴۳
۲۳۔ ایضاً' تدریب الراوی' ۱/ ۳۴۳
۲۴۔ ایضاً' ۱/ ۳۴۵
۲۵۔ ایضاً

المصادر والمراجع

۱۔ ابجد العلوم' نواب صدیق حسن القنوجی' دارالکتب العلمیہ' بیروت ۱۹۷۸م طبع ثانی۔
۲۔ الاحادیث القدسیہ' اعداد المجلس الاعلی اللشئون الاسلامیہ' القاہرۃ (۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶م)۔
۳۔ احسن التفاسیر' سید احمد حسن دہلوی' المکتبہ السلفیہ' لاہور (۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴م)۔
۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام' حافظ علی بن حزم' جامعہ ابی بکر' کراچی (بدون تاریخی)
۵۔ احوال الرجال' امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی' المکتبہ الاثریہ' سانگلہ ہل (بدون تاریخ)۔
۶۔ اختصار علوم الحدیث' حافظ ابن کثیر' دارالتراث' القاھرۃ (۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹م)
۷۔ اختلاف الحدیث' امام محمد بن ادریس الشافعی' علی ھامش الام' طبع عراق (بدون تاریخ)
۸۔ اسدالغابہ فی معرفہ الصحابہ' امام ابن الاثیر' داراحیاء التراث العربی بیروت (بدون تاریخ)
۹۔ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ' ملا علی قاری الحنفی' تحقیق ابو ھاجر' بیروت (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م)۔

۱۰۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ' حافظ ابن حجر العسقلانی' بیروت (۱۳۲۸ھ)۔
۱۱۔ اصول الحدیث علومہ و مصطلحہ' الدکتور محمد عجاج الخطیب' دار الفکر' بیروت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)
۱۲۔ الاعلام' خیرالدین زرکلی' دار العلم' للملایین' بیروت (۱۹۸۴م)۔
۱۳۔ اعلام الموقعین احکام رب العالمین' حافظ ابن القیم الجوزیہ' دارالحدیث مصر (بدون تاریخ)۔
۱۴۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث' احمد محمد شاکر' دار الثرات' القاھرۃ (۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹م)
۱۵۔ البدایہ والنھایہ' حافظ ابن کثیر' دار الریان' مصر (۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸م)۔
۱۶۔ البدر الطالع' محمد بن علی الشوکانی' مطبعہ السعادۃ' القاھرۃ ۱۳۴۸ھ۔
۱۷۔ بروکلمان' کارل' تاریخ الادب العربی' مترجم ڈاکٹر رمضان عبدالتواب' دار الکتاب العربی' قم۔
۱۸۔ البلاغ المبین' شاہ ولی اللہ' طبع بلوچستان (بدون تاریخ)۔
۱۹۔ تاریخ بغداد' ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی' المکتبہ السلفیہ' المدینہ المنورہ۔
۲۰۔ تاریخ حدیث و محدثین' محمد محمد ابو زھو' دار الکتاب العربی' بیروت' ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۴)
۲۱۔ التاریخ الکبیر' امام بخاری' دار الباز' مکہ المکرمہ' (بدون تاریخ)
۲۲۔ تاریخ الیعقوبی' احمد بن ابی یعقوب الیعقوبی' بیروت ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰م)
۲۳۔ التبیان فی علوم القرآن' محمد علی صابونی' مکتبہ الغزالی' دمشق / مناھل العرفان' بیروت' ۱۹۸۱م' طبع ثانی
۲۴۔ التحبیر فی علوم القرآن' جلال الدین عبدالرحمن السیوطی' دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۲ھ۔
۲۵۔ تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص' حافظ سیوطی' المکتب الاسلامی بیروت / دمشق (۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴م)
۲۶۔ تحفہ الدرر شرح نخبہ الفکر (اردو)' سعید احمد پالن پوری' مکتبہ اشرفیہ لاہور' (بدون تاریخ)۔

۲۷۔ تحفہ الاحوذی شرح جامع الترمذی' عبدالرحمن مبارکپوری نشرالسنہ' ملتان ۱۴۰۲ھ۔
۲۸۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی' حافظ سیوطی' دار احیاء السنہ النبویہ بیروت (۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹م)
۲۹۔ تذکرۃ الحفاظ' حافظ ذہبی' دار حیاء التراث العربی بیروت (بدون تاریخ)
۳۰۔ تذکرۃ الموضوعات' علامہ محمد طاہر پٹنی' دار حیاء التراث العربی بیروت (۱۳۹۹ھ)۔
۳۱۔ تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس' حافظ ابن حجر' بیروت (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۴م)۔
۳۲۔ تفسیر القرآن العظیم حافظ ابن کثیر' دارالقلم بیروت (بدون تاریخ)
۳۳۔ تفسیر القرآن الجلیل' عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی' لاہور (بدون تاریخ)۔
۳۴۔ تفسیر قرآن کا مفہوم آداب اور تقاضے' ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر' ادارہ علوم اثریہ' جہلم' ۱۹۹۱م۔
۳۵۔ تقریب التھذیب' حافظ ابن حجر' لاہور (۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۵م)۔
۳۶۔ التقریب فی اصول الحدیث للنووی' در کرمانی شرح البخاری' بیروت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)۔
۳۷۔ تلخیص المستدرک' حافظ ذہبی' دارالکتاب العربی بیروت (بدون تاریخ)
۳۸۔ تلقیح فہوم اھل الاثار فی عیون التاریخ والسیر' حافظ ابن الجوزی' طبعہ لیڈن (۱۸۹۲م)۔
۳۹۔ التمہید لمانی المؤطا من المعانی والاسانید' ابو عمر یوسف ابن مدابر' دارالبار مکہ المکرمہ ۱۹۸۲م۔
۴۰۔ تمیز الطیب من الخبیث' علامہ عبدالرحمن بن علی' بیروت (۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳م)
۴۱۔ تنزیہ الشریعہ المرفوعہ' امام ابن عراق الکنانی' بیروت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)
۴۲۔ تہذیب التہذیب' حافظ ابن حجر العسقلانی' دارالفکر بیروت (۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴م)
۴۳۔ توجیح النظر الی اھل الاثر' طاہر بن صالح الجزائری' دارالمعرفہ بیروت
۴۴۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار' امام محمد بن اسماعیل الصنعانی' تحقیق محمد بن محی الدین عبدالحمید' القاہرۃ (۱۳۶۶ھ)
۴۵۔ تیسیر مصطلح الحدیث' ڈاکٹر محمود الطحان' لاہور' (بدون تاریخ)
۴۶۔ جامع الاصول من احادیث الرسول' ابن الاثیر' تحقیق محمد حامد الفقی' بیروت (بدون

تاریخ)
۴۷۔ جامع التحصیل فی احکام المراسیل' حافظ صلاح الدین العلائی' عالم الکتب بیروت (۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶م)
۴۸۔ الجامع الصحیح' امام ترمذی' تحقیق احمد محمود شاکر' بیروت (بدون تاریخ)
۴۹۔ الجامع لاحکام القرآن' امام قرطبی' داراحیاء التراث العربی بیروت (بدون تاریخ)
۵۰۔ الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی' حافظ ابن القیم' دار الفکر بیروت (بدون تاریخ)
۵۱۔ الجواهر المضیہ فی طبقات الحنفیہ' محی الدین القرشی' حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ۔
۵۲۔ حفاظت حدیث' ڈاکٹر خالد علوی' مکتبہ علمیہ لاہور۔
۵۳۔ حجۃ اللہ البالغہ' شاہ ولی اللہ' المکتبہ السلفیہ' لاہور۔
۵۴۔ حجیت حدیث' محمد اسماعیل سلفی' ادارہ نشر السنہ لاہور۔
۵۵۔ حسن الحاضرہ فی اخبار مصروالقاہرہ' جلال الدین السیوطی القاھرۃ' ۱۲۹۹ھ۔
۵۶۔ الخلاصہ فی علم اصول الحدیث در شرح مشکاۃ الطیبی' کراچی (۱۴۱۳ھ)
۵۷۔ الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ' ابن حجر عسقلانی' دارالجبل' بیروت' ۱۹۹۳م۔
۵۸۔ الرسالہ امام شافعی' احمد شاکر' محمد احمد شاکر' بیروت
۵۹۔ الرسالہ المستطرفہ' امام الکتانی' کراچی (۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰م)۔
۶۰۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل' علامہ عبدالحی' تحقیق ابوغدہ' حلب (۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷م)۔
۶۱۔ روضہ المحبین' حافظ ابن القیم' بیروت (بدون تاریخ)
۶۲۔ زادالمعاد فی هدی خیرالعباد' حافظ ابن القیم' موسہ الرسالہ بیروت (۱۴۱۰ھ / ۱۹۹۰م)
۶۳۔ سلسلہ الاحادیث الضعیفہ' علامہ البانی' المکتب الاسلامی (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م)
۶۴۔ سنن ابن ماجہ' ابن ماجہ تحقیق محمد فوائد عبدالباقی' داراحیاء التراث العربی (۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵م)۔
۶۵۔ سنن ابی داؤد' امام ابو داؤد' تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید' المکتبہ العصریہ بیروت (بدون تاریخ)
۶۶۔ سنن الدار قطنی مع التعلیق المغنی' لاہور (بدون تاریخ)۔

٦٧۔ سنن الدارمی، نشر السنہ ملتان (بدون تاریخ)۔
٦٨۔ السنن الکبری، امام البیهقی، نشر السنہ ملتان (بدون تاریخ)۔
٦٩۔ سنن النسائی، امام نسائی، تحقیق عبدالفتاح ابوعدة، بیروت (۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۸م)۔
۷۰۔ السنہ قبل القدوین، ڈاکٹر محمد عجاج الخطیب، مکتبہ وهبہ عابدین القاهرہ۔
۷۱۔ السنہ ومکانتها فی التشریع الاسلامی، مصطفیٰ السباعی، المکتب الاسلامی، دمشق بیروت، الطبعہ الثالثہ ۱۹۸۲م۔
۷۲۔ سیر اعلام النبلاء، الذهبی شمس الدین، مؤسسہ الرسالہ بیروت ۱۹۸۶م۔
۷۳۔ شذرات الذهب، ابن العماد الحنبلی، المکتب البخاری، بیروت۔
۷۴۔ شرح الفیہ السیوطی فی علم الحدیث، احمد محمد شاکر، دارالمعرفہ بیروت (بدون تاریخ)۔
۷۵۔ شرح السنہ، ابو محمد حسین بن مسعود، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۳ طبع ثانی۔
۷۶۔ شرح نخبہ الفکر، ملا علی قاری، کوئٹہ (۱۳۹۷م)۔
۷۷۔ شرح علل الترمذی، حافظ ابن رجب، ریاستہ ادارت البحوث الریاض (۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸م)۔
۷۸۔ شرح الکرمانی للجامع الصحیح للبخاری محمد بن یوسف، بیروت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)۔
۷۹۔ شرف اصحاب الحدیث، ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، بیروت۔
۸۰۔ صحیح ابن حبان بیروت (۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷م)۔
۸۱۔ صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت (بدون تاریخ)۔
۸۲۔ صحیح مسلم، تحقیق محمد فئواد عبدالباقی، مصر (بدون تاریخ)۔
۸۳۔ صفہ الصفوة، امام ابن الجوزی، بیروت (۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶م)۔
۸۴۔ الضوء اللامع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی، منشورات دارالمکتبہ بیرورت۔
۸۵۔ طبقات الحفاظ، جلال ابن عبدالرحمن السیوطی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۸۳ء۔
۸۶۔ الطبقات الکبریٰ، محمد بن سعد، دار صادر بیروت۔
۸۷۔ علل الحدیث ابن ابی حاتم، المکتبہ الاثریہ، سانگلہ ھل (بدون تاریخ)۔
۸۸۔ العلل المتناهیہ فی الاحادیث الواهیہ، حافظ ابن الجوزی، لاہور (بدون تاریخ)۔
۸۹۔ علوم الحدیث و مصطلحہ، ڈاکٹر صبحی الصالح بیروت (۱۳۷۸ھ / ۱۹۵۹م)۔

۹۰۔ عمدۃ القاری، بدرالدین ابو محمد محمود، اداراہ الطباعہ لاہور، ۱۳۴۸ھ۔
۹۱۔ العواصم والقواصم، الوزیر الیمانی، القاھرۃ۔
۹۲۔ الغایہ فی القرائت العشر ابوبکر احمد بن الحسین نیسابوری شرکہ العیکان الریاض ۱۹۸۵ء طبع اول۔
۹۳۔ فتح الباری، حافظ ابن حجر العسقلانی لاہور، (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)۔
۹۴۔ فتح الباقی، ابویحی ذکریا بن محمد الانصاری، مجلس التحقیق الاثری، جہلم ۱۴۱۳ھ الطبعہ الاولیٰ۔
۹۵۔ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث للعراقی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی دارالکتب العلیمہ بیروت
۹۶۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، عبدالعلی، ایران (۱۳۶۴ھ)۔
۹۷۔ الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ، شوکانی، المکتب الاسلامی ۱۳۹۲ھ۔
۹۸۔ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، محمد عبدالروؤف المناوی۔ دارلفکر (بدون تاریخ)۔
۹۹۔ قرات النبی، تحقیق ڈاکٹر معراج الاسلام ضیاء، زید اسلامک سنٹر پشاور۔
۱۰۰۔ قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث، محمد جمال الدین القاسمی بیروت (۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹م)۔
۱۰۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، حافظ ابن عدی، سانگلہ ھل (بدون تاریخ)
۱۰۲۔ کتاب الام، امام شافعی، دارلشعب عراق (بدون تاریخ)
۱۰۳۔ کتاب الجرح والتعدیل، امام ابن ابی حاتم الرازی بیروت۔
۱۰۴۔ کتاب المراسیل، امام ابن ابی حاتم الرازی، سانگلہ ھل۔
۱۰۵۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس، امام عجلونی، مؤسہ الرسالہ بیروت (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م)۔
۱۰۶۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۰ء
۱۰۷۔ الکفایہ فی علم الروایہ، خطیب بغدادی، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد، الہند (۱۳۵۷ھ)۔
۱۰۸۔ اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، حافظ سیوطی، بیروت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱م)۔
۱۰۹۔ لسان العرب، علامہ ابن منظور الافریقی، بیروت (۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸م)۔

۱۱۰۔ لسان المیزان، حافظ ابن حجر العسقلانی دار الفکر بیروت (بدون تاریخ)۔
۱۱۱۔ لغات الحدیث، علامہ وحید الزمان، میر محمد کراچی (بدون تاریخ)۔
۱۱۲۔ مباحث فی علوم القرآن، مناع القطان مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۴ء۔
۱۱۳۔ مجمع الزوائد حافظ نور الدین، الھیثمی۔ بیروت (۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸م)۔
۱۱۴۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتاب العربی بیروت (بدون تاریخ)۔
۱۱۵۔ المستصفی من علم الاصول، امام محمد بن محمد بن الغزالی، ایران (۱۳۲۲ھ)
۱۱۶۔ مسند ابی داؤد الطیالسی، مکتبہ المعارف الریاض (بدون تاریخ)۔
۱۱۷۔ مسند امام احمد بن حنبل، دار احیاء التراث العربی، بیروت (۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸م)۔
۱۱۸۔ مشکاۃ المصابیح، خطیب التبریزی، تحقیق الالبانی، المکتب الاسلامی (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵م)۔
۱۱۹۔ مصابیح السنہ، امام البغوی، المکتبہ الاثریہ لاہور (۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۷م)۔
۱۲۰۔ مصطلح التاریخ، ڈاکٹر اسد رستم، المطبعہ الامریکیہ، بیروت، ۱۹۳۹ء۔
۱۲۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی بمبئی الہند (بدون تاریخ)۔
۱۲۲۔ مصنف عبدالرزاق تحقیق: حبیب الرحمن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ ـ ۱۹۷۰م۔
۱۲۳۔ معجم البلدان، یاقوت الحموی بیروت (۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹م)۔
۱۲۴۔ المعجم الکبیر، امام طبرانی، دار احیاء التراث العربی بیروت (۱۴۰۴م)۔
۱۲۵۔ معجم المطبوعات، یوسف سرکیس القاہرہ۔
۱۲۶۔ معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، المکتبہ العربیہ دمشق، ۱۹۰۷م۔
۱۲۷۔ معرفہ علوم الحدیث، امام حاکم، دار الکتب المصریہ (۱۹۴۷م)۔
۱۲۸۔ مفتاح الجنہ فی الاحتجاج بالسنہ، حافظ سیوطی، ادارۃ الطباعہ المنیریہ (بدون تاریخ)۔
۱۲۹۔ مفتاح السعادۃ، ابن القیم الجوزیہ، دار السعادۃ القاہرۃ۔
۱۳۰۔ المفردات فی غریب القرآن، امام راغب اصفہانی، نور محمد کراچی (بدون تاریخ)۔
۱۳۱۔ مقام حدیث، اسلم جیراجپوری، پرویز طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور۔
۱۳۲۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، علی بن سلطان محمد القاری المعروف ملا علی قاری،

مکتبہ امدادیہ ملتان۔
۱۳۳۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن، مؤسسہ الاعلمی بیروت۔
۱۳۴۔ مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، ابن الصلاح، ملتان (بدون تاریخ)۔
۱۳۵۔ المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، حافظ ابن القیم، تحقیق ابوغدۃ، بیروت (بدون تاریخ)
۱۳۶۔ الموضوعات، امام ابن الجوزی، المدینہ المنورۃ (۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶م)۔
۱۳۷۔ الموطا امام مالک، تحقیق محمد فئواد عبدالباقی، مصر (بدون تاریخ)۔
۱۳۸۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال، حافظ ذہبی، سانگلہ ھل (۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳م)۔
۱۳۹۔ النجوم الزاھرہ فی ملوک مصر والقاھرۃ جمال الدین ابوالمحاسن، یوسف بن تغری بردی، وزارت الثقافہ والارشاد القومی المصریہ العامہ، القاھرۃ۔
۱۴۰۔ نزھہ النظر فی توضیح نخبہ الفکر، حافظ ابن حجر العسقلانی، ملتان (بدون تاریخ)۔
۱۴۱۔ نصب الرایہ الاحادیث الھدایہ، حافظ زیلعی، لاہور (بدون تاریخ)
۱۴۲۔ نظم العقیان فی اعیان الاعیان، جلال الدین عبدالرحمن السیوطی، دارالبار مکہ المکرمہ ۱۹۲۷م۔
۱۴۳۔ النھایہ فی غریب الحدیث والاثریہ، امام ابن الاثیر، قم ایران (۱۳۶۴م)
۱۴۴۔ نیل الاوطار، امام شوکانی، دارالحدیث القاھرۃ (بدون تاریخ)۔
۱۴۵۔ الوثائق السیاسیہ، ڈاکٹر محمد حمیداللہ، دارالنقاش، بیروت، طبع پنجم ۱۹۸۵م۔
۱۴۶۔ وفیات الاعیان، ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد المعروف ابن خلکان، منشورات الشریف الرضی، قم۔